عقائد ضروریات دین، ضروریات اہل سنت اور ظنیات کی پہچان کرانے
نیز دلائل و براہین کے ساتھ عقائد اہل سنت کی تفصیلات سے روشناس
کرانے والی آسان لب و لہجہ میں بہترین کتاب "بنام"

معارف عقائد

مُرتب

مولانا شبیر احمد راج محلی

ناشر

اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن
ٹٹوالہ، کلیان، تھانے (مہاراشٹر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عقائد ضروریات دین، ضروریات اہل سنت اور ظنیات کی پہچان کرانے نیز دلائل و براہین کے ساتھ عقائد اہل سنت و جماعت کی تفصیلات سے روشناس کرانے والی آسان لب ولہجہ میں بہترین کتاب ''بنام''

معارف عقائد

مرتب

مولانا شبیر احمد راج محلی

معاون

مولانا جامی حسین جامعی

حسب فرمائش

فاروق رضا قادری مہاراشٹر

تقسیم کار

محمد سجاد زہیر حسن شاہ و فہیم انصاری

ناشر

اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن

ٹٹوالہ، کلیان، تھانے، مہاراشٹر

نام کتاب: معارف عقائد

مرتب: مولانا شبیر احمد راج محلی

نظر ثانی: ۱: مولانا جامی حسین جامعی

۲: مولانا عکاس علی نعیمی راج محلی

پروف ریڈنگ فاروق رضا قادری مہاراشٹر

کمپوزنگ: ابوالفیض راج محلی (7738778027)

باراوّل: ۱۴۴۵ھ / ۲۰۲۳ء

تعداد: ۱۱۰۰

قیمت ۵۰۰

ملنے کے پتے

اعلیٰ حضرت فاونڈیشن چشتیہ مسجد بنیلی گاؤں ٹٹوالا ایسٹ کلیان تھانے مہاراشٹر

فون نمبر:9892708816

سنی پبلیکیشنز دہلی

فون نمبر:9867934085

ظہیر الدین منزل ٹمیال راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ

فون نمبر:7766993992

حاجی بک ڈپو پھول بڑیا عیدگاہ چوک راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ

فون نمبر:8210717081

نوٹ! تصحیح کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے تاہم غلطی کا امکان موجود ہے کسی اہل علم کو غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں نوازش ہوگی (ناشر)

فہرست برائے عنوانات معارف عقائد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کاوش کو

اولادرسول، غوث وقت، محبوب یزدانی، سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

وامام اہل سنت مجدد اعظم الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اوراپنے پیرومرشد بانی جامع اشرف شہزادۂ سرکارکلاں شیخ اعظم حضرت

علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے

جن کے باطنی فیضان کے تصدق سے بندہ ناچیز اپنی اس حقیر سی کاوش میں

کامیاب ہوا

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خادم اہل سنت و جماعت

الحقیر شبیر احمد راج محلی

مٹیال، راج محل، صاحب گنج، جھارکھنڈ

تقریظ جلیل

استاذ العلماء محقق عصر مفتی اعظم جھارکھنڈ مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مولانا مفتی رضاء الحق مصباحی راج محلی صدر مفتی وقاضی شرع مرکزی دارالافتاء والقضاء راج محل وسابق شیخ الحدیث وصدر مفتی جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ المختار اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین الذین ھم نور عین المؤمنین وبھم علاء الحق والدین وعلی اصحابہ الھادین المھدیین ومن تبعھم الی یوم الدین۔

تمام اچھے اعمال کی مقبولیت کا دارومدار حسنِ عقیدہ پر ہے۔عقیدہ درست نہیں تو پہاڑ کے برابر اچھے کام بھی اللہ کے یہاں ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں۔قرآن حکیم میں یہ بات متعدد جگہوں میں بہت واضح طور پر موجود ہے،مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَمَنۡ يَعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ نَقِيۡرًا ۔(سورۃ النساء آیت ۱۲۴)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ نیک عمل کرنے والا چاہے کوئی مرد ہو یا عورت، اگر مومن ہے تو جنت میں جائے گا ورنہ نہیں۔ایک جگہ دوٹوک انداز میں اعلان کردیا گیا ہے:

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُهُمۡ كَسَرَابٍۢ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡــًٔا ۔(سورۃ النور آیت ۳۹)

جولوگ ایمان کی دولت سے محروم ہیں ان کے اچھے کام ریگستان کے چمکتے ہوئے ریت کی طرح ہیں جیسے دور سے کوئی پیاسا پانی سمجھ کر دوڑا چلا آتا ہے اور جب پاس آتا ہے تو وہاں ایک بوند پانی نہیں پاتا ہے۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ سے منقول ہے: صَاحِبُ الْبِدْعَةِ لَا تُقْبَلُ لَهُ

صَلَاةٌ وَلَا صِيَامٌ وَلَا حَجٌّ وَلَا عُمْرَةٌ وَلَا جِهَادٌ، وَلَا صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ،

(الشریعۃ للآجری، ج۱،ص۴۵۹،بَابُ ذَمِّ الْجِدَالِ وَالْخُصُومَاتِ فِي الدِّينِ، الناشر دار الوطن الریاض السعودیۃ)

بدعقیدہ کی نماز، روزہ، حج وعمرہ، جہاد اور کوئی بھی فرض یا نفل عبادت اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہے۔

پھر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تمام عقیدے ایک درجے کے نہیں ہیں، کچھ عقیدے ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص اُن میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار کرے گا یا اس میں شک کرے گا یا تاویل کرے گا تو مسلمان نہیں رہے گا، ایسے عقیدوں کو ''ضروریاتِ دین'' کہتے ہیں۔مسلمان ہونے کے لیے انھیں ماننا ضروری ہے، جیسے پانچ وقتوں کی نماز، رمضان کے روزے، حج، زکات کو فرض ماننا، اللہ کے پیارے رسول سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور رسول ماننا، قرآن کو اللہ کی آخری کتاب ماننا، یہ سب ضروریات دین سے ہیں، اُن میں سے کسی ایک کا انکار کرنے والا یا شک کرنے والا مومن مسلمان نہیں ہے، اور کچھ عقیدے ایسے ہیں کہ اُن کا انکار کرنے والا اہلِ سنت وجماعت یعنی سنی مسلمان نہیں ہے، بددین، بدعقیدہ، بدمذہب جہنمی ہے۔ایسے عقیدوں کو ''ضروریات اہل سنت'' کہا جاتا ہے۔جیسے بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) سے سدرۃ المنتہیٰ تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سفر معراج کو ماننا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلفاء راشدین میں سب سے پہلا خلیفہ ماننا، بشمول سیدنا امیر معاویہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو قابل تعظیم سمجھنا ضروریات اہل سنت میں ہیں، اُن میں سے کسی ایک کا انکار کرنے والا سنی مسلمان نہیں ہے، اسی طرح سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فضیلت دینے والا بھی سنی صحیح العقیدہ مسلمان نہیں۔۔۔

الغرض عقائد میں سے کچھ ضروریات دین ہیں اور کچھ ضروریات اہل سنت ہیں۔ضروریات دین کا انکار کفر ہے اور ضروریات اہل سنت کا انکار کفر نہیں، گمرہی وضلالت ہے، لیکن بہت سے لوگ عقائد کے باب میں دونوں کے فرق کو نہیں جانتے ہیں، نتیجے میں کسی گمراہ مسلمان کو کافر کہہ دیتے ہیں اور بہت سے افراد ایسے ہیں جنھیں ضروریات اہل سنت کا علم نہیں ہے اس لیے وہ کسی گمراہ وبددین مسلمان کو صحیح العقیدہ مسلمان سمجھ کر اس کے ساتھ وہی

راہ ورسم نبھاتے ہیں جو صرف سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے ساتھ جائز ہے۔

ضروریات دین سے ناواقف ہونے کی بنا پر آدمی کفر میں مبتلا ہوسکتا ہے یا دوسرے کو کافر کہنے کے بھیانک جرم کا مرتکب ہوسکتا ہے اور ضروریات اہل سنت کی جان کاری نہ ہونے سے خود گمراہ ہوسکتا ہے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بھی بن سکتا ہے، اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت کو جانے، علما وائمہ حضرات بھی اس باب کی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے کتب اسلاف کا مطالعہ کریں اور عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ عقائد کا علم حاصل کرنے کے لیے علماء دین کے ساتھ بیٹھیں، اُن سے دین سیکھیں، کیوں کہ سیکھنے سے ہی وہ اپنے دین کی حفاظت کر سکیں گے۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ نوجوان عالم دین عزیز القدر مولانا شبیر احمد راج محلی نے باب عقائد کے اصول وفروع سے متعلق تفصیلی مباحث کو بڑی محنت وجاں فشانی سے مختلف کتابوں سے اخذ کر کے کتاب ''معارف عقائد'' تالیف کی ہے۔میں اپنی مصروفیات اور طبیعت کی ناسازی کی بنا پر پوری کتاب نہ پڑھ سکا، لیکن اُس کے عنوانات دیکھے اور ابتدائی عنوان ''عقائد سے متعلق چند اکابر اہل سنت وجماعت کی عبارتیں'' کو مکمل پڑھا۔

مولانا شبیر صاحب راج محلی اگرچہ ابھی نو آموز نوجوان عالم ہیں لیکن زود نویسی، تحقیقی مزاج، حق گوئی اور تحریکی صلاحیت میں راج محل کے نوجوان علما میں نمایاں مقام اور اپنی الگ پہچان رکھتے ہیں۔کچھ کرنے، سیکھنے اور آگے بڑھتے رہنے کا ان کا جذبۂ شوق ہر دم جواں رہتا ہے۔

مولا تعالیٰ ان کے قلم میں مزید توانائی اور پختگی عطا فرمائے، ان کی تالیفات کو مفید انام بنائے اور مزید دین وسنیت کی خدمات کی توفیق دے۔آمین یارب العالمین۔

رضاء الحق مصباحی راج محلی

خادم مرکزی دار الافتاء والقضاء راج محل، صاحب گنج (جھارکھنڈ)

۲۹ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ۔۱۴/ اکتوبر ۲۰۲۳ء بروز ہفتہ

تقریظ مبارک

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالسلام مصباحی قادری راج محلی صاحب قبلہ

(مصنف" تذکرہ علمائے راج محل")

سرپرست مدرسہ حنفیہ رضویہ بیگم گنج، رادھانگر، صاحب گنج جھارکھنڈ۔

استاذ مدرسہ اسلامیہ بیت العلوم خالص پورادری مئو یوپی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آج کے پرخطر دور میں ایمان وعقائد کی معلومات بہت ہی اہم ہے ورنہ اعمال کے اکارت ہونے کا بڑا اندیشہ ہے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے

سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

یعنی اگر عقائد کی معلومات اوران میں پختگی نہ ہوتو دولت ایمان سے محروم ہونے کا خدشہ ہے۔ یاد رہے کہ ایمان وعقائد کی معلومات میں سب سے اہم پہلو ہے ضروریات دین، ضروریات اہل سنت اورظنیات کو سمجھنا پھران میں سے ہرایک کے منکر کا حکم سمجھنا ضروری ہے۔ نیز یہ سمجھنا بھی بہت اہم ہے کہ معمولات اہل سنت و جماعت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جب تک معمولات اہل سنت کی شرعی حیثیت کا علم نہیں ہوگا تب تک یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ معمولات اہل سنت و جماعت کے منکر اور تارک پر کونسا حکم لگے گا، ورنہ کم علمی کے سبب جس کے منکر پر کفر کا فتویٰ نہیں لگتا اس پر کفر کا لگا بیٹھیں گے جیسا کہ دور حاضر میں کچھ نااہل مولوی مفتی کا لبادہ اوڑھ کر معمولی سی بات پر بھی کفر کا فتویٰ دے دیتے ہیں یا پھر صلح کلیت کا الزام عائد کردیتے ہیں۔

بہرکیف! انہیں ضروریات دین، ضروریات اہل سنت، ظنیات اور معمولات اہل سنت کی شرعی حیثیت اور ہرایک کے منکر کا حکم کیا ہے؟ اس متعلق ایک اہم معلوماتی ذخیرہ بنام" معارف عقائد" عوام وخواص کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب کے چند مباحث کو سرسری طور پر مطالعہ کرنے کا موقع میسر آیا۔ ماشاءاللہ انداز استدلال وطرق اثبات مدعیٰ بہت پسند آیا، بہت عمدہ پیرائے میں سجا کر پیش کیا گیا ہے۔

چناں چہ سب سے پہلے قرآنی آیات پھر احادیث مبارکہ نیز ہر عقیدہ کی شرعی تعین و وضاحت کے لیے فقہائے کرام اور اکابرین اہل سنت و جماعت کے اقوال وافکار کا مکمل التزام کیا گیا ہے اور بالخصوص امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قادری قدس سرہ کی عبارات اور نظریات کو بطور استدلال ترجیح دی گئی ہے۔

بلاشبہ یہ کتاب وقت کی اہم ضرورت تھی جسے قابل فخر قلم کار فاضل نوجوان حضرت مولانا شبیر احمد راج محلی زید مجدہ وسعیدہ نے اپنی جہد پیہم کے ذریعے ترتیب دے کر علمائے اہل سنت و جماعت کی اہم امانت کو قوم کے سپرد کیا ہے اس کے لیے فقیر راقم الحروف کی طرف سے موصوف گرامی کے لیے صد مبارک اور خوب خوب دعائیں۔

رب کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کو مقبول عوام وخواص اور مفید انام بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین۔

محمد عبدالسلام مصباحی قادری راج محلی۔

سرپرست مدرسہ حنفیہ رضویہ بیگم گنج، رادھانگر، صاحب گنج جھارکھنڈ۔ استاذ مدرسہ اسلامیہ بیت العلوم خالص پورادری مئو یوپی۔

بوقت شب سہ شنبہ ۹ / ربیع النور ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۵ /ستمبر ۲۰۲۳ء

تاثر گرامی

ازقلم: فاضل جلیل، عالم نبیل، ماہر درسیات

حضرت علامہ مولانا عکاس علی نعیمی راج محلی صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔

عقیدہ دل کے اذعان کو کہتے ہیں ثابت ہوا کہ عقیدہ کا تعلق سراسر دل سے ہے لیکن چونکہ دل ایک مخفی امر ہے جس پر اطلاع بغیر علم غیب کے ممکن نہیں ہے اسی لیے ظاہر یعنی زبان اور اعضائے جوارح کو دل کی باتوں پر شرعا علامت و دلیل قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے قول و عمل سے اسلامی عقائد کا اظہار کرے گا اس کو مسلمان اور جو کفریہ عقائد کا اظہار کرے گا اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

اسلامی عقائد کے مراتب تین ہیں (۱) ضروریات دین (۲) ضروریات اہل سنت (۳) فروع عقائد، ان تینوں مراتب کے احکام یکساں نہیں ہیں بلکہ جدا جدا ہیں کسی عقیدہ کا منکر کافر ہو جاتا ہے اور کسی عقیدہ کا منکر صرف گمراہ و بدمذہب ہوتا ہے جب کہ کسی کا منکر فاسق ہی تک محدود رہتا ہے یا پھر فاسق بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا عقیدے کے ان تینوں مرتبوں کے درمیان فرق ملحوظ رکھنا نہایت ہی ضروری ہے تا کہ کسی صالح کو فاسق، فاسق کو گمراہ، گمراہ کو کافر اور کافر کو مسلمان قرار دے کر ایک نا قابل معافی جرم کا ارتکاب نہ کر لیا جائے فرق مراتب کا لحاظ نہ رکھنے ہی کی وجہ سے ہمارے بہت سے مقدس و پاکباز حضرات مثلا امام شافعی امام بخاری امام نسائی علامہ سعد الدین تفتازانی رضی اللہ تعالی عنہم کی شان رفیع میں نازیبا کلمات استعمال کیے گئے کسی کو شیعہ کسی کو معتزلی تو کسی کو کافر تک کہا گیا ہماری اسلامی تاریخ کا یہ بھی ایک سیاہ ترین باب ہے۔

دور حاضر میں بھی فرق مراتب کا لحاظ نہ رکھنے کے مظاہرے کچھ کم نہیں ہو رہے ہیں بلکہ آئے دن اس کے بڑے ہی بھیانک نتائج سامنے آ رہے ہیں ہماری بے احتیاطی کا حال تو یہ ہو گیا ہے کہ جہاں کہیں کسی سنی کو کسی دیوبندی سے ملتے ہی دیکھ لیا یا کسی جید عالم دین نے دلائل کی بنا پر فروعی عقائد یا احکام میں کسی دوسرے فقیہ یا جمہور علماء سے

اختلاف رائے کر لیا بس دیوبندی ہونے گمراہ ہونے یا بہک جانے کا فتوی لگا دیا اور کسی کو بھی صلح کلی کہہ دینا تو ایک عام سی بات بنتی جا رہی ہے اور حیرت بالائے حیرت تو یہ ہے کہ اس طرح کی جرأت ہر کس و نا کس کرتا ہے ایسے حالات کے پیش نظر بڑی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ عام فہم انداز میں ایک ایسی کتاب تالیف کی جائے جس میں تقریبا تمام مشہور عقائد کو ان کی حدود اور درجہ بندیوں کے ساتھ جمع کر دیا جائے اگرچہ فتاوی رضویہ شریف اور دیگر کتب عقائد میں حدود عقائد کے متعلق بھی صراحتا یا اشارتا تفصیلی کلام موجود ہے لیکن وہ کتابیں چوں کہ خالص علمی اور تحقیقی ابحاث پر مبنی ہیں اس لیے عام لوگوں اور نو آموز علما کے فہم کی رسائی سے دور ہونے کی وجہ سے وہ ضرورت اپنی جگہ مسلم تھی۔

مکرمی جناب مولانا شبیر احمد راج محلی صاحب قبلہ جو ہم نوجوان علمائے راج محل میں ایک فعال اور بہت ہی متحرک عالم دین ہیں وہ بے شمار مبارک بادیوں کے مستحق ہیں کہ انہوں نے وہ بابرکت خدمت انجام دینے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے یعنی ان کی تالیف کردہ کتاب ''معارف عقائد'' کے نام سے بہت ہی جلد منصۂ شہود پر آنے والی ہے میں نے اس کتاب کو تقریبا بالاستیعاب مطالعہ کیا کتاب کیا ہے اسلامی عقائد پر قرآن و حدیث کے دلائل کا انبار ہے عبارات علمائے اہل سنت (خصوصا سیدی سرکار امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ) سے مزین ایک حسین گلدستہ ہے بلا شبہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسلامی لائبریریوں کی زینت بنے اور عوام اہل سنت طلبہ کرام اور خصوصا نو آموز علما حضرات اس کو ہاتھوں ہاتھ لیں۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو عوام و خواص میں شرف قبولیت سے سرفراز کرے اور مولف و جملہ معاونین کو سعادات دارین سے ہمکنار فرمائے۔ ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد۔

احقر عکاس علی نعیمی رضوی
خادم جامعۃ المدینہ ڈھاکہ بنگلہ دیش
27 صفر 1445ھ مطابق 14 ستمبر 2023ء

عقیدہ کی اہمیت

قارئین حضرات! عقیدہ ہی وہ اصل بنیاد ہے جس پر تمام مذہبی اعمال اور روحانی احوال کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔

صاحب منجد لکھتے ہیں:

العقیدہ جس پر پختہ یقین کیا جائے جس کو انسان دین بنائے اور اس پر اعتقاد رکھے۔ (المنجد مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ص668)

اور جس عمارت کی بنیاد ہی باطل، فاسد اور کمزور ہو تو اس پر تعمیر ہونے والی عمارت کا کیا اعتبار ہوگا؟۔ اس لیے تمام مذہبی اعمال اور روحانی احوال کے لیے عقیدے کا درست ہونا نہایت ضروری ہے۔ عقیدہ مذہب کے لیے روح اور جان کی منزل پر ہے اور باقی تمام افعال و اعمال انسانی جسم اور اعضاء کی مانند ہیں۔ عقیدہ جڑ اور تنے کی مانند اور اعمال وافعال شاخوں کی مانند ہے۔ تو جس درخت کی جڑ ہی خشک ہو اسی کی شاخیں کیسے سرسبز رہ سکتی ہیں اور اس پر پھل کیسے لگ سکتا ہے؟ بظاہر انسان جتنا نمازی، حاجی، سخی یا پرہیزگار ہو جب تک اس کا عقیدہ درست نہ ہوگا مذکورہ اعمال اس کو کوئی فائدہ نہ دیں گے کیوں کہ جب جڑ ہی خشک ہے تو شاخیں کیسے ہری بھری ہو سکتی ہیں۔

عجیب دور ہے کہ نماز، روزہ اور دیگر اعمال صالح کی تبلیغ تو بہت کی جاتی ہے لیکن عقیدے کی بات کرنے والے کو فرقہ پرست کہا جاتا ہے حالاں کہ قرآن مجید میں ایک بار نہیں بار بار: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ﴾ [البقرۃ: 277]۔ فرما کر عقیدہ کو پہلے اعمال کو بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

یاد رکھیں کہ: پنج گانہ نماز کے ساتھ تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین کی نمازیں پڑھیں اور سو سال تک پڑھتے رہیں لیکن اس وقت تک عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے جب تک کہ ایمان وعقیدہ درست نہیں کرلیں گے۔

کیا اس طرح کے اعمال منافقین کے پاس کم تھے؟ مگر اس کے باوجود قرآن

حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿إِنَّ ٱلۡمُنَٰفِقِينَ فِي ٱلدَّرۡكِ ٱلۡأَسۡفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيرًا﴾ [النساء: 145]

یعنی: منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

مکان اگر انتہائی خوبصورت سنگ مرمر اور دیگر لوازمات سے مزین ہو لیکن اس کی بنیاد ہی مضبوط نہ ہو تو کسی وقت بھی زمین پر آگرے گا۔ بنیاد اگرچہ نظر نہیں آتی لیکن مکان کی مضبوطی کا مدار اس کے بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔

اسی طرح اگرچہ عقیدہ نظر نہیں آتا مگر اعمال صالحہ کے محل کا انحصار عقیدے پر ہی ہوتا ہے۔ عقیدہ درست نہ ہونے کی وجہ سے تمام اعمال اور اقوال باطل ہو جاتے ہیں یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَمَن يَكۡفُرۡ بِالۡإِيمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الۡآخِرَةِ مِنَ الۡخَاسِرِينَ (سورۃ المائدۃ آیت ٥)

ترجمہ: اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے۔ (کنز الایمان)

اسی طرح ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدۡ أُوحِيَ إِلَيۡكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبۡلِكَ لَئِنۡ أَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ (سورۃ الزمر آیت ٦٥)

ترجمہ: اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔ (کنز الایمان)

اسی طرح ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ اَعۡمَالُہُمۡ کَرَمَادِ ﹸاشۡتَدَّتۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ یَوۡمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقۡدِرُوۡنَ مِمَّا کَسَبُوۡا عَلٰی شَیۡءٍ (سورۃ الابراھیم آیت ۱۸)

اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں (ایسے ہیں) جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا۔

اس مفہوم کی بہت زیادہ آیات قرآن مجید میں موجود ہیں جن سے صاف واضح ہے کہ عقیدہ غلط تو نیک عمل بھی قابل قبول نہیں۔ ہاں! عقیدہ اچھا تو عمل بھی قبول ہے۔

اسی طرح یہ جان لیں کہ عبداللہ بن جدعان جو کہ قریش کا سردار اور نہایت سخی انسان تھا خاندان کے لحاظ سے عبداللہ بن جدعان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد کا چچازاد بھائی تھا ان کے نیک کام جو انہوں نے زمانہ جاہلیت میں کیے تھے ان کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب ارشاد فرمایا ملاحظہ کریں!

چناں چہ "مسلم شریف" میں ہے:

عَنۡ عَائِشَۃَ قُلۡتُ: یَا رَسُوۡلَ اللہِ، ابۡنُ جُدۡعَانَ کَانَ فِی الۡجَاھِلِیَّۃِ یَصِلُ الرَّحِمَ، وَیُطۡعِمُ الۡمِسۡکِیۡنَ، فَھَلۡ ذَاكَ نَافِعُهُ؟ قَالَ: "لَا یَنۡفَعُهُ، إِنَّهُ لَمۡ یَقُلۡ یَوۡمًا: رَبِّ اغۡفِرۡلِی خَطِیۡئَتِی یَوۡمَ الدِّیۡنِ"

(مسلم شریف، ج۱، ص۱۹۶، حدیث نمبر ۳٦٥ (۲۱٤) کتاب الایمان، بَابُ الدَّلِیلِ عَلَی أَنَّ مَنۡ مَاتَ عَلَی الۡكُفۡرِ لَا یَنۡفَعُهُ عَمَلٌ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ بن جدعان دور جاہلیت میں تھے (اور انہوں نے زمانہ جاہلیت میں نیکی کے کام کیے تھے جیسا کہ) وہ رشتے ناطے نبھانے والے، غرباء ومساکین کو کھلانے والے تھے، تو کیا اس کو اس کے اعمال کا کوئی فائدہ حاصل ہوگا؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا یَنۡفَعُهُ لَمۡ یَقُلۡ یَوۡمًا: رَبِّ اغۡفِرۡ لِی خَطِیۡئَتِی

یَوۡمَ الدِّیۡنِ" "نہیں، کیوں کہ اس نے کسی بھی دن یہ نہیں کہا کہ: اے میرے رب! قیامت کے روز میرے گناہ کو بخش دینا"

یعنی: انہوں نے عمل نیک کیے مگر عمل کا جس عقیدہ پر مدار تھا وہ اس میں نہیں پایا گیا۔ معلوم ہوا کہ عقیدہ عمل کی بنیاد اور اساس ہے۔

اسی سبب تمام مسلمانوں کو عقائد کا علم حاصل کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ اس لیے "اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن (ٹٹوالہ، کلیان، تھانے، مہاراشٹر) کی ٹیم نے محسوس کیا کہ ضروری عقائد پر مشتمل آسان لب ولہجہ میں ایک کتاب لکھی جائے تا کہ لوگ عقائد کی معلومات آسانی کے ساتھ حاصل کر سکیں۔ جس کے نتیجے میں یہ کتاب آپ حضرات کے سامنے موجود ہے مطالعہ کیجیے اور "اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن" کی پوری ٹیم خصوصاً بندۂ ناچیز راقم الحروف ومعاون حضرت مولانا جامی حسین جامعی صاحب قبلہ وحافظ وقاری دلشاد رضا صاحب قبلہ وجناب فاروق رضا قادری صاحب وجناب فہیم انصاری صاحب اور جناب سجاد بھائی صاحب کو خاص دعاؤں میں یاد رکھیے!

طالب دعا: مولانا شبیر احمد راج محلی

اسکالر: اعلیحضرت فاونڈیشن، ٹٹوالہ، کلیان، تھانے، مہاراشٹر

عقائد سے متعلق چند اکابرین اہل سنت و جماعت کی عبارتیں!

قارئین حضرات! عقائد سے متعلق اولاً چند اکابرین اہل سنت و جماعت کی عبارتیں ملاحظہ فرمالیں اور اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ عقائد کی شناخت اور اس کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ نے عقائد سے متعلق ضروری معلومات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فائدہ جلیلہ: مانی ہوئی باتیں چار ۴ قسم'' کی'' ہوتی ہیں۔

(۱) ضروریاتِ دین: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کوراہ۔ اوران کا منکر یاان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت و جماعت: ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوعِ شبہہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳) ثابتات محکمہ: ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل اور التفاتِ خاص کے ناقابل بنادے۔ اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم و جمہور علماء کا سندِ وافی، فانّ ید اللّٰہ علی الجماعۃ (اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ ت) ان کا منکر وضوحِ امر کے بعد خاطی و آثم خطا کار و گناہگار قرار پاتا ہے، نہ بددین و گمراہ نہ کافر و خارج از اسلام۔

(۴) ظنّیات محتملہ: ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنّی بھی کافی، جس نے جانبِ خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو، ان کے منکر کو صرف مخطی و قصوروار کہا جائے گا نہ گنہگار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرقِ مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکّار فیلسوف

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۹، ص ۳۸۴، رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والأصحاب ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اب ایک عبارت اور ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ نے ضروریات دین کی تعریف اور اس کی کچھ مثالیں کس طرح پیش فرمائی ہے لکھتے ہیں:

عقیدہ تاسعہ ۹__ ضروریاتِ دین۔

نصوصِ قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیاتِ فرقانیہ) واحادیثِ مشہورہ متواترہ (شہرت اور تواتر سے مؤیّد) واجماعِ امت مرحومہ مبارکہ (کہ یہ قصرِ شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات و تاویلات سے پاک، ان میں سے ہر دلیل قطعی، یقینی واجب الاذعان والثبوت، ان) سے جو کچھ در بارہ الوہیت (ذات وصفاتِ باری تعالیٰ) ورسالت (ونبوت انبیاء و مرسلین وحی رب العلمین) (وکتب سماوی، و ملائکہ وجن وبعث وحشر ونشر و قیامِ قیامت، قضاء وقدر) وما کان وما یکون (جملہ ضروریاتِ دین) ثابت (اوران دلائل قطعیہ سے مدلل ان براہین واضحہ سے مبرہن) سب حق ہیں اور ہم سب پر ایمان لائے --------۔ یاد رکھنا چاہیے کہ وحی الٰہی کا نزول، کتبِ آسمانی کی تنزیل، جن و ملائکہ، قیامت وبعث، حشر ونشر حساب وکتاب، ثواب وعذاب اور جنت ودوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدر اسلام سے اب تک چودہ سو ۱۴۰۰ سال کے کافہ مسلمین و مومنین دوسرے ضروریاتِ دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آرہے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔ جو شخص ان چیزوں کو توحق کہے اوران لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنیٰ گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنت ودوزخ وحشر ونشر وثواب وعذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے۔ یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا۔ اور عذاب، اپنے برے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ

روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں وہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

یونہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی اُمتوں کے سامنے جو کلام، کلامِ الٰہی بتا کر پیش کیا وہ ہرگز کلامِ الٰہی نہ تھا بلکہ وہ سب انہیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انہیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انہیں کے دِلوں پر نازل ہوگئے۔

یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھو اور زنجیریں ہیں اور نہ وہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے، نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے، یہ سب کفرِ قطعی ہے۔

یونہی یہ سمجھنا کہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں، نہ حوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانیت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے، یہ بھی قطعاً یقینا کفر ہے۔ یونہی یہ کہنا کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ ان کا موجود ہونا ممکن ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، نباتات کی فزونی بس انہیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے، یہ بھی بالقطع والیقین کفر ہے۔ یونہی جن و شیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۹، ص ۳۸۱ تا ۳۸۳، رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل و المصطفیٰ والآل والأصحاب، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور ''رسالہ رماح القہار علی کفر الکفار، تمہید، خالص الاعتقاد'' میں ہے:

مسلمانو! مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

ایک ضروریاتِ دین: اُن کا منکر بلکہ اُن میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوم ضروریاتِ عقائدِ اہلِ سنت، ان کا منکر بدمذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوم وہ مسائل کہ علمائے اہلِ سنت میں مختلف فیہ ہوں اُن میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔

(بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۹ ص ۴۱۴، رسالہ رماح القھار علی کفر الکفار، تمھید، خالص الاعتقاد، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہ "فتاویٰ حامدیہ" میں عقائد سے متعلق لکھتے ہیں:

مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔

اول: ۔ضروریاتِ دین جن کا منکر کافر ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کو گنجائش نہ تاویل کو راہ۔

دوم: ۔ضروریات مذہب اہلِ سنت و جماعت جن کا منکر گمراہ بدمذہب ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔

سوم: ۔ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی و آثم قرار پاتا ہے ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل کردے یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم و جمہور علماء سند وافی فان ید اللہ علی جماعۃ یعنی بے شک جماعت پر اللہ کا دست قدرت ہے)۔

چہارم: ۔ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے ان کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لیے گنجائش بھی رکھی ہو۔

ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے جاہل بیوقوف ہے یا مکار فیلسوف۔

(فتاویٰ حامدیہ، ص ۱۳۴، ناشر زاویہ پبلشرز دربار مارکیٹ لاہور)

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی امروہوی علیہ الرحمہ عقائد کے اقسام و احکام اور دلائل سے متعلق اہم نکات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بعض لوگ کم علمی اور ناواقفیت کی وجہ سے ہر مسئلہ شرعیہ پر نصوص قطعیہ اور قرآن و حدیث سے دلائل صریحہ طلب کرتے ہیں، اور کہہ دیا کرتے ہیں کہ مطلقاً باب عقائد میں بجز نص قطعی قرآن و حدیث کی صریح عبارت کے کوئی چیز قابل قبول نہیں، حالاں کہ ان کا یہ کہنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، یاد رکھیے! قطعی دلیل اور قرآن و حدیث کی صریح قطعی عبارتیں صرف ان عقائد کے لیے ضروری ہیں جو قطعی ہوں اور جن پر مدار ایمان ہو، اور باقی رہے عقائد ظنیہ تو ان کے لیے ظنی دلیلیں پیش کی جائیں گی۔۔۔۔

۔شرع عقائد نسفی میں "تفضیل رسل" پر کلام کرتے ہوئے شارح علامہ فرماتے ہیں: ولا خفاء فی ان ھذہ المسئلۃ ظنیۃ یکتفیٰ فیھا بالادلۃ الظنیۃ،، اس امر میں کوئی خفاء نہیں کہ یہ مسئلہ ظنی ہے، جس پر ظنی دلائل پر اکتفا کرلیا جاتا ہے۔(شرح عقائد نسفی ص۱۲۶)

۔اسی طرح" نبراس" شرح" شرح عقائد، میں ص ۲٤ پر عقائد کی دو قسمیں قطعی اور ظنی بیان فرمائیں، اور اسی مضمون کو واضح فرمایا، نیز اسی نبراس شرح عقائد کی شرح میں ص ۵۹۸ پر منقولہ بالا عبارت کے تحت بہت تفصیل سے فرمایا:

حاصل الجواب ان المسائل اعتقادیۃ قسمان احدھا مایکون المطلوب فیہ الیقین کوحد الواجب و صدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ثانیھا مایکتفی فیھا بالظن کھذہ المسئلۃ والاکتفاء بالدلیل الظنی انما لایجوز فی الأول بخلاف الثانی،الخ"

ترجمہ: شارح کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ مسائل اعتقادیہ کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس میں یقین مطلوب ہو، جیسے واجب تعالیٰ کی وحدت، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق، دوسری وہ جس میں ظن پر اکتفا کرلیا جائے جیسے (تفضیل رسل کا)

یہی مسئلہ، دلیل ظنی پر جن مسائل پر اکتفا ناجائز ہے وہ صرف پہلی قسم کے مسائل ہیں، جن میں یقین مطلوب ہوتا ہے، بخلاف دوسری قسم کے جس میں صرف ظن مطلوب ہو، ان میں دلیل ظنی پر بلاشبہ اکتفا جائز ہے، احکام کا بھی یہی حال ہے کہ حکم جتنا قوی ہوگا اس کی دلیل بھی اتنی قوی ہوگی۔

عقائد و احکام کے بعد فضائل و مناقب کی طرف آیئے تو اس میں بھی تنزل اختیار کرنا پڑے گا، یعنی ضعیف حدیثیں بھی اس باب میں معتبر ہوگی، جیسا کہ محدثین نے جابجا اس کی تصریح فرمائی ہے، اور ائمہ فقہا نے فضائل اعمال میں ضعیف ترین احادیث کو معمول بہا قرار دیا ہے، دیکھیے مسح رقبہ (وضوء میں گردن پر مسح کرنے) کی حدیث ایسی ضعیف شدید ہے کہ بعض محدثین نے اسے موضوع تک کہہ دیا، لیکن ائمہ اور فقہاء نے اسے بھی معمول بہ مانا اور آج تک اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔

فضائل و مناقب میں ضعاف کا معتبر ہونا متفق علیہ ہے، علامہ ابن حجر، ملا علی قاری، شاہ عبد الحق دہلوی وغیرھم علما کی تصریحات خصوصاً محدثین وفقہائے احناف نے صاف صاف ارقام فرمایا ہے، جس سے کوئی اہل علم بے خبر نہیں، دیکھیے افضل القریٰ، مقدمہ مشکوٰۃ، موضوعات کبیر، قفو الاثر، بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ حدیث کا مضمون قوی حدیث کے مضمون سے موئد ہو، لازماً اس حدیث ضعیف کو فضائل ومناقب میں قابل احتجاج سمجھا جائے گا۔

عقائد واعمال سے متعلق ہمارے بے شمار ایسے مسائل ہیں جنہیں ہم جزم ویقین کے مرتبہ میں شمار نہیں کرتے۔ بلکہ محض فضیلت ومنقبت کے درجہ میں مانتے ہیں، حتیٰ کہ اگر کوئی نیک دل طالب حق محض دلیل نہ ملنے کی وجہ سے ہمارے اس (قسم کے) مسئلہ کو تسلیم نہ کرے، تو ہم اسے بدعقیدہ نہیں کہتے، نہ اس کے حق میں برا بھلا کہنا جائز سمجھتے ہیں، بشرطیکہ اس کا انکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور بغض وکینہ کی وجہ سے نہ ہو۔

رہا یہ امر کہ اس نیک نیتی اور بغض وعداوت کا امتیاز کیسے ہوگا، تو میں عرض کروں گا کہ یہ امتیاز اس طرح ہوگا کہ جس نے نہ خود کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور نہ کبھی توہین رسول کرنے والوں کو جان بوجھ کر اچھا مانا، نہ اس کے قول وفعل نہ حال سے اس کی بدعقیدگی ثابت ہوئی، تو ایسے شخص کے متعلق سمجھا جائے گا کہ یہ شخص نیک دل ہے اور اس کا انکار محض اس وجہ سے ہے کہ ہمارے مسئلہ کی کوئی دلیل اس نے نہیں پائی، یا اس کی سمجھ میں (ہماری دلیل) نہیں آئی، اور جن لوگوں نے شان رسالت میں گستاخیاں کیں یا گستاخوں کی گستاخی پر مطلع ہوکر انہیں اچھا جانا اور انہیں اپنا مقتدا مانا، یا ان کے کسی قول وفعل یا حال سے بارگاہ نبوت میں بداعتقادی ظاہر ہوئی، تو ایسے لوگ جب کسی فضیلت ومنقبت کا انکار کریں گے تو ان کی بداعتقادی اور گستاخی اور گستاخ نوازی اس امر کی روشن دلیل ہوگی کہ ان کا یہ انکار معاذ اللہ محض عداوت اور بغض رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے، پہلا انکار تو اتنی زیادہ اہمیت نہیں رکھتا لیکن دوسرا یقیناً خوفناک ہے کہ جس کے تصور سے قلب مومن لرز اٹھتا ہے۔

الحاصل۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہ ہونے کا (نظریہ و عقیدہ) بھی باب فضائل ومناقب سے ہے، جس پر کفر ایمان کا مدار نہیں، لیکن منکرین کے دل کا بغض وعناد اس بات سے خوب ظاہر ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فضیلت ثابتہ کی نفی کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ حتیٰ کہ بزعم خود تین حدیثیں معاذ اللہ! جسم اقدس کا تاریک سایہ ثابت کرنے کے لیے تلاش بسیار کے بعد نکال لیں، جن سے (جسم اطہر کے سایہ کو ثابت کرنے) کا استدلال آج تک کسی کے ذہن میں نہ آیا تھا۔ فضائل وکمالات نبوت کو مٹانے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کونسا شرم ناک اقدام ہوسکتا ہے۔

(مسئلہ ظل نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تحقیقی نظر اور دلائل نفی واثبات کا جائزہ، ص ۸ تا ۱۰، از علامہ سید احمد سعید کاظمی امروہوی علیہ الرحمہ)

بحر العلوم حضرت علامہ عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ عقائد سے متعلق ضروری معلومات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسلام کے سارے احکام کی دو قسم ہے۔ (۱) ایک جس کا تعلق ماننے سے ہے عمل سے نہیں، (۲) اور ایک جس کا تعلق عمل اور کام سے ہے، یعنی مذہب اسلام میں کچھ باتیں کرنے کی ہیں اور کچھ باتیں ماننے کی ہیں، ماننے والے حصہ کو عقیدہ کہا جاتا ہے، اور کرنے والے حصہ کو عمل (کہا جاتا ہے) پھر ان (دونوں) میں بھی دو قسمیں ہیں، عمل کی پہلی قسم فرائض (ہے) جس کا ثبوت دلیل قطعی کا طالب ہے، دوسری قسم غیر فرض کہ اس کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت نہیں، دلیل ظنی سے بھی اس کا ثبوت ہوسکتا ہے، اسی طرح عقائد کی بھی دو قسمیں ہیں، (ایک ایسا) عقیدہ جس کے ثبوت کے لیے قطعی ثبوت چاہیے، (دوسرا ایسا عقیدہ جس کا تعلق) فضیلت (سے ہو) جس کا ثبوت دلیل ظنی سے بھی ہوسکتا ہے، مسئلہ حاضر وناظر کا تعلق آخر الذکر قسم (عقیدہ فضیلت) سے ہے، اس لیے وہ آیتیں بھی اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کافی ہیں جو آپ کے احتمال پیدا کرنے کے بعد ظنی الثبوت ہوجاتے ہیں۔

(الشاہد، ص ٤٤، از بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ، بعنوان الشاہد کا پس منظر، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف، اشاعت ۲۰۱۳ء)

مزید آگے ایک جگہ لکھتے ہیں:

فضائل کی قطعیت اور ظنیت (یعنی وہ عقیدہ جو باب فضائل سے ہو اس میں بھی قطعی اور ظنی) یہ دو قسمیں (ہیں)-----

پھر عقائد کی تقسیم پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

(واقعہ) معراج ہی میں یہ تقسیم بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ علامہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں تحریر فرماتے ہیں: (ترجمہ) اسرا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مکہ سے بیت المقدس تک لے جانے کا نام ہے، قرآن سے (صراحت کے ساتھ) ثابت ہے، اس لیے اس کا منکر کافر ہے۔ اور وہاں (بیت المقدس) سے آسمان پر جانا جس کو معراج کہتے ہیں اس کا ثبوت مشہور حدیثوں سے ہے۔ اس کا منکر بدعتی، فاسق، رسوا ہے، اور دیگر جزئیات اور عجیب و

غریب حالات (کے مشاہدے) کا ثبوت ایسی خبروں سے ہے کہ اس کا منکر جاہل و محروم ہے، (مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۷۰)۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

اس (عبارت) سے معلوم ہوا کہ ایک ہی واقعہ معراج میں جو حضور کے فضائل میں بڑے بلند مرتبے پر ہے، کچھ کا منکر کافر، کیوں کہ اس کا ثبوت نص قرآنی اور دلیل قطعی سے ہے، اور کچھ کا ثبوت چوں کہ اتنا قطعی نہیں، اس لیے اس کا منکر (بدعتی فاسق) محروم اور جاہل وغیرہ ہے کافر نہیں، لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ چوں کہ اقرار معراج باب عقائد سے ہے اس لیے اس کا ثبوت دلیل ظنی یا اخبار احاد سے نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

اسی طرح "مسئلہ حاضر و ناظر" بھی جو فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک فضیلت ہے، اس کے ثبوت کے لیے دلیل ظنی کافی ہے، دلیل قطعی کی قطعاً ضرورت نہیں (کیوں کہ یہ مسئلہ ظنی ہے نا کہ قطعی)۔۔۔حقیقت یہ ہے کہ جو چیز دلیل قطعی سے ثابت ہے، اگر (اس کا تعلق) اعمال سے ہے تو فرض بن جاتی ہے۔اور اقراریات سے ہے تو ایسا عقیدہ بن جاتی ہے جس کا منکر کافر ہے۔

(الشاہد، ص ۵۱ تا ۵۲)

حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے عقیدہ حاضر و ناظر پر بحث کرتے ہوئے عقائد سے متعلق بہت اہم معلومات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ حاضر و ناظر بولا جاتا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی بشریت مطہرہ اور جسم خاص ہر جگہ ہر شخص کے سامنے موجود ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام رفیع پر فائز ہونے کے باوجود تمام کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے بیک وقت متعدد مقامات پر "جلوا" فرما ہو

سکتے ہیں اور اولیائے کرام بیداری میں آپ کے جمال اقدس کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں نظر رحمت اور عنایت سے مسرور و محظوظ فرماتے ہیں، گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا سرکار کے حاضر ہونے کے معنیٰ ہیں اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضور کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ عقیدہ ظنیہ اور از قبیل فضائل ہے، اس کے لیے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ دلائل ظنیہ بھی مقید و مقصد ہیں۔

(مسئلہ حاضر و ناظر، ص ۱۷ تا ۱۹، از علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ، ناشر صفہ فاؤنڈیشن،)

شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ "نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری" میں عقائد کے متعلق اہم معلومات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اصطلاح شریعت میں تمام ضروریات دین کو دل سے سچ ماننے اور زبان سے ان کی سچائی کے اقرار کرنے کو ایمان کہتے ہیں یہ تصدیق و اقرار تحقیقاً ہو خواہ تقلیداً (عینی)۔۔۔

پھر لکھتے ہیں: ضروریات دین: ایمان کی تعریف میں جو ضروریات دین کا لفظ آیا ہے اس سے مراد وہ دینی باتیں ہیں جن کا دین سے ہونا ایسی قطعی یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرہ برابر شبہ نہ ہو اور ان کا دینی بات ہونا ہر عام و خاص کو معلوم ہو، خواص سے مراد علما ہیں اور عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو عالم نہیں مگر علما کی صحبت میں رہتے ہوں۔اسی بنا پر وہ دینی باتیں جن کا دینی بات ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں تو وہ ضروریات دین سے نہیں مثلاً عذاب قبر اعمال کا وزن یونہی وہ باتیں جن کا ثبوت قطعی ہے مگر ان کا دین سے ہونا عوام و خواص سب کو معلوم نہیں تو وہ بھی ضروریات دین سے نہیں جیسے صلبی بیٹیوں کے ساتھ اگر پوتی ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا۔

پھر لکھتے ہیں: جن دینی باتوں کا ثبوت قطعی ہو اور وہ ضروریات دین سے نہ ہوں ان کا منکر اگر اس کے ثبوت کے قطعی ہونے کو جانتا ہو تو کافر ہے اور اگر نہ جانتا ہو تو

اسے بتایا جائے بتانے پر اگر حق مانے تو مسلمان اور بتانے کے بعد بھی اگر انکار کرے تو کافر (شامی ج ۳، ص ۳۰۹) وہ باتیں جن کا دین سے ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں ان کا منکر کافر نہیں اگر یہ باتیں ضروریات مذہب اہل سنت سے ہوں تو گمراہ اور اگر اس سے بھی نہ ہوں تو خاطی۔

ضروریات مذہب اہل سنت: مذہب اہل سنت کی ضروریات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا مذہب اہل سنت سے ہونا سب عوام وخواص اہل سنت کو معلوم ہو جیسے یہی عذاب قبر، اعمال کا وزن۔

(نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۱، کتاب ال ایمان، ص ۲۳۶، تا ۲۳۹، ناشر دائرۃ البرکات گھوسی ضلع مئو یو پی انڈیا)

محدث وقت حضرت علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم سایہ سے متعلق بحث کرتے ہوئے عقائد سے متعلق بہت اہم معلومات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس کے لیے تاریک سایہ ثابت نہیں ہے، کیوں کہ حضور علیہ السلام نور ہیں، اور نور کا سایہ نہیں ہوتا، اور نورانیت کا ثبوت یا سایہ کی نفی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) بشریت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے، کیوں کہ سایہ بشریت مطلقہ کے لوازم میں سے نہیں ہے، بلکہ بشریت کثیفہ کے لوازم میں سے ہے، اور نبی علیہ السلام کی بشریت کثافت سے منزہ ہو کر اس درجہ لطافت میں تھی کہ تاریک سایہ کا موجب نہ ہوتی تھی۔

نیز یہ عقیدہ ظنی ہے، اور ظنیات کے باب میں، دلائل ظنیہ کافی ہوتے ہیں۔

(توضیح البیان، ص ۲۱۶، ناشر حامد اینڈ کمپنی لاہور)

مزید ایک جگہ لکھتے ہیں:

کسی ضعیف روایت کو عقیدہ قطعیہ کے اثبات میں تو بے شک پیش نہیں کیا جا سکتا، لیکن ظنی عقیدہ میں ظنی دلائل کافی ہوتے ہیں۔

(توضیح البیان، ص ۲۲۰، ناشر حامد اینڈ کمپنی لاہور)

اسی طرح حضرت علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ اپنی دوسری تحریر میں عقائد سے متعلق ضروری معلومات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

متکلمین نے بیان کیا ہے کہ عقائد کی دو قسمیں ہیں، عقائد قطعیہ اور عقائد ظنیہ۔

پھر علامہ سعیدی علیہ الرحمہ نے عقائد قطعیہ میں مندرجہ ذیل عقائد کو شمار کرتے ہوئے لکھا:

عقائد قطعیہ:

اللہ عزوجل کی ذات کو وجوب وجود، استحقاق عبادت اور استقلال بالصفات میں واحد بلاشریک ماننا، اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے حسن وکمال کو واجب اور نقص اور عیب مثلاً کذب اور جہل کو محال ماننا، یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، وہ کسی فعل پر جواب دہ نہیں، اس کا نیکوکاروں کو ثواب عطا فرمانا محض اس کا فضل ہے، اور عذاب دینا اس کا عدل ہے، تمام فرشتوں، کتابوں، انبیا و رسل پر ایمان لانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا، قیامت، حشر ونشر اور جزا وسزا پر ایمان رکھنا، مرتکب کبیرہ گناہ کو مسلمان اور قابل عفو سمجھنا، انبیاء اور ملائکہ معصوم ہیں، ان کے سوا کسی کی عصمت ثابت نہیں، وغیرہ۔

پھر اس کے بعد علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ عقائد ظنیہ میں مندرجہ ذیل عقائد درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عقائد ظنیہ:

انبیاء کی ملائکہ پر فضیلت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء سے افضل ہونا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے تمام اعمال پر گواہ ہونا (جس کو حاضر وناظر سے تعبیر کیا جاتا ہے) حضور پر نور کا اطلاق کرنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرعی اور تکوینی امور کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مفوض کیا جانا (یعنی جس کو مختار کل کے عقیدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، از شبیر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو" ماکان و

ما یکون) کا عالم جاننا، حوائج اور مشکلات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کو جائز سمجھنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا اور آخرت میں شفاعت کو جائز سمجھنا، ۔۔۔۔۔خلفائے راشدین کی خلافت علی الترتیب کو حق اور فضیلت کا معیار سمجھنا، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرنا، ان کے توسل سے دعا مانگنا، ایصال ثواب کی مختلف صورتیں مثلاً سوئم، چہارم، چالیسواں، عرس وغیرہ، بطور استحباب کرنا، حضور کا ذکر بعنوان میلاد شریف بطور استحسان کرنا، پنج وقتہ نمازوں اور جمعہ کے بعد استحباباً صلواۃ وسلام پڑھنا، وغیرہا من الأعمال الفرعیه۔

(مقالات سعیدی، ص ۲۴۱، تا ۲۴۲، از علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ، ناشر، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، اشاعت ۲۰۱٤)

جانشین حضور محدث اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی مدظلہ العالی ایک جگہ مسئلہ حاضر و ناظر سے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب یہ جان لینا ضروری ہے کہ عقیدہ حاضر و ناظر باب فضائل سے متعلق ہے، جہاں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے، لہٰذا کوئی مخالف کسی حدیث کو ضعیف کہہ کر عقیدہ حاضر و ناظر سے دامن نہیں بچا سکتا، **یہ اصولی بات ہے اس کا ذہن میں رہنا بہت ضروری ہے،** یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ عقیدہ حاضر و ناظر کا باب عقائد میں وہ درجہ نہیں جو عقیدہ صوم وصلواۃ کا ہے، کہ اس کا منکر کافر ہو جائے، **اور نہ وہ حیثیت ہے جو عقیدہ تفضیل الشیخین کی ہے کہ اس کا نہ ماننے والا گمراہ کہلائے،** البتہ اس (عقیدہ حاضر و ناظر) کو مشرکانہ عقیدہ کہنا ضرور گمراہی اور دین و دیانت کو خیر باد کہنا ہے۔

(مسلہ حاضر و ناظر در جواب حاضر ناظر ص ٦٧، بعنوان خاتمہ، ناشر محدث اعظم اکیڈمی کچھوچھہ شریف، اشاعت اول ۱۹٦٥ء دوم ۱۹٦٦)

مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ العالی عقیدہ حاضر و ناظر پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

روحانی اس معنی کے اعتبار سے اہل سنت و جماعت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کہتے ہیں، ہاں! یہ عقیدہ بنیادی نہیں کہ اس کے انکار پر کسی کی تکفیر کی جائے۔

(تحقیق وتعاقب، ص ۲۰۷، از علامہ مطیع الرحمٰن، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف)

اور عقیدہ مختار کل پر بحث کرتے ہوئے علامہ مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ العالی ایک جگہ لکھتے ہیں:

مختار کل سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دے دیا ہے کہ آپ کائنات میں جس طرح اور جیسے چاہیں تصرف فرمائیں۔ یہ عقیدہ بھی بنیادی نہیں کہ تسلیم نہ کرنے پر تکفیر کی جاتی ہو۔

(تحقیق وتعاقب، ص ۲۱۹، از علامہ مطیع الرحمٰن، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف)

پڑوسی ملک کے اہل سنت و جماعت کے مشہور و معروف عالم دین شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں حضرت علامہ غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی مدظلہ العالی عقائد سے متعلق ضروری اور اہم معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عقیدہ کی تعریف:

عقیدہ کا لفظ عقد سے بنا ہے۔ عقد کا لفظی معنی ہے بندھن اور گرہ۔ مضبوط چیز کو گرہ یا عقد کہتے ہیں۔ وہ نظریہ جو مضبوط ہو اور جس پر وثوق (اعتبار) ہو اسے عقیدہ کہتے ہیں۔

(القواعد فی العقائد ص ۳، از شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی، پاکستان)

پھر ایک جگہ ہیڈنگ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسلامی عقائد کی اقسام۔

۱۔ضرویات اسلام: یہ ایسے عقائد ہیں جو قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہوں اور ان دلائل کی اپنے مفہوم میں دلالت قطعی اور واضح ہو۔ ان دلائل کے قطعی الثبوت ہونے کی وجہ سے ان میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی اور قطعی الدلالت ہونے کی وجہ سے ان میں تاویل نہیں چلائی جا سکتی۔ ایسے عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ کا منکر بھی کافر ہوتا ہے۔

مثلاً: اللہ تعالیٰ کو واجب الوجود ماننا، اس کے وجوب وجود، استحقاق عبادت اور مستقبل

صفات میں کسی کو شریک نہ ماننا، اسے بے عیب سمجھنا، فرشتوں کو ماننا، آسمانی کتابوں کو ماننا، انبیاء و رسل کو ماننا، قیامت کو ماننا، تقدیر کو ماننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا،۔۔۔(گناہ) کبائر کو قابل معافی سمجھنا، قرآن کو حق سمجھنا اور اس کے ایک ایک لفظ کو تسلیم کرنا،۔۔۔معراج (النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق سمجھنا، شفاعت کا جواز ماننا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رویت کا عقیدہ رکھنا، ختم نبوت کے بعد کسی کو مامور من اللہ نہ سمجھنا، انبیاء (علیہم السلام) اور ملائکہ (فرشتوں) کو معصوم سمجھنا، سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر بہتان کو غلط سمجھنا، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، اور جہاد کو (حق) ماننا،

(القواعد فی العقائد ص ۳،)

۲۔ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت: یہ ایسے عقائد ہیں جن کا ثبوت ضرویات اسلام کے دلائل کی طرح قطعی ہو لیکن اس کے دلائل کی دلالت قطعی نہ ہو بلکہ اس میں تاویل کا احتمال موجود ہو، یا اگر ثبوت ظنی ہو تو دلالت قطعی ہو۔

جیسے: ائمہ اربعہ کا اجماع۔لہٰذا اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا، البتہ ایسا شخص اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے۔مثلاً خلفائے اربعہ علیہم الرضوان کی خلافت، شیخین (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) کو (تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے) افضل سمجھنا، ختنین (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ) سے محبت کرنا، موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا، تمام صحابہ و اہل بیت علیہم الرضوان کا ادب (کرنا)، اجماع امت کی حجیت (دلیل بنائے جانے) کو تسلیم کرنا، ہمشیہ جماعت کا ساتھ دینا اور شذوذ سے بچنا۔

((القواعد فی العقائد ص ۳)

۳۔ثابتات محکمہ: یہ ایسے عقائد ہیں جو ظنی دلائل سے ثابت ہوں۔(لیکن) یہ دلائل اس قدر وزنی ہوتے ہیں کہ جانب مخالف کو پچھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔جیسے: صحیح خبر واحد (یعنی وہ صحیح حدیث جو متواتر نہ ہو) اور قول جمہور۔ان کا خلاف بھی کوئی معمولی آفت نہیں، اللہ کا ہاتھ (دست قدرت) جماعت پر ہے، یداللہ علی الجماعۃ.

مثلاً: گستاخ رسول کی توبہ کا عدم قبول، انبیاء کی فرشتوں پر افضلیت، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم پر افضلیت۔

((القواعد فی العقائد ص ٤)

٤۔ظنیات محتملہ: یہ نظریات (عقائد) ایسی ظنی دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جو محض راجح ہو اور جانب خلاف کے لیے گنجائش بھی موجود ہو۔

مثلاً محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم ما کان و ما یکون سمجھنا، حاضر و ناظر سمجھنا، مختار کل سمجھنا، آپ (علیہ السلام) کی نورانیت حسی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کا جواز، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونا، علماء و شہداء کے شفیع بننے کا عقیدہ، مزرات کی زیارت اور توسل، بخاری شریف کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھنا۔

((القواعد فی العقائد ص ٤)

بعض ایسے کام ہیں جن کا تعلق عقیدے سے نہیں بلکہ عمل سے ہے اور عصر حاضر میں اختلافی ہونے کی وجہ سے انہیں عقائد کے ساتھ نتھی (منسلک) کر دیا جاتا ہے، مثلاً: ایصال ثواب کے لیے دن مقرر کرنا، میلاد شریف منانا، کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا، محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر انگوٹھے چومنا، جنازہ کے بعد دعا مانگنا، ایصال ثواب کی مختلف صورتیں مثلاً چالیسواں عرس وغیرہ۔یہ سب باتیں مستحب ہیں، ان کا کرنا ثواب ہے، لیکن ان کے ترک سے گناہ لازم نہیں آتا۔

(القواعد فی العقائد ص ٤)

مذکورہ بالا اکابرین اہل سنت و جماعت کی عبارات کو بار بار مطالعہ کرنے سے عقائد کی اجمالی اقسام نیز تفصیلی اقسام اور ان کے احکامات کا بھی علم بخوبی حاصل ہو جائے گا۔اگر سمجھ آ گیا تو الحمدللہ ورنہ ایک بار اور گہرائی سے مطالعہ کیجیے اس کے بعد آگے اب اصل کتاب ملاحظہ فرمائیے!اگر تکرار ملے تو پریشان نہیں ہونا ہے بلکہ اس سے آپ ہی کا فائدہ ہے۔

طالب دعا:۔شبیر احمد راج محلی۔

اسکالر: اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن مہاراشٹر۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عقائد اسلام کی قسمیں

عقائد اسلام کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اصول عقائد (۲) فروع عقائد۔

پھر اصول عقائد کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) ضروریات دین (۲) ضروریات اہل سنت۔

ضروریات دین کی تعریف:

ضروریات دین ایسے عقائد واعمال کو کہتے ہیں جو قرآن کریم، احادیث متواتر، یا اجماع امت سے قطعی طور پر ثابت ہوں اور جو نصوص ان عقائد واعمال کو ثابت کرنے کے لیے لائے گئے ہوں وہ اپنے معنی ومراد کو صاف اور واضح کرتے ہوں اور وہ عقائد واعمال مسلمانوں کے درمیان اس قدر مشہور ومعروف ہوں کہ خواص اور وہ عوام جو علماء اور دین سے تعلق رکھتے ہیں سب کو معلوم ہوں، تو ایسے عقائد واعمال کو ضروریات دین کہتے ہیں۔

ضروریات دین کی مثالیں:

جیسے: اللہ ایک ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں، نماز، روزہ، حج وغیرہ کا کار ثواب ہونا اور جھوٹ، شراب نوشی وغیرہ، کا گناہ ہونا۔

مذکورہ مفہوم کا ثبوت مندرجہ ذیل عبارتوں سے خوب واضح ہوتا ہے۔ چناں چہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اول ضروریات دین اس کا ثبوت قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی، قطعیات الدلالات اور واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کو راہ"

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۲۹، ص۳۸٤، رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل المصطفیٰ والآل والاصحاب، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور صدر الشریعہ حضرت علامہ ومولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ضروریات دین وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہوں جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیاء کی نبوت، جنت ونار، حشر ونشر وغیرہ"

(بہار شریعت، حصہ اول، ص۱۷٤، ایمان وکفر کا بیان، ناشر المکتبۃ المدینہ کراچی)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ عوام اور خواص کے درمیان مشہور ومعروف ہوجانے والے وہی امور ضروریات دین ہیں جن کی دلی تصدیق اور زبانی اقرار سے انسان مسلمان ہوتا ہے اور جن کی تکذیب وانکار توہین واستخفاف سے کافر قرار دیا جاتا ہے۔

ذیل میں وہ عقائد جو ضروریات دین سے ہیں ان کی کچھ مثالیں دی جارہی ہیں ملاحظہ فرمائیں!

ضروریات دین کی مزید مثالیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کا واجب الوجود ہونا۔ (۲) تنہا اسی کا مستحق عبادت ہونا۔ (۳) اس کا قدیم ہونا، کسی کا محتاج نہ ہونا۔ (٤) ہر کمال وخوبی کا جامع ہونا مثلاً حی ہونا۔ (٥) خالق ہونا۔ (٦) رازق ہونا۔ (۷) محی ہونا۔ (۸) ممیت ہونا۔ (۹) علیم ہونا (۱۰) قدیر ہونا۔ (۱۱) مرید ہونا۔ (۱۲) متکلم ہونا۔ (۱۳) بصیر ہونا۔ (۱٤) سمیع ہونا۔ وغیرہ (۱٥) جھوٹ، دغا، مکر وفریب، خیانت، ظلم، جہل، اور عاجزی وغیرہ تمام عیبوں سے پاک ہونا۔ (۱٦) اسی کی تخلیق سے عالم کا وجود میں آنا۔ (۱۷) عالم کا جمیع اجزاء کے ساتھ حادث ہونا۔ (۱۸) انبیاے کرام کا نبی ہونا۔ (۱۹) ان کا امور تبلیغیہ میں تقیہ سہو ونسیان سے پاک ہونا۔ (۲۰) ان کی تعظیم کا فرض ہونا (۲۱) بعض غیوب پر مطلع ہونا۔ (۲۲) وحی کا انہی کے ساتھ خاص ہونا (۲۳) حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا۔ (۲٤) ان کا تمام مخلوق حتیٰ کہ آدم وخلیل علیہما السلام اور ملک الموت علیہ السلام وشیطان مردود سے بھی بڑا عالم

ہونا(۲۵) آسمانی کتابوں کا برحق ہونا۔(۲۶) قرآن پاک کی ایک ایک آیت کا محفوظ ہونا(۲۷) فرشتوں کا موجود ومعصوم ہونا ان کی تعظیم کا فرض ہونا۔(۲۸) جنوں کا موجود ہونا(۲۹) موت کا برحق ہونا۔(۳۰) روح کا تناسخ کے طور پر دوسرے کے بدن میں داخل نہ ہونا۔(۳۱) قیامت کا برحق ہونا(۳۲) حشر روح وجسم دونوں کے ساتھ ہونا(۳۳) اعمال کا حساب ہونا۔(۳۴) جنت وجہنم کا برحق ہونا۔(۳۵) قتل نبی علیہ السلام وتوہین نبی یا کعبہ یا مصحف کا حرام ہونا۔(۳۶) نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا فرض ہونا۔(۳۷) سود، شراب، جوا، جھوٹ، غیبت، چغلی، زنا، چوری، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت وظلم کا حرام ہونا۔(۳۸) کافر قطعی کو کافر اور مسلمانوں کو مسلمان جاننا۔

یہ سب اوران جیسے دوسرے فرض وحرام جو کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو اوران کا امور دین سے ہونا عوام خواص سب کو معلوم ہو تو ضروریات دین سے ہے۔

ضروریات دین کے منکر کا حکم:

اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہوجائے گا اگر چہ وہ لاکھ کلمہ پڑھے یا ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھے کیوں کہ وہ شرعی طور پر اہل قبلہ ہے ہی نہیں۔ کیوں کہ اصطلاح شریعت میں اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہوں لیکن وہ لوگ جو ضروریات دین کے منکر ہوں مثلاً شراب وزنا اور دیگر محرمات قطعیہ کو حلال جانیں یا ضروریات دین میں تاویل کریں یا پھر ضروریات دین کے ثابت شدہ مفہوم ومعنی میں ایجاد سے کام لیں تو ایسے لوگ ہرگز ہرگز اہل قبلہ نہیں ہیں۔

اور فقہائے اسلام نے جو یہ فرمایا کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اہل قبلہ کی گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر تکفیر نہ کیجائے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اہل قبلہ اگر ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کردیں تو بھی ان کو کافر نہ کہا

جائے۔ چناں چہ ان امور کی تصریح وتوضیح خود ائمہ دین وفقہاے کرام نے فرمائی ہے چند اقوال آئمہ پیش کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں!

شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس میں ہے:

اهل القبلة في اصطلاح المتكلمين من يصدق بضروريات الدين۔

یعنی: اہل قبلہ متکلمین کی اصطلاح میں وہ شخص ہے جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کرے۔

(النبراس ص ۵۷۲، بحوالہ ماہنامہ پاسبان الہ آباد ج ۱۳، شمارہ ۱۰ ماہ ستمبر ۱۹۶۳ء ص ۱۶)

"فتاوی شامی" میں ہے:

لَا خِلَافَ فِي كُفْرِ الْمُخَالِفِ فِي ضَرُورِيَّاتِ الْإِسْلَامِ....... وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ۔

(فتاوی شامی، ج ۱، ص ۵۶۱، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، الناشر دار الفکر بیروت)

یعنی: جو شخص ضروریات اسلام کا مخالف ہو اس کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں اگر چہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو۔

اور حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

" مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے جو ضروریاتِ دین سے ہے، اگر چہ باقی باتوں کا اقرار کرتا ہو، اگر چہ وہ یہ کہے کہ صرف زبان سے انکار ہے دل میں انکار نہیں"

(بہار شریعت، حصہ اول ص، ۱۷۵، بیان ایمان وکفر، بحوالہ شامی، ج، ۳، ص، ۳۹۱، ناشر المکتبۃ المدینہ کراچی)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ اہل قبلہ وہ نہیں ہیں جو صرف کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں بلکہ اہل قبلہ وہ ہیں جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہوں اور انھیں تسلیم کرتے ہوں اور دین کی کسی بھی ضروری بات کے منکر نہ ہوں۔

اور فقہاے کرام نے جو فرمایا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ اگر وہ کفر وشرک کے علاوہ کسی گناہ میں ملوث ہو جائیں مثلاً شراب

پئیں، زنا کریں، تو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے ان کی تکفیر جائز نہ ہوگی۔ جیسا کہ خوارج ومعتزلہ مرتکب کبیرہ کی تکفیر کرتے ہیں۔

لیکن اگر اہل قبلہ جو نماز بھی پڑھیں اور تمام عمر عبادات وطاعات میں گزاریں اوراس کے باوجود ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کردیں تو اب ان کی تکفیر کی جائے گی۔

اب یہاں بہتر اور مناسب سمجھتا ہوں کہ "فقیر شبیر احمد راج محلی" کا ترتیب شدہ ایک مضمون بنام ''معارف ضروریات دین'' نقل کردیا جائے تاکہ پھر سے ضروریات دین اور اس کے احکام نیز قطعیات محضہ غیر ضروریہ کی شناخت بھی حاصل ہوجائے تو ملاحظہ فرمائیں!

معارف ضروریات دین

ازقلم:۔شبیر احمد راج محلی۔

ضروریات دین: جو امور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ تواتر اس درجہ شہرت و بداہت کے ساتھ ثابت ہوں کہ ہر خاص و عام اس سے باخبر ہوں ان امور کو فقہا اور متکلمین کی اصطلاح میں ضروریات دین سے موسوم کیا جاتا ہے۔

"ردالمحتار" میں ہے:

وَصَرَّحَ أَیْضًا بِأَنَّ مَا کَانَ مِنْ ضَرُورِیَّاتِ الدِّینِ وَهُوَ مَا یَعْرِفُ الْخَوَاصُّ وَالْعَوَامُّ أَنَّهُ مِنَ الدِّینِ کَوُجُوبِ اعْتِقَادِ التَّوْحِیدِ وَالرِّسَالَةِ وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَأَخَوَاتِهَا یَکْفُرُ مُنْکِرُهُ.

[ابن عابدین، الدرالمختار وحاشیۃ ابن عابدین (ردالمحتار)، ج۲، ص٥، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، الناشر دارالفکر بیروت]

یعنی: ضروریات دین وہ امور ہیں (جن کو ان کی شہرت کی وجہ سے) خواص و عوام سبھی دین کی ضروری باتیں سمجھتے ہیں جیسے: توحید ورسالت، پانچ نمازیں اور اسی کے مثل اور باتیں جن کا منکر کافر ہوتا ہے۔

"الفتاوی الحدیثۃ" میں ہے:

ثُمَّ الْمَعْلُومِ بِالضَّرُورَةِ من الشَّرْعِ قِسْمَانِ: أَحدهمَا: مَا یعرفهُ الْخَاصَّة والعامة. وَالثَّانِي: مَا قد یخفى علی بعض الْعَوام، وَلَا یُنَافِي هَذَا قَوْلنَا إِنَّه مَعْلُوم بِالضَّرُورَةِ لِأَن الْمُرَاد مَنْ مارس الشَّرِیعَة عَلِم مِنْهَا مَا یحصل بِهِ الْعلم الضروری بذلك، وَهَذَا یحصل لبَعض النَّاس دون بعض بِحَسب الممارسة وَکَثْرَتهَا أَو قلتهَا أَو عدمهَا. فالقسم الأول من أنکرهُ من الْعَوام والخواص فقد کفر، لِأَنَّهُ کالمکذّب للنَّبِي صلی الله عَلَیْهِ وَسلم فِي خَبره.

(الفتاوی الحدیثیۃ لابن حجر الھیتمی، ص١٤٤، الناشر دارالفکر بیروت)

یعنی: پھر ضروریات دین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جسے ہر خاص و عام جانتا ہو (عام جو کہ مخالط الخواص ہو) اور دوسری قسم وہ ہے جو کبھی بعض عوام پر مخفی رہتی ہے لیکن اس کے باوجود اسے معلوم بالضرورۃ کہا جائے گا، کیوں کہ معلوم بالضرورۃ سے وہ مسائل مراد ہیں جن کا ماہرین شریعت کو علم ضروری حاصل ہو اور یہ قلت اور کثرت مہارت کی وجہ سے بعض کو معلوم ہوتا ہے اور بعض اس سے بے خبر رہتے ہیں۔ قسم اول کا انکار عوام وخواص میں سے جو شخص بھی کرے گا وہ کافر قرار پائے گا۔ اس لیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے۔

اسی "الفتاوی الحدیثیۃ" میں ہے:

وَالْقسم الثَّانِي من أنکرهُ من الْعَوام الَّذین لم یحصل عِنْدهم من ممارسة الشَّرْع مَا یحصل بِهِ الْعلم الضَّرُورِيّ لم یکفر وَإِن کَانَت کَثْرَة الممارسة توجب لِلْعُلَمَاء الْعلم الضَّرُورِيّ بِهِ.

(الفتاوی الحدیثیۃ لابن حجر الھیتمی، ص١٤٤، الناشر دارالفکر بیروت)

اور قسم ثانی کا انکار اگر عوام میں سے وہ لوگ کریں جنہیں شریعت میں مہارت تامہ حاصل نہیں جن کی وجہ سے انہیں علم ضروری حاصل ہو جائے تو وہ کافر نہیں ہوں

گے اگر چہ کثرت مہارت علماء کے لیے اس کے علم ضروری کو واجب کرتی ہے۔

نیز اسی "الفتاوی الحدیثیۃ" میں ہے:

إِلَّا إِذا ذكر لَهُ أهل الْعلم أَنه من الدّين، وَأَنه قَطْعِيٌّ، فتمادى فِيمَا هُوَ عَلَيْهِ عناداً فيكفُر لظُهُور التَّكْذِيب مِنْهُ حينئذٍ،

(الفتاوی الحدیثیۃ لابن حجر الھیتمی، ص ۱۴۱، الناشر دار الفکر بیروت)

لیکن جب اہل علم (قسم ثانی) کے منکر کو یہ بتا دیں کہ یہ مسئلہ دین سے ہے اور قطعی ہے اس کے باوجود منکر اپنی بات پر عناداً اڑا رہے تو اب اس کی بھی تکفیر کی جائے گی۔ کیوں کہ (معلوم ہو جانے کے بعد انکار سے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا ظہور ہو گیا۔

ضروریات دین کی دو قسمیں ہیں:

مندرجہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ ضروریات دین کی دو قسمیں ہیں:

قسم اول وہ ہے جس کا دینی ضروری ہونا خواص کو معلوم ہوتا ہے اور ان عوام کو بھی معلوم ہوتا ہے جو علما سے ربط وضبط رکھتے ہیں تو قسم اول کا انکار خواہ عوام کریں خواہ خواص بہر حال یہ کفر قطعی ہے، اور دوسری قسم وہ ہے کہ جس کا ضروری دینی ہونا بعض عوام پر مخفی ہوتا ہے تو اگر عوام میں سے کوئی انکار کر دے تو اسے کافر قرار نہیں دیں گے لیکن جب علماء اس کو بتا دیں کہ یہ مسئلہ بھی ضروری وقطعی ہے اور اس پر بھی وہ از راہ عناد انکار پر اڑا رہے تو اب اس کی تکفیر کی جائے گی۔

الغرض! ضروریات دین اصطلاح شریعت میں انھیں امور کو کہا جاتا ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہوں اور عام طور پر مسلمان ان امور کو جانتے ہوں۔ اسلام وایمان کے لیے ان امور کو تسلیم کرنا لازم وضروری ہے اور ان کا انکار کفر ہے۔

فائدہ: ضروریات دین پر ایمان کے لیے ان کی پوری تفصیل کا معلوم ہونا

ضروری نہیں نفس ایمان کے لیے اجمالی تصدیق بھی کافی ہے۔

کفر وارتداد کا معیار کیا ہے!

واضح ہو کہ کفر وارتداد اس صورت میں عائد ہوتا ہے جب کہ حکم قطعی "بدیہی" سے انکار کر دے۔ مثلاً یہ کہے کہ نماز فرض نہیں ہے۔ جنت کا کوئی وجود ہی نہیں ہے یا کوئی شخص پانچ وقت کی نماز کا تو شدت سے پابند ہے مگر فرض واجب نہیں مانتا تو یہ بھی کفر ہے اور دوسرا شخص جو غفلت کی وجہ سے نماز تو نہیں پڑھتا مگر نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ مسلمان ہے اگر چہ فاسق وفاجر اور سخت گناہ گار ہے۔

دوم یہ کہ ثبوت کے اعتبار سے احکام اسلامیہ کی مختلف قسمیں ہیں، تمام اقسام کا حکم ایک نہیں ہے تو کفر وارتداد صرف ان احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہوں۔

قطعی الثبوت کے معنی:

قطعی الثبوت کے معنی: کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کے روایت کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک ہر زمانہ ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے اسی کو اصطلاح حدیث میں تواتر اور ایسی احادیث کو احادیث متواترہ کہتے ہیں۔

قطعی الدلالت کے معنی:

قطعی الدلالت کے معنی: ہونے کا مطلب ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے یا حدیث متواتر سے ثابت ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہوں اس میں کسی قسم کا الجھاؤ اور ابہام نہ ہو۔

پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر عوام وخواص میں مشہور ومعروف ہوں جیسے نماز،

روزہ، حج، زکوۃ کا فرض ہونا۔ جوا، شراب اور زنا کا گناہ ہونا، حضور علیہ السلام کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریات دین سے موسوم کرتے ہیں اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں۔

ضروریات دین اور قطعیات کے حکم میں کیا فرق ہے!

ضروریات دین اور قطعیات کے حکم میں فرق یہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے۔ ناواقفیت و جہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی۔

اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچے تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر کوئی آدمی بوجہ ناواقفیت و جہالت کے انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر و ارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام سے ہے۔ اس کا انکار کفر ہے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب حکم کفر دیا جائے گا۔

"ردالمحتار" میں ہے:

وَأَمَّا مَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ الضَّرُورَةِ كَاسْتِحْقَاقِ بِنْتِ الِابْنِ السُّدُسَ مَعَ الْبِنْتِ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ، فَظَاهِرُ كَلَامِ الْحَنَفِيَّةِ الْإِكْفَارُ بِجَحْدِهِ فَإِنَّهُمْ لَمْ يَشْرِطُوا سِوَى الْقَطْعِ فِي الثُّبُوتِ وَيَجِبُ حَمْلُهُ عَلَى مَا إذْ عَلِمَ الْمُنْكِرُ ثُبُوتَهُ قَطْعًا

[ابن عابدین، الدرالمختار و حاشیۃ ابن عابدین (ردالمحتار)، ج ٤، ص ٢٢٣، کتاب الجهاد، باب المرتد، الناشر دار الفکر بیروت]

یعنی: جو حکم قطعی الثبوت تو ہو مگر ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو جیسے (میراث) میں اگر پوتی اور حقیقی بیٹی جمع ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اجماع امت سے ثابت ہے تو ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم کیا جائے کیونکہ انھوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی۔ تو واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام

کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ جب منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کفر ارتداد کی ایک قسم تو تبدیل مذہب ہے اسی طرح دوسری قسم یہ ہے کہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام میں سے کسی چیز کا انکار کر دیا جائے یا ضروریات دین میں کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے ان کے معروف فی الشرع معانی کے خلاف معنی پیدا ہو جائے اور غرض معروف بدل جائے۔

بنابریں اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی تاویل یا تحریف کرے جو اس کے اجماعی معانی کے خلاف ہوں تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہیں کیا جائے گا۔

ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں:

واضح ہو کہ تاویل وہاں معتبر ہے جہاں کوئی اشتباہ ہو اور قواعد عربیت اور قواعد شریعت میں اس کی گنجائش ہو، یعنی وہ تاویل کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو اور جو حکم شرعی ایسی دلیل سے ثابت ہو جو کہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو اس میں تاویل معتبر نہیں ہے بلکہ ایسے امور میں تاویل کفر ہے۔

مثلاً: کوئی عین نصف النہار کے وقت جب کہ ابر و غبار بھی نہ ہو اور دھوپ نکل رہی ہو اور یہ کہے کہ اس وقت دن نہیں ہے بلکہ رات ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آسمان پر کوئی بجلی کود (بجلی چمک) رہی ہو اور یہ روشنی اسی کی ہو جسے لوگ دھوپ سمجھ رہے ہیں تو کیا کوئی عاقل اس تاویل کو تاویل کہے گا؟ بالکل نہیں۔ بلکہ یہ ہی کہا جائے گا کہ یہ محسوس اور مشاہدہ کا انکار کر رہا ہے۔ لہٰذا ضروریات دین میں ایسی تاویل معتبر نہیں ہوگی کیونکہ اگر اس طرح کی تاویلیں معتبر مان لی جائیں تو پھر دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا بلکہ منکرین توحید و رسالت اور دہریہ تک کافر نہ ہوں گے آخر وہ بھی تو کسی تاویل اور دلیل کی وجہ سے توحید و رسالت کے منکر ہیں! فافہم!

فتویٰ تکفیر میں احتیاط بہت ضروری ہے:

خوب یاد رکھیے کہ تکفیر میں کبھی عجلت نہیں کرنی چاہیے اور اس سلسلے میں کامل غور و فکر سے کام لینا چاہیے اور جب تک کسی کا کفر واقعی طور پر ثابت نہ ہو جائے تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ معاملہ بڑا سخت ہے اور فتوی تکفیر سے پوری ملت اسلامیہ متاثر ہوتی ہے۔ **تاہم!** جب کسی امر کا کفر ہونا واقعی ثابت ہو جائے ایسی صورت میں تکفیر نہ کرنا یا تاویلات فاسدہ سے کام لینا یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ کسی کا کافر کو مسلمان کہہ دینا یا کسی کلمہ کفر کو اسلام قرار دے دینا محض ایک لفظی سخاوت نہیں ہے بلکہ ملت اسلامیہ پر ظلم عظیم ہے کیونکہ اس کے نتائج وعواقب ملت اسلامیہ کے کے لئے بڑے عظیم خطرات کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں اور کفر و اسلام ایک بے معنی سی حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

(ماخوذ از: ماہنامہ پاسبان الہ آباد ج ۱۳، شمارہ نمبر ۱۰، ماہ ستمبر ۱۹۶۳ء، ص ۹ تا ۱۵،)

طالب دعا: شبیر احمد راج محلی۔

۱۵ / جون ۲۰۲۳ء بروز جمعرات

ضروریات اہل سنت

ضروریات اہل سنت کی تعریف:

ضروریات اہل سنت وہ عقائد ہیں جو ان آیات مؤولہ سے ثابت ہوں جن کے مرادی معنیٰ میں اہل سنت متفق ہوں یا احادیث مشہورہ سے ثابت ہوں۔ اور وہ عقائد مسلمانوں کے درمیان اس قدر مشہور و معروف ہوں کہ خواص اور وہ عوام جو علماء اور دین سے تعلق رکھتے ہیں سب کو ان کا عقائد کا ضروریات اہل سنت سے ہونا معلوم ہو۔

ضروریات اہل سنت کے منکر کا حکم:

ضروریات اہل سنت کا منکر کافر نہیں ہوتا ہے بلکہ مسلمان ہی رہتا ہے لیکن اہل سنت و جماعت سے نکل کر گمراہ اور بدمذہب ہو جاتا ہے۔

ضروری تنبیہ:

مطلب واضح ہے کہ جب وہ سنی نہیں رہتا تو مسلک اعلیٰ حضرت کے دائرے سے بھی خارج ہو جاتا ہے کیوں کہ مسلک اعلیٰ حضرت دور حاضر میں مسلک اہل سنت و جماعت ہی کی دوسری تعبیر کا نام ہے اور سنیت ضروریات دین کے ساتھ ضروریات اہل سنت کو تسلیم کرنے کا نام ہے تو مسلک اعلیٰ حضرت بھی ضروریات دین کے ساتھ ضروریات اہل سنت کی تسلیم سے موسوم اور اسی میں منحصر ہوگا۔

ضروریات اہل سنت کی کچھ مثالیں:

ذیل میں عقائد ضروریات اہل سنت کی کچھ مثالیں پیش کی جا رہی ہے ملاحظہ فرمائیں!

(۱) صفات الٰہی کا مخلوق یا حادث نہ ہونا۔ (۲) انسان کا بالکل مجبور یا بالکل مختار نہ ہونا (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفاعت بالوجاہت، شفاعت با

المحبت، شفاعت بالاذن ہر قسم کی شفاعت کا ثابت ہونا(٤) اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ میں سے بہت سے جزئیات کا علم دینا(٥) اولیاے کرام کو بھی بواسطہ انبیائے کرام کچھ علوم غیوب کا ملنا(٦) موت کا معنیٰ روح کا جسم سے جدا ہونا نہ کہ روح کا فنا ہوجانا(٧) عذاب اور تنعیم قبر کا برحق ہونا(٨) اماموں کا انبیائے کرام کی طرح معصوم نہ ہونا(٩) حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا۔(١٠) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت ہونا(١١) کسی بھی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت کا نہ ہونا(١٢) حضرات حسنین کریمین کا شہید ہونا(١٣) شریعت اور طریقت کا ایک ہونا(١٤) کرامت اولیاے کرام کا برحق ہونا(١٥) حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ان چاروں سے باہر نہ ہونا(١٦) محصن زانی کا رجم کیا جانا(١٧) مسح علی الخفین کا جائز ہونا۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے وہ امور جو اہل سنت و جماعت کے نزدیک متفق علیہ ہوں ضروریات اہل سنت ہیں اس کا منکر گمراہ مسلمان ہے کافر نہیں۔

فروع عقائد

فروع عقائد کی تعریف:

فروع عقائد وہ ہیں جو نص قطعی، اجماع امت اور احادیث مشہورہ سے ثابت نہ ہوں بلکہ اخبار آحاد یا ان آیات مؤولہ سے ثابت ہوں جن کے مرادی معنی میں اہل سنت و جماعت مختلف ہوں۔

فروع عقائد کے منکر کا حکم:

عقائد فروعیہ کا منکر نہ کافر ہے نہ گمراہ۔

فروع عقائد کی مثالیں:

(١) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں خدائے پاک کو دیکھنے کا مسئلہ(٢) حسن و قبح عقلی کا مسئلہ(٣) مشرکین کے بچوں کے دخول جنت و دخول جہنم کا مسئلہ(٤) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت، روح اور تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ چیزوں کا علم دئے جانے کا مسئلہ(٥) وفات یافتہ بزرگان دین سے استمداد کا مسئلہ(٦) چہارم، چالیسواں، عرس واذان قبر اور ان جیسے دوسرے مراسم و معمولات اہل سنت کے اعتقاد کا مسئلہ(٧) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا مسئلہ وغیرہ۔

ان فروع عقائد کا اگر کوئی شخص انکار کرے تو نہ وہ کافر ہوتا ہے نہ گمراہ بلکہ وہ سنی مسلمان رہتا ہے۔ تاہم! اگر کسی تاویل کے بغیر ہی نہ مانے تو وہ فاسق ہے اور کسی تاویل کا سہارا لے کر نہ مانے تو فاسق بھی نہیں۔

جیسا کی تفسیرات احمدیہ میں ہے:

یعنی" مسجد اقصیٰ تک معراج قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے اور آسمان دنیا تک حدیث مشہور سے ثابت ہے اور آسمانوں سے اوپر تک اخبار آحاد سے ثابت ہے تو پہلے کا منکر قطعی کافر ہے اور ثانی کا منکر بددین گمراہ ہے اور تیسرے کا منکر فاسق ہے۔"

(تفسیرات احمدیہ، ص ٣٨٧)

اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''ہاں! بالفرض اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابیت و وہابیہ سے جدا ہو وہابیہ کو گمراہ و بددین، دیوبندیہ کو کفار مرتدین جانتا مانتا ہو صرف قیام و عرس میں کلام رکھتا ہو تو محض اس وجہ پر اسے سنیت وحنفیت سے خارج نہ کہا جائے گا۔ **مگر آج کل یہ فرض از قبیل فرض باطل ہے، آج وہ کون ہے کہ ان میں کلام کرے اور ہو سنی۔**

(فتاوی رضویہ مترجم، ج ٢٩ ص ٢٩٢، مسئلہ نمبر ٩٢، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے منکر کا حکم بیان کرتے ہوئے

حضور علامہ مولانا مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ماننے کا عقیدہ صرف باب فضائل ہی تک محدود ہے اس کے منکر کی نہ تکفیر جائز نہ تفسیق ،لیکن اس زمانے میں یہ مسئلہ اہل سنت و جماعت کا اتفاقی و اجماعی عقیدہ بن چکا ہے اور اس زمانے میں اس کا منکر اہل سنت میں سے کوئی ایک فرد نہیں ،**صرف وہابی نیچری وغیرہ بدمذہب گمراہ ایسے ہیں کہ جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہے وہی اس کا انکار کرتے ہیں**، اس لیے اس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے سے انکار بد مذہبی کا شعار ہو چکا ہے پس اب جو بھی نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے، **اس کو وہابی بدمذہب کہہ سکتے ہیں**، نہ اس لیے کہ یہ انکار بد مذہبی ہے بلکہ اس لیے کہ یہ انکار بدمذہبوں کا شعار ہے **اس زمانے میں میلاد، قیام، نیاز، فاتحہ، ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور استعانت بالاولیاء وغیرہا کی طرح سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ اعتقاد کہ آپ نور تھے یا نہیں؟ اہل سنت و جماعت اور وہابیہ کے مابین امتیازی نشان بن چکا ہے"**

(ملخصا فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۲۳۷، ۲۳۸)

حضور مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے اس جملے" **اس کو وہابی بدمذہب کہہ سکتے ہیں**" کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ واقعی وہابی ہوجاتا ہے یا اس کو اعتقادی وہابی یا مطلقاً وہابی کہہ سکتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں آپ کے کلام میں تضاد و تناقض لازم آئے گا کیونکہ آپ نے اس کے آگے پیچھے یہ دو جملے بھی تحریر کئے ہیں کہ" **اس کے منکر کی نہ تکفیر جائز نہ تفسیق**" ''**نہ اس لیے کہ یہ انکار بدمذہبی ہے**''لہٰذا آپ کے کلام کو تضاد اور مہمل ہونے سے بچانے کے لئے لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ واقعی وہابی ہوجائے گا یا اس کو اعتقادی وہابی یا مطلقاً وہابی کہہ سکتے ہیں بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ چونکہ دور حاضر میں ان شعائر اہل سنت کا انکار وہابیوں کا کام ہے اس لیے اس نے وہابیوں کا سا کام کیا پس وہ عملی وہابی ہے جیسے جھوٹا مسلم عملی منافق ہے اور بے نمازی عملی کافر اور جس طرح عملی منافق کو مطلقاً منافق اور

عملی کافر کو مطلقاً کافر کہنا جائز نہیں۔

جیسا کہ فتاوٰی فیض الرسول میں منافق کی عملی اور اعتقادی کی طرف تقسیم کے بعد مرقوم ہے:

" کسی سنی صحیح العقیدہ کو (جھوٹ وغیرہ کی وجہ سے) منافق کہنا جائز نہیں"

(فتاوٰی فیض الرسول، حصہ اول، ص ۱۴۲)

اسی طرح کسی عملی وہابی کو مطلقاً وہابی بھی کہنا جائز نہیں۔ ہاں! اگر ان شعائر کا انکار بدعت گمراہی اور بدمذہبی ہوتا تو بلاشبہ اس کو وہابی کہا جاسکتا تھا کیونکہ وہابیت سنیت کی مقابل ہے نہ کہ اس کی فرع لیکن جب بقول حضور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اس کے منکر کی نہ تکفیر جائز نہ تفسیق یعنی تکفیر و تضلیل درکنار تفسیق بھی روا نہیں تو ان شعائر اہل سنت کے منکرین کو مطلقاً وہابی کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے جب کہ وہ ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت میں سے کسی بات کا منکر نہ ہو۔اس لئے کہ ضروریات اہل سنت کے انکار ہی سے سنیت سے نکلتا ہے فروع عقائد کے انکار سے نہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ شعار و علامت پائی جانے سے علامت والے کا پایا جانا ضروری نہیں ہے ورنہ ہر جھوٹے مسلمان کا منافق ہونا اور ہر کالی چیز کا کوّا ہونا اور ہر بے نمازی شخص کا مشرک ہونا لازم آئے گا کیوں کہ جھوٹ بولنا منافق کی اور کالا ہونا کوّے کی اور بے نمازی ہونا مشرکین کی علامت ہیں اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا بھی منافق ہونا لازم آئے گا کیوں کہ انھوں نے منافق کے تینوں شعائر کا ارتکاب کیا تھا جیسا کہ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ حدیث شعائر منافق کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''منافق سے اعتقادی مراد ہیں یعنی دل کے کافر زبان کے مسلم یہ عیوب ان کی علامتیں ہیں مگر علامت کے ساتھ علامت والا پایا جانا ضروری نہیں کوّے کی علامت سیاہی ہے مگر ہر کالی چیز کوّا نہیں یعنی یہ منافقوں کے کام ہیں

مسلمان کواس سے بچنا چاہیے یہ نہیں کہ یہ جرم خود نفاق ہیں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ تینوں جرم کئے تھے مگر وہ نہ منافق ہوئے نہ کافر لھٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے:﴿وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَلَا تَكُونُواْ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾[الروم: 31]اور نماز قائم رکھواور مشرکوں سے نہ ہو،یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من ترك الصلوٰة متعمدا فقد کفر ،یعنی: بے نمازی ہونا کفر عملی ہے(کافروں کا سا کام)''

(مرأۃ المناجیح اول باب الکبائرص ۷٦٥)

یہاں اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ فروع عقائد میں اختلاف کرتے ہوئے چہارم، چالیسواں وغیرہ جائز مراسم اہل سنت کا جو منکر ہو اور ان کو حرام سمجھے ان کو کافر ہوجانا چاہیے کیوں کہ اہل سنت کا متفقہ مسئلہ ہے کہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا کفر ہے تو جواباً عرض ہے کہ اگر مطلقاً کسی بھی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنے کو کفر قرار دے دیا جائے تو شاید دنیا میں کوئی مسلمان نہیں بچے گا کیوں کہ کتنی چیزیں ہیں جو عندالشوافع جائز ہیں اور عندالاحناف حرام جیسے قرأۃ خلف الامام،اور کتنی ہی چیزیں اس کے برعکس ہیں جیسے بغیر نیت کے وضوء،تو کیا حنفیوں کے نزدیک شوافع اور شافعیوں کے نزدیک احناف سارے کے سارے نعوذ باللہ کافر ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں!ایسا خیال دل میں نہیں لائے گا مگر کم علم۔

لہٰذا اس متفقہ مسئلہ کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مطلقاً کسی بھی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا کفر ہے بلکہ وہ ایک عظیم قید کے ساتھ مشروط ہے اور وہ ہے ضروریات دین سے ہونا یا قطعی ہونا یا پھر کم سے کم اجماع صحابہ کا ہونا اس سلسلے میں امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی چند عبارات دیکھیں!

چناں چہ آپ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

" حلال کو حرام،حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیہ کے مذہب راجح میں مطلقاً کفر ہے، جب کہ ان کی حلت وحرمت قطعی ہو۔

مزید آگے:خلاصة الفتاوٰی الفصل الثانی فی الفاظ الکفر الخ.کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(ترجمہ)جس نے کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام مان لیا تو وہ کافر ہوجائے گا، یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حرام لذاتہ ہو اور اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو،اگر ثبوت خبر واحد سے ہو تو کافر نہیں ہوگا۔(ملخصًا)

(فتاویٰ رضویہ تیس جلدوں والی جلد ١٤ ،نمبرص ١٤٨ ،رسالہ نابغ النور علی سوالات جلبفور ،ناشر رضا فاونڈیشن لاہور))

معلوم ہوا کہ جو چیز قطعی دلیل سے دلالت قطعی کے ساتھ حرام ہو وہ حرام قطعی ہے اور ایسے حرام چیز کو حلال ٹھہرانے ،سمجھنے والا کافر ہوتا ہے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

حرام کو حلال وخوب سمجھنا کفر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ تیس جلدوں والی جلد ٢١ ،نمبرص ٢٧٨ ،رسالہ الرمز المرصب علی سوال مولانا السید آصف،ناشر رضا فاونڈیشن لاہور)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ حرام قطعی کو حلال سمجھنے والا کافر ہے بلکہ حرام قطعی چیز کو اچھا سمجھنے والا بھی کافر ہے۔

اب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی یہ عبارت بھی دیکھیں لکھتے ہیں:

حلال کو حرام یا حرام کو حلال جاننا جو کفر کہا گیا ہے وہ ان چیزوں میں ہے جن کا حرام یا حلال ہونا ضروریاتِ دین سے ہے یا کم از کم نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہو۔

(فتاویٰ رضویہ تیس جلدوں والی جلد ٢٩ ،نمبرص ١٠٩ ،کتاب الشتی ،ناشر رضا فاونڈیشن لاہور))

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ جن چیزوں کی حرمت نصوص قطعیہ سے قطعی طور پر ثابت ہوں ان چیزوں کی حرمت کا انکار کفر ہے۔

اب یہ بھی ملاحظہ کریں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

شرح فقہ اکبر میں ہے:فی المواقف لا یکفر اھل القبلة الا فیما فیه انکار ما علم مجیئه بالضرورة اوالمجمع علیه کاستحلال المحرمات یعنی: مواقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جاوے گا مگر جب

ضروریات دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں۔

(فتاویٰ رضویہ تیس جلدوں والی جلد نمبر ۳۰، ص ۳۳۵، رسالہ تمہید ایمان، ناشر رضا فاونڈیشن لاہور)

اور حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جس چیز کی حلت نص قطعی سے ثابت ہو اس کو حرام کہنا اور جس کی حرمت یقینی ہو اسے حلال بتانا کفر ہے جب کہ یہ حکم ضروریات دین سے ہو یا منکر اس حکم قطعی سے آگاہ ہو''

(بہار شریعت حصہ اول بیان ایمان و کفر ص ۵۳)

معلوم ہوا جو ضروریات دین میں سے کسی ایک کا منکر ہے وہ کافر، اسی طرح اجماعی باتوں کا منکر بھی کافر ہے۔

ضروری تنبیہ:

ضروری تنبیہ کے طور پر عرض ہے کہ یہاں جو اجماعی باتوں کے منکر کو کافر کہا گیا ہے اس اجماع سے مراد وہ اجماع ہے جو یقین کا فائدہ دے چناں چہ اعلیٰ حضرت اما اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ ایک جگہ تلویح کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(ترجمہ) اجماع کے مراتب ہیں، پہلا مرتبہ بمنزلہ آیت کریمہ اور خبر متواتر ہے جس کا منکر کافر ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ تیس جلدوں والی جلد ۱۴ ،نمبر ص ۲۹۰، رسالہ رد الرفضہ، ناشر رضا فاونڈیشن لاہور)

ان تمام حوالہ جات سے مسئلہ صاف ہو گیا کہ جن چیزوں کی حرمت ضرویات دین سے ہو، جن چیزوں کی حرمت نصوصِ قطعیہ سے قطعی طور پر ثابت ہو، یا جن چیزوں کی حرمت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو، ایسی چیزوں کو حلال سمجھنے والا، حلال کہنے، والا کافر ہے۔

چند عقائد ضرویات دین کی تفصیلات

اللہ ایک ہے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ ایک ہے یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے یعنی اگر کوئی شخص یہ عقیدہ نہ رکھے کہ اللہ ایک ہے تو وہ کافر ہے۔

اب ذرا اس عقیدہ توحید کی وضاحت بھی ملاحظہ کرتے چلیں: اللہ ایک ہے کیوں کہ اگر اس کائنات کے کئی پیدا کرنے والے ہوتے تو فرض کیجیے ایک خدا ارادہ کرتا کہ زید کو پیدا کیا جائے اور دوسرا خدا ارادہ کرتا کہ زید کو پیدا نہ کیا جائے تو دونوں کا ارداہ پورا ہونا محال ہے کہ زید پیدا بھی ہو اور نہ بھی ہو، کیوں کہ یہ اجتماع نقیضین ہے تو جس کا ارادہ پورا ہوگا وہی خدا ہوگا، دوسرا خدا نہیں ہوگا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایسا ضروری نہیں ہے کہ دو خدا ہونے سے اختلاف ہوگا بلکہ دونوں خدا اتفاق سے پیدا کرے تو کیا یہ ممکن نہیں؟ تو ہم کہیں گے اگر دو خدا مانا جائے اور یہ مان بھی لیا جائے کہ دونوں اتفاق سے پیدا کرتے ہیں تو ضروری ہوگا کہ ایک خدا دوسرے خدا کی موافقت کرے تو جس کی موافقت کی جائے گی وہ متبوع ہوگا اور جو موافقت کریگا وہ تابع ہوگا اور تابع خدا نہیں ہو سکتا تو پھر دو خدا نہیں ہو سکتے اور جب دو خدا نہیں ہو سکتے تو دو سے زیادہ بھی نہیں ہو سکتے۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ اللہ ایک ہی ہے۔

پھر ذرا غور کریں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا میں پیدائش اور موت، اور تغیر و تبدیل ایک نظام پر چل رہا ہے، سورج ہمیشہ ایک مخصوص جانب یعنی پورب سے نکلتا ہے اور ایک مخصوص جانب یعنی پچھّم میں ڈوبتا ہے، اسی طرح چاند اور ستارے بھی ایک نظام کے موافق نکلا اور ڈوبا کر رہے ہیں، زرعی پیداوار اور انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش ایک نظام کے تحت ہو رہی ہے، لیکن اگر کئی خدا ہوتے تو کائنات کا نظام کئی

طرح کے ہوتے، ہر خدا اپنا اپنا نظام جاری کرتا لیکن ایسا نہیں بلکہ نظام ایک ہے تو کائنات میں نظام واحد کا ہونا اس بات پر روشن دلیل ہے کہ کائنات کو چلانے والا فقط ایک ہے یعنی اللہ ایک ہے۔

اب ذرا اس طرح بھی غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعوی کیا کہ وہ اس کائنات کا واحد خالق اور مالک ہے اور اس کے ثبوت میں اللہ نے نبیوں، رسولوں کو بھیجا اور آسمانی کتابوں کو نازل کیا، اگر اس کے علاوہ بھی اس کائنات کا کوئی خالق تھا تو اس پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے نبی اور رسول بھیجتا، جو آ کر یہ بتا تا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک ہے او وہ اس کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہے، لیکن جب ایسا کوئی نبی نہیں آیا، ایسی کوئی آسمانی کتاب نہیں آئی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے واحد لاشریک ہونے کا دعویٰ سچا ہے اور ہم پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت درست نہیں ہے۔

جب اللہ واحد ہے تو مجوسیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ دو خدا ہیں، اور عیسائیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ تین خدا ہیں، اور مشرکین مکہ کا بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور مستحق عبادت ماننا بھی باطل ہو گیا۔

اب قرآن وحدیث سے دلائل ملاحظہ کریں!

قرآن مجید میں ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ (سورۃ الاخلاص آیت ۱)

تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ، (سورۃ البقرہ آیت ۱۶۳)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۃ الرعد آیت ۱۶)

تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۂ ص آیت ٦٥)

تم فرماؤ میں ڈر سنانے والا ہی ہوں اور معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ سب پر غالب۔

قرآن مجید میں ہے: سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۃ الزمر آیت ٤)

پاکی ہے اسے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب۔

قرآن مجید میں ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورۃ المؤمن آیت ١٦،)

آج کسی کی بادشاہی ہے ایک اللہ سب پر غالب کی۔

قرآن مجید میں ہے: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۃ البقرۃ ١٦٣)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

قرآن مجید میں ہے: اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۃ النساء ١٧١) اللہ تو ایک ہی خدا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۃ المائدۃ ٧٣)

اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا۔

قرآن مجید میں ہے: اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۃ الأنعام ١٩)

تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے۔

قرآن مجید میں ہے: اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۃ الکہف ١١٠)

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

قرآن مجید میں ہے: فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورۃ الحج ٣٤)

تو تمہارا معبود ایک معبود ہے۔

قرآن مجید میں ہے: اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (سورۃ الصافات ٤)

بیشک تمہارا معبود ضرور ایک ہے۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللهِ، وَابْنُ أَمَتِهِ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ، وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللهُ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ"

(بخاری شریف ج١، ص٥٧، حدیث نمبر ٤٦ (٢٨) کتاب الإیمان، باب بَابُ مَنْ لَقِيَ اللهَ بِالْإِيمَانِ وَهُوَ غَيْرُ شَاكٍّ فِيهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَحُرِّمَ عَلَى النَّارِ، الناشر طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اس بات کا قائل ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اور اس کے نبی، حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے اور کلمہ اللہ ہیں جو اس نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا تھا اور روح اللہ ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔

حدیث شریف میں ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مناسک حج ادا کرتے ہوئے جب کوہ صفا پر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ شریف نظر آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات پڑھے:

»لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ«

(سنن ابی داؤد شریف، ج٢، ص١٨٢، حدیث نمبر ١٩٠٥، کتاب المناسك، بَابُ صِفَةِ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الناشر المكتبة العصرية صيدا بيروت)

یعنی: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سلطنت اسی کی ہے، تعریف کا حقدار وہی ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا، اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی اور تمام گروہوں کو اُس اکیلے ہی نے پسپا کر دیا۔

حدیث شریف میں ہے:

مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: لَمَّا بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى نَحْوِ أَهْلِ اليَمَنِ قَالَ لَهُ: »إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ تَعَالَى، فَإِذَا عَرَفُوا ذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا صَلَّوْا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً فِي أَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ غَنِيِّهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فَقِيرِهِمْ، فَإِذَا أَقَرُّوا بِذَلِكَ فَخُذْ مِنْهُمْ، وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ«

(بخاری شریف، ج٩، ص١١٤، حدیث نمبر ٧٣٧٢، کتاب التوحید، بَابُ مَا جَاءَ فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ إِلَى تَوْحِيدِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: ابو معبد جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولیٰ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: بے شک تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے، پس سب سے پہلے تم ان کو اس کی دعوت دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو واحد مانے، پس جب وہ اس کو جان لیں تو ان کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر ان کے دن اور

رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پس جب وہ یہ نمازیں پڑھ لیں تو ان کو خبر دینا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقیروں پر لوٹا دی جائے گی، پس جب وہ اس کا اقرار کر لیں تو ان سے زکوٰۃ لے لینا اور لوگوں کے عمدہ مالوں کو لینے سے بچنا۔

ان تمام حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور یہی عقیدہ رکھنا ہر صاحب ایمان کے لیے ضروری ہے جس کا یہ عقیدہ نہیں وہ صاحب ایمان نہیں کیوں کہ یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے جس کا منکر مؤمن نہیں۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے!

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ عقیدہ بھی ضروریات دین سے ہے یعنی جو انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول نہ مانے وہ مؤمن نہیں مومن ہونے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کے ساتھ جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، صدق دل سے اس کو سچا ماننا ہر ہر امتی پر فرض عین ہے اور ہر مومن کا اس پر ایمان ہے کہ بغیر اللہ کے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے ہرگز ہرگز کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

قرآن سے دلائل: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ سَعِيۡرًا (سورۃ الفتح آیت ۱۳)

اور جو ایمان نہ لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو بیشک ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اس آیت سے بالکل واضح ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے، یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو وہ کافر ہے۔ نیز اس آیت نے نہایت وضاحت کے ساتھ یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لائیں گے وہ اگرچہ خدا کی توحید کا عمر بھر ڈنکا بجاتے رہیں مگر وہ کافر اور جہنمی ہی رہیں گے۔ اس لیے اسلام کا بنیادی کلمہ یعنی کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ہے، یعنی مسلمان ہونے کے لیے خدا کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِتُؤۡمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ۔ (سورۃ الفتح آیت ۸ تا ۹)

یعنی (اے حبیب) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

معلوم ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا مطلب ہے یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو اللہ کا رسول بھی مانے اور آخر رسول بھی مانے اس لیے کہ اگر کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم الرسول ہونے پر ایمان نہ لایا تو قطعاً ایسا شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی پر ایمان نہ لایا۔

"مجمع الانحر فی شرح ملتقی الابحر" میں ہے:

وَأَمَّا الۡإِيمَانُ بِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ - عَلَيۡهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فَيَجِبُ بِأَنَّهُ رَسُولُنَا فِي الۡحَالِ وَخَاتَمُ الۡأَنۡبِيَاءِ وَالرُّسُلِ فَإِذَا آمَنَ بِأَنَّهُ رَسُولٌ وَلَمۡ يُؤۡمِنۡ بِأَنَّهُ خَاتَمُ الۡأَنۡبِيَاءِ لَا يَكُونُ مُؤۡمِنًا۔

(مجمع الانحر فی شرح ملتقی الابحر، ج۱، ص۶۹۱، باب المرتد، الفاظ الکفر انواع، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: ہمارے مولا ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر یوں ایمان لانا فرض ہے کہ حضور اب بھی ہمارے رسول ہیں (نہ یہ کہ معاذ اللہ بعد وصال شریف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول نہ رہے یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب اور کوئی ہمارا رسول ہوگیا) اور ایمان لانا فرض ہے کہ حضور تمام انبیاء ومرسلین کے خاتم ہیں، اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے پر ایمان لایا اور خاتم الانبیاء ہونے پر ایمان نہ لایا تو مسلمان نہ ہوگا۔

اب چلتے ہیں ان دلائل کی طرف جن میں صاف طور پر ذکر ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس تعلق سے بھی کثرت کے ساتھ قرآن وحدیث میں دلائل موجود ہیں جن میں چند یہ ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ۔ (الاحزاب: آیت ٤٠)

محمد ''صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ، لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ، وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ (الاعراف آیت ١٥٨)

تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

اس آیت کے تحت "تفسیر خازن" میں ہے:

الخطاب للنبی صلی اللہ علیه وسلم أی قل یا محمد للناس إنی

رسول اللہ إلیکم جمیعا لا إلی بعضکم دون بعض ففی الآیة دلیل علی عموم رسالته إلی کافة الخلق۔

(تفسیر خازن ج٢، ص٢٥٨، سورۃ الأعراف آیت نمبر ١٥٨، الناشر دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

یعنی: یعنی اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! آپ لوگوں سے فرمادیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ عزوجل کا رسول ہوں، ایسا نہیں کہ بعض کا تو رسول ہوں اور بعض کا نہیں۔ تو یہ آیت دلیل ہے اس بات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق کے رسول ہیں۔

قرآن مجید میں ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ (آل عمران: ١٤٤)

اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معبود نہیں) صرف رسول ہیں۔

قرآن مجید میں ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ (سورۃ الفتح آیت ٢٩)

محمد اللہ کے رسول ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (سورۃ الصف آیت نمبر ٦)

اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں واضح طور پر موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي، إِنِّي قُلْتُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا، فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقْتَ۔

(بخاری شریف، ج٦، ص٥٩، حدیث نمبر ٤٦٤٠، کتاب تفسیر القرآن، بَابُ {قُلْ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ، لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، النَّبِيِّ الأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ، وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ)

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے میرے ساتھی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ جب میں نے کہا تھا کہ اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف، تو تم لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ آپ سچے ہیں۔

اس حدیث شریف سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اسی طرح کثرت کے ساتھ احادیث موجود ہیں لیکن طوالت کے خوف سے اسی ایک پر اکتفا کیا گیا۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے!

قرآن محفوظ ہے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید محفوظ ہے، اور یہ عقیدہ ضروریات دین سے جو اس منکر ہے یعنی جو شخص قرآن مجید کو محفوظ نہیں مانتا وہ مومن نہیں ہے۔

چناں چہ امام القاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مِن اسْتَخَفّ بِالْقُرْآنِ... او بشیٔ مِنْهُ...أَو جَحَدَه.........أَو كَذّب بشیٔ منه.... أَو أَثْبَت مَا نَفاه أَو نَفَى مَا أَثْبَتَه عَلَى عِلْم مِنْه بِذَلِك أَو شك فی شیٔ من ذَلِك فَهُو كَافِر عِنْد أَهْل الْعِلْم بِإجماع۔

(الشفاء بتعرف حقوق المصطفیٰ، ج۲، ص۳۰۴۔ القسم الرابع، الباب الثالث، (فصل) واعلم أن من استخف بالقرآن أو المصحف، ملخصا، الناشر دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع)

یعنی: جو شخص قرآن مجید یا اس کے کسی حرف کی گستاخی یا اس کا انکار یا اس کی کسی بات کی تکذیب یا جس بات کی قرآن نے نفی فرمائی اس کا اثبات یا جس کا اثبات فرمایا اس کی نفی کرے دانستہ یا اس میں کسی طرح کا شک لائے وہ باجماع تمام علماء کے کافر ہے۔

"فواتح الرحموت" میں ہے:

اعلم انی رأیت فی مجمع البیان تفسیر الشیعۃ انہ ذھب بعض اصحابھم الی ان القرآن العیاذ باللہ کان زائدا علی ھذا المکتوب المقروء قد ذھب بتقصیر من الصحابۃ الجامعین العیاذ باللہ لم یختر صاحب ذلك التفسیر ھذا القول فمن قال بھذا القول فھو کافر لانکارہ الضروری۔

یعنی: میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاً باللہ اُن کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔

(فواتح الرحموت بذیل المستصفیٰ مسئلہ کل مجتھد فی المسئلۃ الاجتھاد الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۳۸۸، بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۴، ص۲۶۲، رسالہ ردالرفضہ ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''یہی سبب ہے کہ ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی اور شک نہیں کہ قرآن جو بحمد اللہ تعالیٰ شرقاً غرباً قرناً فقرناً تیرہ سو برس سے آج تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود محفوظ ہے باجماع مسلمین بلاکم وکاست وہی تنزیل رب العالمین ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہنچائی اور ان کے ہاتھوں میں ان کے ایمان انکے اعتقادان کے اعمال کے لیے چھوڑی، اسی کا ہر نقص وزیادت وتغییر وتحریف سے مصوٗن ومحفوظ، اور اس کا وعدہ حقہ صادقہ **انالہ لحافظون** میں مراد وملحوظ ہونا ہی یقیناً ضروریات دین سے ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۴، ص۲۶۷، رسالہ ردالرفضہ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مزید ایک جگہ فرماتے ہیں:

''جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرفِ بشری کا

دخل مانے یا اُسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱٤، ص۲٥۹، رسالہ ردالرفضہ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور حضرت حکیم الامت علامہ احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ "تفسیر نور العرفان" میں فرماتے ہیں:

جو کہے کہ صحابہ نے اس "قرآن" میں کمی بیشی کر دی، وہ کافر ہے۔

(تفسیر نورالعرفان، سورہ حٰم السجدہ آیت ٤٢)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ قرآن مجید محفوظ ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

تمام جن و اِنس اور ساری مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ قرآنِ کریم میں سے ایک حرف کی کمی بیشی یا تغییر اور تبدیلی کر سکے اور چوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے، دوسری کسی کتاب کو یہ خصوصیت مُیَسّر نہیں۔ قرآنِ کریم کی یہ حفاظت کئی طرح سے ہے مثلاً قرآنِ کریم کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ بنایا کہ انسان کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے، قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے معارضے اور مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی مخلوق قرآن کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو۔ ساری مخلوق کو قرآن مجید معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار شدید عداوت کے باوجود اس مقدس کتاب قرآن مجید کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ قرآنِ مجید کے زمانۂ نزول سے لے کر آج تک ہر زمانے میں اہلِ بیان، علمِ لسان کے ماہرین، ائمہ بلاغت، کلام کے شہسوار اور کامل اساتذہ موجود رہے، یونہی ہر زمانے میں بکثرت ملحدین اور دین و شریعت کے دشمن ہر وقت قرآنِ عظیم کی مخالفت پر تیار رہے مگر ان میں سے کوئی بھی اس مقدس کلام قرآن مجید پر اثر انداز نہ ہو سکا اور نہ کوئی ایک بھی قرآنِ مجید جیسا کلام لا سکا اور نہ ہی وہ کسی آیتِ قرآنی پر صحیح اِعتراض کر سکا۔

یہاں قرآنِ مجید کی حفاظت سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو:

چناں چہ حضرت یحییٰ بن اکثم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

''مامون رشید کی مجلس میں ایک یہودی آیا اور اس نے بڑی نفیس، عمدہ اور اَدیبانہ گفتگو کی، مامون رشید نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے انکار کر دیا۔ جب ایک سال بعد دوبارہ آیا تو وہ مسلمان ہو چکا تھا اور اس نے فقہ کے موضوع پر بہت شاندار کلام کیا، مامون رشید نے اس سے پوچھا ''تمہارے اسلام قبول کرنے کا سبب کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا ''جب پچھلے سال میں تمہاری مجلس سے اٹھ کر گیا تو میں نے ان مذاہب کا امتحان لینے کا ارادہ کر لیا، چناں چہ میں نے تورات کے تین نسخے لکھے اور ان میں اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی، اس کے بعد میں یہودیوں کے مَعْبَد میں گیا تو انہوں نے مجھ سے وہ تینوں نسخے خرید لئے۔ پھر میں نے انجیل کے تین نسخے لکھے اور ان میں بھی اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی۔ جب میں یہ نسخے لے کر عیسائیوں کے گرجے میں گیا تو انہوں نے بھی وہ نسخے خرید لیے۔ پھر میں نے قرآن پاک کے تین نسخے لکھے اور اس کی عبارت میں بھی کمی بیشی کر دی۔ جب میں قرآن پاک کے وہ نسخے لے کر اسلامی کتب خانے میں گیا تو انہوں نے پہلے ان نسخوں کا بغور مطالعہ کیا اور جب وہ میری کی ہوئی کمی زیادتی پر مطلع ہوئے تو انہوں نے وہ نسخے مجھے واپس کر دیئے اور خریدنے سے انکار کر دیا۔ اس سے میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے میں نے اسلام قبول کر لیا۔

(الجامع الاحکام القرآن المعروف تفسیر القرطبی، ج۱۰، ص٥ تا٦، سورۃ الحجر آیت نمبر۹، الناشر: دار الکتب المصریۃ-القاہرۃ)

اب مندرجہ ذیل میں قرآن مجید محفوظ ہے سے متعلق چند دلائل ملاحظہ فرمائیں!

قرآن مجید میں:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر(15): آیۃ9]

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ﴾ [فصلت: 42]

باطل کو اس" قرآن" کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاتْلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ وَلَن تَجِدَ مِن دُونِهِۦ مُلْتَحَدًا﴾ [الکھف: 27]

اور تلاوت کرو" یعنی قرآن شریف" جو تمہارے رب کی کتاب تمہیں وحی ہوئی اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز تم اس کے سوا پناہ نہ پاؤ گے،

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُوا۟ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّٱرْتَابَ ٱلْمُبْطِلُونَ﴾ [العنکبوت: 48]

اور اس" قرآن مجید" سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل ضرور شک لاتے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَٰفًا كَثِيرًا ٨٢﴾ [النساء: 82]

تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

ان تمام قرآنی دلائل سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید محفوظ ہے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کے لیے ایسے اسباب تیار اور مہیا فرما دیا جو کہ قرآن مجید کے علاوہ کسی بھی کتاب کے لیے میسر نہیں تھے اور نہ ہیں اور نہ ہی ہو سکتے ہیں، اِن اسباب میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پہلے بلا فصل خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید جو رسول اللہ صلی اللہ کے زمانے میں

لکھا گیا تھا ان سب کو جمع کرنا تھا اور اِن اسباب میں سے یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے تیسرے خلیفہ حضرت عُثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی رضا مندی سے قُران کو ایک کتاب کی صورت میں ثابت شدہ قراءتوں کے مطابق جمع فرمانا اور پھر اس کے نسخے لکھوا کر تمام ملکوں میں روانہ فرمانا بھی ہے۔ جس کی مختصر روداد ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے کیسے حفاظت کروایا ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وحی" قرآن" لکھنے والے صحابیوں میں سے ایک صحابی ہیں حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ" وہ بیان کرتے ہیں" جس کا پس منظر اور حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ (جب 11 ھ) میں" ملک یمن کے شہر" یمامہ میں مسلیمہ کذاب کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی ہوئی جس نے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا تو اس لڑائی میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شہید ہو گئے جن کی تعداد لگ بھگ ۱۱۰۰ یا ۱۴۰۰ سو کے قریب تھی جن میں ۷۰ کے قریب ایسے صحابی رسول تھے جو حافظ قرآن تھے،) تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلایا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا،" اے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ جنگ یمامہ میں بہت زیادہ مسلمان شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ (کفار کے ساتھ) لڑائیوں میں یونہی قرآن کے علماء اور قاری شہید ہوں گے اور اس طرح" معاملہ چلتا رہا تو" بہت سا قرآن ہم سے ضائع ہو جائے گا۔ اب تو ایک ہی صورت ہے کہ آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کرا دیں اور میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ضرور قرآن کو" ایک جگہ" جمع کرا

دیں۔ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بات پر میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، ایسا کام میں کس طرح کرسکتا ہوں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، اللہ کی قسم! یہ تو صرف اور صرف نیک کام ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کو جمع کرنے کے معاملہ میں میرے ساتھ مسلسل بات کرتے رہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کی خدمت کے لیے میرا بھی سینہ کھول دیا اور میری بھی رائے وہی ہوگئی جو عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ ساری باتیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سنا رہے تھے وہیں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ!" تم جوان اور سمجھدار ہو ہمیں تم پر کسی قسم کا "شک" شبہ بھی نہیں اور تم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم" کے زمانہ میں" وحی" قرآن" لکھا بھی کرتے تھے، اس لیے تم ہی قرآن مجید کو جا بجا سے تلاش کر کے اسے" ایک جگہ" جمع کر دو۔" تب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:" اللہ کی قسم!" اے امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ! اگر" آپ" مجھ سے کوئی پہاڑ اٹھا کے لے جانے کے لیے کہتے تو یہ میرے لیے اتنا بھاری نہیں تھا جتنا قرآن" پاک کی" جمع و" ترتیب کا حکم" بھاری ہے"۔ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ لوگ ایک ایسے کام کے کرنے پر کس طرح تیار ہو گئے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! یہ ایک نیک کام ہے۔" پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس معاملے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے" قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرنے کی" خدمت کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ بھی کھول دیا۔ جس

طرح ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔

چناں چہ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور کھال، ہڈی اور کھجور کی شاخوں سے (جن پر قرآن مجید لکھا ہوا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے رواج کے مطابق ان سے) قرآن مجید کو جمع کرنا شروع فرمایا اور وہ صحابہ کرام (جو قرآن پاک کے حافظ تھے ان کے) حافظہ سے بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مدد لی اور سورۃ التوبہ کی دو آیتیں حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ملی۔ اور وہ دو آیتیں ان کے علاوہ کسی کے پاس ان کو نہیں ملی تھی۔ اور (وہ دو آیتیں یہ تھیں) »﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ١٢٨ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ﴾ [التوبة: 128-129]« ۔ پھر" یہ" مصحف جس میں قرآن مجید جمع کیا گیا تھا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا، پھر آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (زوجہ رسول حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہ مصحف قرآن محفوظ رہا پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی مصحف قرآن کو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے منگوایا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ، اور حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ، اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، اور دیگر قریش اور انصار کے بارہ مردوں کو حکم دیا کہ وہ سب مل کر اسی مصحف قرآن کے مطابق نقل کریں، جب اسی مصحف قرآن کے قرآن پاک کی نقل تیار ہوگئی تو پھر اس کے کئی نقول تیار کر کے مختلف جگہوں

میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھجوادیا۔)۔

(ماخوذ از: بخاری شریف کتاب التفسیر، ج٦، ص٧١، حدیث نمبر ٤٦٧٩، بَابُ قَوْلِهِ: {لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ، حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ} «مِنَ الرَّأْفَةِ» ونعمة الباری فی شرح صحیح البخاری ج ہشتم ص١٦٩ تا ١٧٠۔ حدیث نمبر ٤٦٧٩ کے تحت۔)

ان تمام دلائل سے واضح ہوا کہ قرآن پاک محفوظ ہے۔ مزید دلائل کے لیے علمائے اہل سنت وجماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے!

اللہ کے فرشتے کا وجود ہے سے متعلق

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

فرشتے نوری مخلوق ہیں ان کے وجود انکار کفر ہے یعنی یہ عقیدہ کہ اللہ کے فرشتے کا وجود ہے ضروریات دین سے ہے۔

چناں چہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"کسی فرشتے کی ادنیٰ سی گستاخی بھی کفر ہے فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں، یہ کُفر ہے۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت، ج١، ص٩٢ تا ٩٧، ملائکہ کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

فرشتوں سے متعلق مسلمانوں کے عقیدہ کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نوری مخلوق ہیں اللہ تَعَالٰی نے انہیں نور سے پیدا کیا اور ہماری نظروں سے پوشیدہ کردیا اور انہیں ایسی طاقت دی کہ جس شکل میں چاہیں ظاہر ہوجائیں فرشتے حکمِ الٰہی کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ فرشتے ہر قسم کے صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ فرشتوں کی تعداد وہی رَبّ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور اُس کے بتائے سے اُس کا رسول جانے۔

چار فرشتے بہت مشہور ہیں: حضرات جبریل و میکائیل و اسرافیل وعزرائیل عَلَيْهِمُ السَّلَام اور یہ سب فرشتوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ فرشتے کے ذمے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مختلف کام لگائے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کی خدمت میں وحی لانا، بارش برسانا، ہوائیں چلانا، مخلوق تک روزی پہنچانا، ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا، بدنِ انسانی میں تصرف کرنا، انسان کی حفاظت کرنا، نیک اجتماعات میں شریک ہونا، انسان کے نامۂ اعمال لکھنا، دربارِ رِسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا، بارگاہِ رسالت میں مسلمانوں کا دُرُود وسلام پہنچانا، مُردوں سے سوال کرنا، روح قبض کرنا، گناہ گاروں کو عذاب کرنا، صُور پھُونکنا اور اِن کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو فرشتے انجام دیتے ہیں۔ فرشتے نہ مرد ہیں، نہ عورت۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت، ج١، ص٩٢ تا ٩٧، ملائکہ کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

قرآن وحدیث میں کثرت سے دلائل موجود ہیں کہ اللہ کے فرشتے موجود ہیں ان سارے دلائل کو نقل نہ کر کے چند دلائل نقل کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں!

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ٣٠﴾ [البقرۃ: 30]

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے، تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں، فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ٱللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ ٱلنَّاسِ﴾ [الحج: 75]

اللہ ہی فرشتوں اور انسانوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحۡزَنُواْ وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمۡ تُوعَدُونَ﴾ [فصلت:30]

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف اور غم نہ کرو، اور اس جنت کے ساتھ خوش ہوجاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿شَهِدَ ٱللَّهُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَأُوْلُواْ ٱلۡعِلۡمِ قَآئِمَۢا بِٱلۡقِسۡطِۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ﴾ [آل عمران:18]

اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿إِذۡ تَقُولُ لِلۡمُؤۡمِنِينَ أَلَن يَكۡفِيَكُمۡ أَن يُمِدَّكُمۡ رَبُّكُم بِثَلَٰثَةِ ءَالَٰفٖ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُنزَلِينَ ١٢٤ بَلَىٰٓۚ إِن تَصۡبِرُواْ وَتَتَّقُواْ وَيَأۡتُوكُم مِّن فَوۡرِهِمۡ هَٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُم بِخَمۡسَةِ ءَالَٰفٖ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ [آل عمران:124-125]

جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتہ اتار کر۔ ہاں! کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلَۢا بَعِيدًا﴾ [النساء:136]

اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ "تفسیر نور العرفان" میں لکھتے ہیں:

''ایسی گمراہی میں جو ہدایت سے بہت دور ہے۔ خیال رہے کہ گمراہی دو قسم کی ہے۔ ایک وہ جس سے انسان اسلام سے خارج ہوکر کفر میں داخل ہوجاتا ہے۔ جیسے تبرائی رافضی، بے ادب گستاخ، وہابی، قادیانی، دوسری وہ گمراہی جس سے انسان اسلام سے خارج ہوکر کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ جیسے تفضیلی رفض یا غیر مقلدین، پہلی قسم کی گمراہی کا نام گمراہی بعید ہے۔ اور دوسری کا نام گمراہی قریب ہے۔ یہاں" آیت" پر پہلی گمراہی کا ذکر ہے۔

(تفسیر نور العرفان سورۃ النساء ۱۳۶ کے تحت)

قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦﴾ [الأحزاب:56]

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿٣ تَنَزَّلُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذۡنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمۡرٖ﴾ [القدر4]

اس" شب قدر" میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے

قرآن مجید میں ہے:

﴿مَن كَانَ عَدُوّٗا لِّلَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَجِبۡرِيلَ وَمِيكَىٰلَ فَإِنَّ

﴿اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِينَ﴾ [البقرة: 98]

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

معلوم ہوا اللہ کے فرشتے موجود ہیں اور ان فرشتوں میں ایک فرشتہ کا نام جبریل علیہ السلام اور ایک کا نام ہے میکائیل علیہ السلام۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سید احمد قادری اشرفی علیہ الرحمہ "تفسیر الحسنات" میں لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ انبیاے کرام (علیہم السلام) کا دشمن اور ملائکہ" فرشتوں" کے ساتھ عداوت کرنے والا کافر اور غضب الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے،

(تفسیر الحسنات سورۃ البقرہ آیت ۹۸)

قرآن مجید میں ہے:

﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾ [البقرة: 177]

ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے موجود ہیں اور فرشتوں پر ایمان لانے کا حکم اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور یقین کرے اور مانے کہ وہ موجود ہیں، معصوم ہیں، پاک ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان احکام و پیغام کے واسطے ہیں۔ اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ چار ان میں سے بہت مقرب ہیں: حضرت جبرئیل۔ حضرت میکائیل۔ حضرت اسرافیل۔ حضرت عزرائیل علیہم السلام۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾ [البقرة: 285]

سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے فرشتے ہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه - فِي حَدِيْثِ جِبْرِيْلَ - عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ، قَالَ: أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيْمَانِ. قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَ كُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ.

(البخاری فی الصحیح، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی الله علیه وآله وسلم عن الإیمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة، 1/ 27، الرقم/ 50، ومسلم فی الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان، 1/ 36، الرقم/ 8-9،)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ طویل حدیثِ جبرئیل میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: مجھے ایمان کے بارے میں بیان فرمائیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھے (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے)۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ«

(مسلم شریف، ج ٤، ص ٢٢٩٤، حدیث نمبر ٦٠ (٢٩٩٦) کتاب الزهد والرقاق، بَابٌ فِي أَحَادِيثَ مُتَفَرِّقَةٍ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنوں کو آگ کی لپٹ

سے پیدا کیا گیا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس چیز سے (جس کا ذکر قرآن مجید میں) کیا گیا ہے۔

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو پیدا کیا ہے اور نور سے پیدا کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ، يَقُولُ: الشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَالسَّعِيدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ، فَأَتَى رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: حُذَيْفَةُ بْنُ أَسِيدٍ الْغِفَارِيُّ، فَحَدَّثَهُ بِذَلِكَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ: وَكَيْفَ يَشْقَى رَجُلٌ بِغَيْرِ عَمَلٍ؟ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: أَتَعْجَبُ مِنْ ذَلِكَ؟ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا مَرَّ بِالنُّطْفَةِ ثِنْتَانِ وَأَرْبَعُونَ لَيْلَةً، بَعَثَ اللهُ إِلَيْهَا مَلَكًا، فَصَوَّرَهَا وَخَلَقَ سَمْعَهَا وَبَصَرَهَا وَجِلْدَهَا وَلَحْمَهَا وَعِظَامَهَا، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى؟ فَيَقْضِي رَبُّكَ مَا شَاءَ، وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ أَجَلُهُ، فَيَقُولُ رَبُّكَ مَا شَاءَ، وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا رَبِّ رِزْقُهُ، فَيَقْضِي رَبُّكَ مَا شَاءَ، وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ، ثُمَّ يَخْرُجُ الْمَلَكُ بِالصَّحِيفَةِ فِي يَدِهِ، فَلَا يَزِيدُ عَلَى مَا أُمِرَ وَلَا يَنْقُصُ".

(مسلم شریف، ج٤، ص٢٠٣٧، حدیث نمبر٣(٢٦٤٥) کتاب القدر، بَابُ كَيْفِيَّةِ خَلْقِ الْآدَمِيِّ فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَكِتَابَةِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقَاوَتِهِ وَسَعَادَتِهِ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدبخت وہی ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہو اور نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے پس اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ایک آدمی آیا جسے حذیفہ بن اسید غفاری کہا جاتا تھا اور عامر بن واثلہ سے حضرت ابن مسعود کا یہ قول روایت کیا تو عامر نے کہا آدمی بغیر عمل کے بدبخت کیسے ہوسکتا ہے تو اس سے حضرت حذیفہ رضی اللہ

عنہ نے فرمایا کیا تو اس بات سے تعجب کرتا ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب نطفہ پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کی صورت بناتا ہے اور اس کے کان آنکھیں اور جلد گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے پھر عرض کرتا ہے اے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث پس تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے فرشتہ پھر عرض کرتا ہے اے رب !اس کی عمر تو تیرا رب جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ دیتا ہے وہ پھر عرض کرتا ہے اے رب! اس کا رزق تو تیرا رب جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ وہ کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر نکل جاتا ہے اور وہ نہ کوئی زیادتی کرتا ہے اور نہ کمی اس میں جو اسے حکم دیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا فرشتہ موجود ہے اور وہی کام انجام دیتے ہیں جن کا انہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً، فُضُلًا يَتَتَبَّعُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُمْ، وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ، حَتَّى يَمْلَئُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ، قَالَ: فَيَسْأَلُهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْأَرْضِ، يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُهَلِّلُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيَسْأَلُونَكَ، قَالَ: وَمَاذَا يَسْأَلُونِي؟ قَالُوا: يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ، قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي؟ قَالُوا: لَا، أَيْ رَبِّ قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي؟ قَالُوا: وَيَسْتَجِيرُونَكَ، قَالَ: وَمِمَّ يَسْتَجِيرُونَنِي؟ قَالُوا: مِنْ نَارِكَ يَا رَبِّ، قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا نَارِي؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي؟ قَالُوا:

وَيَسْتَغْفِرُونَكَ، قَالَ: فَيَقُولُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا، وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا، قَالَ: فَيَقُولُونَ: رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ، إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ، قَالَ: فَيَقُولُ: وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ "

(مسلم شریف، ج ٤، ص ٢٠٦٩، حدیث نمبر ٢٥ (٢٦٨٩) کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل المجالس الذکر، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ زائد فرشتے ایسے بھی ہیں جو پھرتے رہتے ہیں اور ذکر کی مجالس کو تلاش کرتے ہیں کہ جب وہ ایسی مجلس پا لیتے ہیں جس میں ذکر ہو تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں یہاں تک کہ ان سے لے کر آسمان دنیا کے درمیان کا خلا بھر جاتا ہے پس جب وہ (اہل مجلس) متفرق ہو جاتے ہیں تو (یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں) اللہ رب العزت ان سے پوچھتا ہے حالاں کہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم زمین میں تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح تکبیر تہلیل اور تعریف اور تجھ سے سوال کرنے میں مشغول تھے اللہ فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے وہ عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے وہ عرض کرتے ہیں نہیں اے میرے پروردگار، اللہ فرماتا ہے اگر وہ اس کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی وہ عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے پناہ بھی مانگ رہے تھے اللہ فرماتا ہے وہ مجھ سے کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب تیری جہنم سے اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جہنم کو دیکھا ہے وہ عرض کرتے ہیں نہیں اللہ فرماتا ہے اگر وہ میری جہنم کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اور وہ تجھ سے مغفرت بھی مانگ رہے تھے تو اللہ فرماتا ہے کہ تحقیق میں نے معاف کر دیا اور

انہوں نے جو مانگا میں نے انہیں عطا کر دیا اور میں نے انہیں پناہ دے دی جس سے انہوں نے پناہ مانگی فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب ان میں فلاں بندہ گناہ گار ہے وہ وہاں سے گزرا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا تو اللہ فرماتا ہے میں نے اسے بھی معاف کر دیا اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والے کو بھی محروم نہیں کیا جاتا۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے موجود ہیں اور اللہ کے حکم سے ہر وہ کام انجام دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے لگایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ العَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ، فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا المُؤْمِنُ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا۔

(بخاری شریف، ج ٢، ص ٩٨، حدیث نمبر ١٣٧٤، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ اس سے رخصت ہوتے ہیں تو ابھی وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہوتا ہے کہ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن تو یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جائے گا کہ تو یہ دیکھ اپنے جہنم کا ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا دے دیا۔ اس وقت اسے جہنم اور جنت دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے فرشتے موجود ہیں اور قبر میں مردوں سے سوال بھی کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا قُبِرَ المَيِّتُ - أَوْ قَالَ: أَحَدُكُمْ - أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا: الْمُنْكَرُ، وَلِلْآخَرِ: النَّكِيرُ، فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: مَا كَانَ يَقُولُ: هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ، ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ، نَمْ، فَيَقُولُ: أَرْجِعُ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ، فَيَقُولَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ العَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ، فَقُلْتُ مِثْلَهُ، لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذَلِكَ، فَيُقَالُ لِلأَرْضِ: التَئِمِي عَلَيْهِ، فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ، فَتَخْتَلِفُ فِيهَا أَضْلَاعُهُ، فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ"

(سنن الترمذی ت شاکر، ج ۳، ص ۳۷۵، حدیث نمبر ۱۰۷۱، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، الناشر شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔ مصر)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میت کو یا تم میں سے کسی کو (انتقال کے بعد) دفنا دیا جاتا ہے تو اس کے پاس کالے رنگ کی نیلی آنکھ والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ اور وہ دونوں پوچھتے ہیں: تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا ہے: وہی جو وہ خود کہتے تھے کہ وہ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے

بندے اور رسول ہیں تو وہ دونوں کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا پھر اس کی قبر طول و عرض میں ستر ستر گز کشادہ کر دی جاتی ہے، پھر اس میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے سو جا، وہ کہتا ہے مجھے میرے گھر والوں کے پاس واپس پہنچا دو کہ میں انہیں یہ بتا سکوں، تو وہ دونوں کہتے ہیں: تو سو جا اس دلہن کی طرح جسے صرف وہی جگاتا ہے جو اس کے گھر والوں میں اسے سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، یہاں تک کہ اللہ اسے اس کی اس خواب گاہ سے اٹھائے، اور اگر وہ منافق ہے، تو کہتا ہے: میں لوگوں کو جو کہتے سنتا تھا، وہی میں بھی کہتا تھا اور مجھے کچھ نہیں معلوم۔ تو وہ دونوں اس سے کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا پھر زمین سے کہا جاتا ہے تو اسے دبوچ لے تو وہ اسے دبوچ لیتی ہے اور پھر اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ اسے اس کی اس خواب گاہ سے اٹھائے۔

معلوم ہوا اللہ کے فرشتے موجود ہیں اور فرشتوں میں سے دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک فرشتہ کا نام منکر ہے اور ایک کا نام نکیر ہے یہ دونوں میت سے قبر میں قبری سوالات کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ کے فرشتے موجود ہیں۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کریں!

قیامت حق ہے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ قیامت حق ہے اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ قیامت حق ہے اور جس دن اللہ تعالیٰ تمام مردوں کو زندہ کرے گا اور ان سے ان کے تمام نیک و بد اعمال کا حساب لے گا اس دن کا نام قیامت ہے۔ یعنی ہر شخص کو موت کے بعد قیامت کے دن زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے جس کے نتیجے میں وہ جہنم یا جنت (کی صورت میں سزا و جزا) سے ہمکنار ہو گا۔ اس زندگی کا نام اخروی زندگی ہے اور اس زندگی پر ایمان لانے کا نام ایمان

بالآخرت ہے اور آخرت کا منکر کافر ہوتا ہے۔یعنی: جوشخص قیامت کوحق نہ مانے وہ کافر ہے کیوں یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

"شفاشریف" میں ہے:

وَ كَذٰلِك من أنْكَر الجَنّة أَو النَّار أَو البَعْث أَو الحساب أو القيامة فهو كافِر بإجماع۔

(الشفابتعریف الحقوق المصطفیٰ، ج۲،ص۲۹۰،القسم الرابع، الباب الثالث، فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر، الناشر دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع)

یعنی: جوشخص جنت یا جہنم یا قیامت یا حساب یا قیامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

''فتاوٰی رضویہ''میں ہے:

''قیامت وبعث، حشر ونشر، حساب وکتاب، ثواب وعذاب، اور جنت ودوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدر اسلام سے اب تک چودہ (۱٤) سوسال کے کافہ مسلمین ومومنین دوسرے ضروریات دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آرہے ہیں، مسلمانوں میں مشہور ہین۔ جوشخص ان چیزوں کوتوحق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنی گھڑے مثلا یوں کہے کہ جنت ودوزخ، حشر ونشر، ثواب وعذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کرخوش ہونا۔ اور عذاب، اپنے برے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہے۔ وہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ مترجم ج۲۹،ص۳۸۳، رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والأصحاب، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قیامت کے تعلق سے قرآن وحدیث میں کثرت سے دلائل موجود ہیں ان میں چند ایسے دلائل پیش کیے جارہے ہیں جن میں قیامت کا ذکر موجود ہے ملاحظہ فرمائیں:

قرآن مجید میں ہے:

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ ٱلْكِتَٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْىٌ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰٓ أَشَدِّ ٱلْعَذَابِ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [البقرة: 85]

توکیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ لَيْسَتِ ٱلنَّصَٰرَىٰ عَلَىٰ شَىْءٍ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَىٰ لَيْسَتِ ٱلْيَهُودُ عَلَىٰ شَىْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ ٱلْكِتَٰبَ كَذَٰلِكَ قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَٱللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ [البقرة: 113]

اور یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں، اسی طرح جاہلوں نے ان کی سی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا أُو۟لَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝١٧٤﴾ [البقرة: 174]

وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی کتاب اور اسکے بدلے ذلیل قیمت لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا اور نہ انہیں ستھرا کرے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْاْ فَوْقَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَٱللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[البقرة:212]

کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی اور مسلمانوں سے ہنستے ہیں اور ڈروالے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾[آل عمران:161]

اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلْغُرُورِ﴾[آل عمران:185]

ہر جان کو موت چکھنی ہے، اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے، جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا، اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿رَبَّنَا وَءَاتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ ٱلْمِيعَادَ﴾[آل عمران:194]

اے رب ہمارے! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ ٱللَّهِ حَدِيثًا﴾[النساء:87]

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

قرآن مجید میں:

﴿قُل لِّمَن مَّا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ قُل لِّلَّهِ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾[الأنعام:12]

تم فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ''ہے''، تم فرماؤ اللہ کا ہے اس نے اپنے کرم کے ذمہ پر رحمت لکھ لی ہے بیشک ضرور تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا اس میں کچھ شک نہیں، وہ جنہوں نے اپنی جان نقصان میں ڈالی ایمان نہیں لاتے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَنَضَعُ ٱلْمَوَٰزِينَ ٱلْقِسْطَ لِيَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَٰسِبِينَ﴾[الأنبياء:47]

اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا، اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الجاثية: 26]

تم فرماؤ اللہ تمہیں جلاتا ہے پھر تم کو مارے گا پھر تم سب کو اکٹھا کریگا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں لیکن بہت آدمی نہیں جانتے۔

اسی طرح اور بھی بہت سی آتیں ہیں قرآن مجید میں جس میں قیامت کا ذکر موجود ہے بلکہ قرآن میں ایک مکمل سورت ہے ''سورۃ القیامۃ'' ہے جس کی پہلی آیت ہے:

﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ [القيامة: 1]

روز قیامت کی قسم! یاد فرماتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ قیامت حق ہے۔ اب حدیث شریف سے دلائل ملاحظہ فرمائیں!

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ، أَوْ نَفْسِهِ«

(بخاری شریف، ج۱، ص۳۱، حدیث نمبر ۹۹، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن آپ علیہ السلام کی شفاعت کے حصول میں کون زیادہ کامیاب ہوگا؟ (یعنی قیامت کے دن آپ علیہ السلام کی جو شفاعت ملے گی تو آپ علیہ السلام کی شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہوگا؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوہریرہ! بے شک میرا یہ گمان تھا کہ اس حدیث کے متعلق تم سے پہلے مجھ

سے کوئی سوال نہیں کریگا کیوں کہ حدیث کے اوپر تمہاری حرص مجھے معلوم ہے (تو سنو!) قیامت کے دن میری شفاعت کے حصول میں سب سے زیادہ وہ شخص کامیاب ہوگا۔ جس نے خلوص قلب یا اخلاص نفس کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ، قَالَ: رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ، فَتَوَضَّأَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ »إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ«

(بخاری شریف، ج۱، ص۳۹، حدیث نمبر ۱۳۶، کتاب الوضوء، بَابُ فَضْلِ الوُضُوءِ، وَالغُرُّ المُحَجَّلُونَ مِنْ آثَارِ الوُضُوءِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: نعیم المجمر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضوء کیا، پھر فرمایا: بے شک میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: بے شک میری امت کو وضوء کے آثار کی وجہ سے قیامت کے دن غُرّ مُعجّل (یعنی جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا، پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو طول دینا چاہے، سو وہ ایسا کرے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا، إِذْ طُعِنَتْ، تَفَجَّرُ دَمًا، اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالعَرْفُ عَرْفُ المِسْكِ«

(بخاری شریف، ج۱، ص۵۶، حدیث نمبر ۲۳۷، کتاب الوضوء، بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِي السَّمْنِ وَالمَاءِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ زخم جو مسلمان کو اللہ کی راہ میں لگتا ہے، قیامت کے دن اسی حالت میں ہوگا، جس حالت میں وہ زخم کھایا تھا، اس سے خون بہہ رہا ہوگا، رنگ خون کا ہوگا اور اس سے مشک کی خوشبو آرہی ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اللّٰهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ القَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الوَسِيلَةَ وَالفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ القِيَامَةِ"

(بخاری شریف، ج۱، ص۱۲۶، حدیث نمبر ٦١٤، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اذان سن کر کہا: اے اللہ! اس دعوت کاملہ کے رب! اور دائمی قائم ہونے والی نماز کے رب! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں بلند مقام عطاء فرما اور فضیلت عطاء فرما اور ان کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، تو وہ شخص قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے:

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ المُسَيِّبِ، وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا: أَنَّ النَّاسَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ القِيَامَةِ؟ قَالَ: »هَلْ تُمَارُونَ فِي القَمَرِ لَيْلَةَ البَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ« قَالُوا: لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: »فَهَلْ تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ« قَالُوا: لَا، قَالَ: "فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ، يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ القِيَامَةِ، فَيَقُولُ: مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ القَمَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيتَ، وَتَبْقَى هَذِهِ الأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا، فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ

فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا، فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ، فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ: أَنْتَ رَبُّنَا، فَيَدْعُوهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ، وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ: اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ "قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: "فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ، تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُوبَقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُو، حَتَّى إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، أَمَرَ اللّٰهُ المَلَائِكَةَ: أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَيُخْرِجُونَهُمْ وَيَعْرِفُونَهُمْ بِآثَارِ السُّجُودِ، وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ، فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ، فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ، فَيَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ، قَدِ امْتَحَشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ القَضَاءِ بَيْنَ العِبَادِ وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا الجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ، قَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا، فَيَقُولُ: هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فُعِلَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ: لَا وَعِزَّتِكَ، فَيُعْطِي اللّٰهَ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ، فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ، فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الجَنَّةِ، رَأَى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ قَدِّمْنِي عِنْدَ بَابِ الجَنَّةِ، فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ: أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ العُهُودَ وَالمِيثَاقَ، أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ؟ فَيَقُولُ: يَا

رَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ، فَيَقُولُ: فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيتَ ذَلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَهُ؟ فَيَقُولُ: لَا وَعِزَّتِكَ، لَا أَسْأَلُ غَيْرَ ذَلِكَ، فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ، فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا، فَرَأَى زَهْرَتَهَا، وَمَا فِيهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُورِ، فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ اللَّهُ: وَيْحَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، مَا أَغْدَرَكَ، أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ وَالْمِيثَاقَ، أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيتَ؟ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ، فَيَضْحَكُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ، ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: تَمَنَّ، فَيَتَمَنَّى حَتَّى إِذَا انْقَطَعَ أُمْنِيَّتُهُ، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: مِنْ كَذَا وَكَذَا، أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ، حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ۔

(بخاری شریف، ج۱ص ۱۶۰، حدیث نمبر ۸۰۶، کتاب الاذان، باب فضل السجود، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں پورے چاند کی رات کو چاند کو دیکھنے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ کرام نے کہا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ صحابہ کرام نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: پس تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے کہ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے پیچھے کھڑا ہو جائے، پس ان میں سے بعض سورج کی اتباع کریں گے اور ان میں سے بعض چاند کی اتباع کریں گے اور ان میں سے بعض بتوں کی اتباع کریں گے اور یہ امت باقی رہے گی اس امت میں اس کے منافقین بھی ہوں گے پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ آ کر فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں پس وہ کہیں گے ہم

یہیں رہیں گے حتیٰ کہ ہمارے پاس ہمارا رب آ جائے پس جب ہمارا رب آ جائے گا تو ہم ان کو پہچان لیں گے پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ آئے گا پس فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، سو وہ کہیں گے، تو ہمارا رب ہے، پس وہ ان کو بلائے گا پھر جہنم کے وسط کے اوپر ایک پل بچھا دیا جائے گا پس رسولوں میں سے میں پہلا رسول ہونگا جو اپنی امت کے ساتھ اس پر گزرے گا اور اس دن رسولوں کے سوا کوئی بات نہیں کریگا اور اس دن رسولوں کا کلام یہ ہوگا اے اللہ! سلامت رکھ! سلامت رکھ! اور جہنم میں درخت سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکڑے (ہک) ہوں گے، کیا تم نے درخت سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ کرام نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس بے شک وہ آنکڑے درخت سعدان کے کانٹوں کی مثل ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے عظیم ہونے کی کی مقدار کو کوئی نہیں جانتا، وہ ان کو ان کے گناہوں کی مقدار کے حساب سے اچک (پکڑ) لیں گے سو ان میں سے بعض اپنے گناہوں کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور ان میں سے بعض کٹ جائیں گے پھر نجات پا جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے جن پر رحمت کا ارادہ فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اس کو نکال دیں، پھر فرشتے ان کو نکال دیں گے اور وہ ان کو سجدہ کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی نشانیوں کو کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے سو ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا، وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر ان پر حیات کا پانی انڈیلا جائے گا پس وہ اس طرح اُگیں گے جس طرح دانہ سیلاب کی مٹی میں اگتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی ہوگا اور وہ دوزخ سے نکلنے والوں میں سے آخری ہوگا اور جنت میں داخل ہونے والوں میں سے آخری شخص ہوگا اس وقت اس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہوگا وہ کہے گا اے میرے رب! میرا چہرہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے، اس کی بدبو نے مجھے ہلاک کر دیا ہے

اوراس کی تیزی نے مجھے جلا ڈالا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارے ساتھ ایسا کر دیا گیا تو شاید تم پھر اس کے علاوہ اور کوئی سوال کرو گے! پس وہ کہے گا نہیں، تیری عزت کی قسم! پھر اللہ تعالیٰ اس سے پختہ عہد اور میثاق لے گا، پس اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دوزخ سے پھیر دے گا، پس جب وہ جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اسکی تر وتازگی دیکھے گا تو جتنی دیر تک اللہ تعالیٰ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش کھڑا رہے گا، پھر کہے گا اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازے پر پہنچا دے، پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیا تھا کہ تم پہلے سوال کے علاوہ اور کوئی سوال نہیں کرو گے؟ پس وہ کہے گا اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے بدنصیب نہ ہو جاؤں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہارا یہ سوال پورا کر دیا گیا، تو پھر توقع ہے کہ تم کوئی اور سوال تو نہیں کرو گے، وہ کہے گا نہیں، تیری عزت کی قسم! میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ جو عہد اور میثاق چاہے گا اس سے لے گا، پھر وہ اس کو جنت کے دروازہ پر لے جائے گا، پس جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچے گا اور جنت کی رونق اور تر وتازگی اور خوش نمائی دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ تعالیٰ اس کو خاموش رکھنا چاہے گا وہ خاموش رہے گا پھر وہ کہے گا اے میرے رب! مجھ کو جنت میں داخل کر دے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تم پر افسوس ہے، تم کتنے عہد شکن ہو، کیا تم نے پختہ عہد اور میثاق نہیں کیے تھے کہ تم کو جو کچھ دیا گیا ہے تم اس کے علاوہ اور کوئی سوال نہیں کرو گے، پس وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا پس اللہ تعالیٰ اس سے ہنسے گا پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے گا پھر اس سے فرمائے گا اب تم تمنا کرو پس وہ تمنا کرے گا حتیٰ کہ جب اس کی تمنا پوری ہو جائے گی تو اللہ اس سے فرمائے گا اور فلاں فلاں چیز کو زیادہ کرو اور اس کا رب عزوجل اس کو چیزیں یاد دلائے گا حتیٰ کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تم یہ چیزیں بھی لے لو اور ان کے ساتھ ان کی

ایک مثل اور لے لو۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، فَوَقَصَتْهُ - أَوْ قَالَ: فَأَوْقَصَتْهُ - قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلاَ تُحَنِّطُوهُ، وَلاَ تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ القِيَامَةِ مُلَبِّيًا«

(بخاری شریف، ج۲، ص۷۵، حدیث نمبر ۱۲۶۵، کتاب الجنائز، باب الکفن فی ثوبین، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص میدان عرفہ میں کھڑا ہوا تھا، اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا، پس اونٹنی نے اس کو ہلاک کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو، اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ، اور نہ اس کا سر ڈھانپو، کیوں کہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ القِيَامَةِ وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ العَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَيَقُولُ اللّٰهُ يَوْمَ القِيَامَةِ: اليَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ"

(بخاری شریف، ج۹، ص۱۳۳، حدیث نمبر ۷۴۴۶، کتاب التوحید، بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: {وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ} [القیامۃ:23]، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا

اور نہ ان کی طرف رحمت سے دیکھے گا۔ ایک وہ جس نے کسی سامان کے متعلق قسم کھائی کہ اسے اس نے اتنے میں خریدا ہے، حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم اس لیے کھائی کہ کسی مسلمان کا مال ناحق مار لے اور تیسرا وہ شخص جس نے ضرورت سے فالتو پانی مانگنے والے کو نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے کہے گا کہ جس طرح تو نے اس زائد ضرورت، فالتو چیز سے دوسرے کو روکا جسے تیرے ہاتھوں نے بنایا بھی نہیں تھا، میں بھی تجھے اپنا فضل نہیں دوں گا۔

اسی طرح کثرت کے ساتھ احادیث وارد ہیں جس سے واضح ہے کہ قیامت حق ہے۔

مزید قیامت سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کی طرف رجوع کریں!

جنت حق ہے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

جنت اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، قرآن وسنت کے واضح دلائل کی روشنی میں اہل حق یعنی مسلمانوں یعنی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جنت حق ہے اور جنت اس وقت موجود ہے۔ جو جنت کے وجود کا منکر ہے وہ کافر ہے کیوں کہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

"شفا شریف" میں ہے:

وَكَذٰلِكَ من أنكر الجَنّة أَو النّار أَو البَعْث أَو الحساب أَو القيامة فهو كافِر بإجماع۔

(الشفا بتعریف الحقوق المصطفیٰ، ج۲ ص۲۹۰، القسم الرابع، الباب الثالث، فصل فی بیان ما هو من المقالات کفر، الناشر دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع)

یعنی: جو شخص جنت یا جہنم یا قیامت یا حساب یا قیامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

"فتاوٰی رضویہ" میں ہے:

"یونہی یہ سمجھنا کہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں، نہ

حوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانیت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے، یہ بھی قطعًا یقینا کفر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ مترجم، ج۲۹ ص۳۸۱ تا ۳۸۳، رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل و المصطفیٰ والآل والأصحاب، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

جنت کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ: جنت ایک مکان ہے جسے للہ تعالیٰ نے اپنے ایمان دار بندوں کے لیے بنایا ہے، جنت میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا، دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ چیز کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں، جنت کتنی وسیع ہے، اس کو اللہ و رسول عزوجل وصلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جانیں، اِجمالی بیان یہ ہے کہ جنت میں سو ۱۰۰ درجے ہیں۔ ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے، جو آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ رہا یہ کہ خود اُس درجہ کی کیا مسافت ہے تو اس کے متعلق کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں، البتہ حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو ۱۰۰ برس تک تیز گھوڑے پر سوار چلتا رہے اور ختم نہ ہو۔ جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تیز گھوڑے کی ستّر برس کی راہ ہوگی، جنت میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں اور ایسے صاف وشفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا اندر سے دکھائی دے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مُشک کے گارے سے بنی ہیں، ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، زمین زعفران کی، کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنتِ عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے، ایک یاقوتِ سرخ کی، ایک زَبَرْجَد سبز کی، اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے، موتی کی کنکریاں، عنبر کی مٹی، جنت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا جس کی بلندی ساٹھ میل ہے، جنت میں چار دریا ہیں، ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا، وہاں کی شراب

دنیا کی سی نہیں جس میں بد بُو اور کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے اور پینے والے بے عقل ہو جاتے ہیں اور آپے سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے ہیں، بلکہ جنت کا وہ پاک شراب اِن سب باتوں سے پاک و منزّہ ہے۔ جنتیوں کو جنت میں ہر قسم کے لذیذ سے لذیذ کھانے ملیں گے، جو چاہیں گے فوراً ان کے سامنے موجود ہوگا، اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کے گوشت کھانے کو جی ہو تو اُسی وقت بُھنا ہوا اُن کے پاس آجائے گا، اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہو تو کوزے خود ہاتھ میں آجائیں گے، ان میں ٹھیک اندازے کے موافق پانی، دودھ، شراب، شہد ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ، بعد پینے کے خود بخود جہاں سے آئے تھے چلے جائیں گے۔ جنت میں نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک، رینٹھ، کان کا میل، بدن کا میل بالکل نہ ہوں گے، بلکہ جنتیوں کو ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی جس کے سبب جنتیوں سے خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا، اور سب کھانا ہضم ہوجائے گا اور ڈکار اور پسینے سے مشک کی خوشبو نکلے گی۔ جنت میں ہر شخص کو ۱۰۰ سو آدمیوں کے کھانے، پینے، جماع کی طاقت دی جائے گی۔ جنت میں ہر وقت جنتیوں کی زبان سے تسبیح و تکبیر بہ قصد اور بلا قصد مثل سانس کے جاری ہوگی۔ جنتیوں کے نہ لباس پرانے پڑیں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔ جنت میں جنتیوں کے درمیان آپس میں کوئی اختلاف و بغض نہ ہوگا، ان میں ہر ایک کو حورِ عین میں کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستّر ستّر جوڑے پہنے ہوں گی، پھر بھی ان لباسوں اور گوشت کے باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا، جیسے سفید شیشے میں شرابِ سُرخ دکھائی دیتی ہے، آدمی اپنے چہرے کو اس کے رُخسار میں آئینہ سے بھی زیادہ صاف دیکھے گا اور اس پر ادنیٰ درجہ کا جو موتی ہوگا، وہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کر دے۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں کے درمیان رکھے گا تو سینہ کی طرف سے کپڑے اور جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔ مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کنواری پائے گا،

مگر اس کی وجہ سے مرد و عورت کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، ادنیٰ جنتی کے لیے اَسّی ۸۰ ہزار خادم اور ۷۲ بہتّر بیبیاں ہوں گی اور اُن کو ایسے تاج ملیں گے کہ اس میں کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان روشن کر دے، جنت میں نیند نہیں، کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں۔ جنتی جب جنت میں جائیں گے ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا اور اس کے فضل کی حد نہیں۔

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱، ص ۱۵٤ تا ۱٦۳، جنت کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

جنت کے وجود پر قرآن و حدیث میں کثرت کے ساتھ دلائل موجود ہیں جن میں سے چند دلائل نقل ہیں ملاحظہ فرمائیں!

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَسَارِعُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ أُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِينَ﴾ [آل عمران: 133]

اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض تمام آسمان اور زمینیں ہیں جو متقین کیلیے تیار کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿سَابِقُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ أُعِدَّتۡ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦۚ﴾ [الحدید: 21]

بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی "اتنی ہے" جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ تیار ہوئی ہے ان کے لیے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ﴾ [التوبة: 100]

اور مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے

پہلے ایمان لانے والے اور جن مسلمانوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنت تیار کی ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُۖ كُلَّمَا رُزِقُواْ مِنۡهَا مِن ثَمَرَةٖ رِّزۡقٗا قَالُواْ هَٰذَا ٱلَّذِي رُزِقۡنَا مِن قَبۡلُۖ وَأُتُواْ بِهِۦ مُتَشَٰبِهٗاۖ وَلَهُمۡ فِيهَآ أَزۡوَٰجٞ مُّطَهَّرَةٞۖ وَهُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ﴾ [البقرة: 25]

اورخوش خبری دے، انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، کہ ان کے لیے باغ "جنتیں" ہیں، جن کے نیچے نہریں رواں جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا، (صورت دیکھ کر) کہیں گے، یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ (صورت میں) ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَقَدۡ رَءَاهُ نَزۡلَةً أُخۡرَىٰ ١٣ عِندَ سِدۡرَةِ ٱلۡمُنتَهَىٰ ١٤ عِندَهَا جَنَّةُ ٱلۡمَأۡوَىٰٓ﴾ [النجم: 13-15]

اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ جنت حق ہے جنت موجود ہے جنت کا انکار قرآن کی صریح آیات کا انکار ہے۔

ہوسکتا ہے آپ کے ذہن میں سوال آئے کہ کہیں جنت کہیں جنات آیا ہے اس کا مطلب کیا ہے تو جواب کے لیے یہ روایت پڑھیں کہ:

قال ابن عباس رضی الله عنه: إنما قال: جَنَّاتٍ بلفظ الجمع لكون الجنان سبعا: جنة الفردوس، وعدن، وجنة النعيم، ودار الخلد، وجنة المأوى، ودار السلام، وعليّين

[الراغب الأصفهاني، المفردات في غريب القرآن، ٢٠٤، كتاب الجيم۔ جن، الناشر دار القلم الدار الشامية دمشق بيروت]

یعنی: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: جمع کے صیغہ سے "جنات" اس لیے فرمایا ہے کہ جنتیں سات ہیں: (١) جنت الفردوس (٢) جنت عدن (٣) جنت النعیم (٤) دارالخلد (٥) جنت الماوی۔ (٦) دارالسلام (٧) علیین۔

حدیث شریف میں ہے:

أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِيلَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا،

(سنن ابی داؤد، ج ٤، ص ٢٣٦، حدیث نمبر ٤٧٤٤، کتاب السنة، باب فی خلق الجنة والنار، الناشر المکتبة العصریة صیدا بیروت)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ نے جنت کو پیدا کیا تو جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھو، وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر واپس آئے، اور کہنے لگے: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم، اس کے متعلق جو کوئی بھی سنے گا وہ اس میں ضرور داخل ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ قَالَ: "بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ فَقَالُوا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا، فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ: أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللَّهِ"

(بخاری شریف، ج ٤، ص ١١٧، حدیث نمبر ٣٢٤٢، کتاب بدء الخلق، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں جنت دیکھی، میں نے اس میں ایک عورت کو دیکھا جو ایک محل کے کنارے وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا محل ہے۔ مجھے ان کی غیرت یاد آئی اور میں وہاں سے فوراً لوٹ آیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ کے ساتھ بھی غیرت کروں گا؟

حدیث شریف میں ہے: ثُمَّ انْطَلَقَ بِي، حَتَّى انْتَهَى بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لاَ أَدْرِي مَا هِيَ؟ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ"

(بخاری شریف، ج۱، ص۷۸، حدیث نمبر ۳۴۹، کتاب الصلاۃ، بَابٌ: كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلاَةُ فِي الإِسْرَاءِ؟، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: سفر معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے بتانے لگے یہاں تک کہ فرمایا: پھر حضرت جبریل علیہ السلام مجھے لے گئے حتی کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اس کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا، میں از خود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں، پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا، اچانک میں نے جنت میں موتی کی لڑیاں دیکھیں اور جنت کی مٹی مشک تھی۔

حدیث شریف میں ہے: أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَرَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ غَدْوَةٌ، خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الجَنَّةِ، أَوْ مَوْضِعُ قِيدٍ - يَعْنِي سَوْطَهُ - خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا«

(بخاری شریف، ج۴، ص۱۷، حدیث نمبر ۲۷۹۶، کتاب الجهاد والسیر، بَابُ الحُورِ العِينِ، وَصِفَتِهِنَّ يُحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ، شَدِيدَةُ سَوَادِ العَيْنِ، شَدِيدَةُ بَيَاضِ العَيْنِ" الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بیان کرتے تھے کہ اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام بھی گزار دینا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے اور کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ کے برابر جگہ بھی یا (راوی کو شبہ ہے) ایک قید جگہ، قید سے مراد کوڑا ہے، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی کوئی حور زمین کی طرف جھانک بھی لے تو زمین و آسمان اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ منور ہو جائیں اور خوشبو سے معطر ہو جائیں۔ اس کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بڑھ کر ہے۔

حدیث شریف میں:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا«

یعنی: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ (جنت کی تھوڑی سی جگہ) دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سے بہتر ہے۔

(بخاری شریف، ج۴، ص۱۱۹، حدیث نمبر ۳۲۵۰، کتاب بدء الخلق، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ، الناشر دار طوق النجاۃ)

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »فِي الجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ«

(ترمذی شریف، ج۴، ص۶۷۴، حدیث نمبر ۲۵۲۹، ابواب صفۃ الجنۃ، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دَرَجَاتِ الجَنَّةِ، الناشر شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔ مصر)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

قَالَ مُعَاذٌ: أَلَا أُخْبِرُ بِهَذَا النَّاسَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »ذَرِ النَّاسَ يَعْمَلُونَ فَإِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ۔

(ترمذی شریف، ج ٤، ص ٦٧٤، حدیث نمبر ٢٥٣٠، ابواب صفة الجنة، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ، الناشر شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی-مصر)

یعنی: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو چھوڑ دو وہ عمل کرتے رہیں اس لیے کہ جنت میں سو درجے ہیں اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کے زمین وآسمان کے درمیان کا۔

حدیث شریف میں ہے:

حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيعَ، مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا«

(مسلم شریف، ج ٤، ص ٢١٧٦، حدیث نمبر ٢٨٢٨، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، بَابُ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ جس کے سائے میں چلنے والا عمدہ تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال تک چل کر بھی اسے طے نہیں کر سکتا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ، طُولُهَا سِتُّونَ مِيلًا، لِلْمُؤْمِنِ فِيهَا أَهْلُونَ، يَطُوفُ عَلَيْهِمِ

الْمُؤْمِنُ فَلَا يَرَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا«

(مسلم شریف، ج ٤، ص ٢١٨٢، حدیث نمبر ٢٨٣٨، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، بَابٌ فِي صِفَةِ خِيَامِ الْجَنَّةِ وَمَا لِلْمُؤْمِنِينَ فِيهَا مِنَ الْأَهْلِينَ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن آدمی کے لیے جنت میں ایک کھوکھلے موتیوں کا خیمہ ہوگا جس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی مومن اور ان کے متعلقین اس میں رہیں گے مومن اس کے ارد گرد چکر لگائیں گے اور کوئی ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکے گا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ المَاءِ وَبَحْرَ العَسَلِ وَبَحْرَ اللَّبَنِ وَبَحْرَ الخَمْرِ، ثُمَّ تُشَقَّقُ الأَنْهَارُ بَعْدُ۔

(سنن الترمذی، ج ٤، ص ٦٩٩، حدیث نمبر ٢٥٧١، ابواب صفة الجنة، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ، الناشر شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی-مصر)

یعنی: حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں پانی کا سمندر ہے، شہد کا سمندر ہے، دودھ کا سمندر ہے اور شراب کا سمندر ہے، پھر اس کے بعد چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: »إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ، وَلَا يَتْفُلُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ« قَالُوا: فَمَا بَالُ الطَّعَامِ؟ قَالَ: »جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ، يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ، كَمَا تُلْهَمُونَ النَّفَسَ«،

(مسلم شریف، ج ٤، ص ٢١٨٠، حدیث نمبر ٢٨٣٥، کتاب الجنة وصفة ونعیمها واهلها، بَابٌ فِي صِفَاتِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِهَا وَتَسْبِيحِهِمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت والے جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے اور تھوکیں گے نہیں اور نہ ہی پیشاب کریں گے اور نہ ہی پاخانہ کریں گے اور نہ ہی ناک صاف کریں گے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا تو پھر کھانا کدھر جائے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈکار اور پسینہ آئے گا اور پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا اور ان کو تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ اور تحمید یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا الہام ہوگا جس طرح کہ انہیں سانس کا الہام ہوتا ہے۔

اسی طرح اور بھی کثرت سے احادیث موجود ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جنت حق ہے جنت موجود ہے۔

جہنم حق ہے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

جہنم یعنی دوزخ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے قرآن وسنت کے واضح دلائل کی روشنی میں اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جہنم حق ہے اور جہنم اس وقت موجود ہے جو جہنم کے وجود کا منکر ہے وہ کافر ہے کیوں کہ یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے۔

"شفا شریف" میں ہے:

وَكَذَٰلِكَ من أَنْكَر الْجَنَّة أَو النَّار أَو البَعْث أَو الحساب أَو القيامة فهو كافِر بإجماع۔

(الشفا بتعریف الحقوق المصطفیٰ، ج۲ ص۲۹۰، القسم الرابع، الباب الثالث، فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر، الناشر دار الفکر الطباعة والنشر والتوزيع)

یعنی: جو شخص جنت یا جہنم یا قیامت یا حساب یا قیامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

"فتاوٰی رضویہ" میں ہے:

''دوزخ اور اس کے جاں گزا حالات (کہ وہ ہر تکلیف واذیت جو ادراک کی جائے اور تصور میں لائی جائے، ایک ادنی حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، والعیاذ

باللہ)۔۔۔۔حق (ہے)۔

اسی "فتاویٰ رضویہ" میں ہے:

'یاد رکھنا چاہیے کہ وحی الٰہی کا نزول، کتبِ آسمانی کی تنزیل، جن وملائکہ، قیامت وبعث، حشر ونشر حساب وکتاب، ثواب وعذاب اور جنت ودوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدر اسلام سے اب تک چودہ سو ۱۴۰۰ سال کے کافہ مسلمین ومومنین دوسرے ضروریاتِ دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آرہے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔ جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنیٰ گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنت ودوزخ وحشر ونشر وثواب وعذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے۔ یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا۔ اور عذاب، اپنے برے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں وہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

نیز "فتاویٰ رضویہ" میں یہ بھی ہے:

''یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھو اور زنجیریں ہیں اور نہ وہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے، نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے، یہ سب کفر قطعی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۲۹ ص۳۸۱ تا ۳۸۳، رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والأصحاب، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

جہنم یعنی دوزخ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ: دوزخ ایک مکان ہے یعنی دوزخ ایسی جگہ کا نام ہے جو بدکاروں اور کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور انہیں روز محشر ہونے والے حساب کے بعد اس میں پھینک دیا جائے گا۔ کافر اس میں ہمیشہ قید رکھے جائیں گے۔ دوزخ میں تیز بھڑکتی ہوئی آگ ہے اور اس میں روشنی کا کوئی نام ونشان

نہیں، جہنم کی گرمی کا عالم یہ ہے کہ اگر جہنم کو سوئی کے ناکے کے برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں، جہنم کی گہرائی کا عالم یہ ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اُس میں پھینکی جائے تو ستّر برس میں بھی تہ تک نہ پہنچے گی، جہنم میں مختلف طبقات و وَادی اور کوئیں ہیں بعض وادی ایسی ہیں کہ جہنم بھی ہر روز ستّر مرتبہ یا زیادہ اُن سے پناہ مانگتا ہے، جہنم میں جہنمیوں کو قسم قسم کے دردناک عذاب ہوں گے جس کے سبب جہنمیوں کی شکلیں ایسی ہو جائیں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اُسی صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبُو کی وجہ سے مر جائیں۔ دوزخ کے متعلق تفصیلات کے لیے "بہار شریعت، حصہ ۱، ص ۱٦٥ تا ۱۷۳، دوزخ کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی" کا مطالعہ کیجیے!

جہنم کے وجود پر قرآن وحدیث میں کثرت کے ساتھ دلائل موجود ہیں جن میں سے چند دلائل نقل ہیں ملاحظہ فرمائیں!

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ [البقرۃ: 206]

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا بچھونا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ [آل عمران: 12]

فرمادو، کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا بچھونا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا﴾ [النساء: 55]

تو ان میں کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور دوزخ کافی ہے بھڑکتی آگ۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ [النساء: 115]

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [الأعراف: 179]

اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے بہت جن اور آدمی اور دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ

تَكۡنِزُوۡنَ﴾[التوبة: 35]

جس دن تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿اَلَّذِيۡنَ يُحۡشَرُوۡنَ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓـئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيۡلًا﴾[الفرقان:34]

وہ جو جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اپنے منہ کے بل ان کا ٹھکانا سب سے برا اور وہ سب سے گمراہ۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَّيُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ الظَّآنِّيۡنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوۡءِ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَلَعَنَهُمۡ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا﴾[الفتح: 6]

اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برا گمان رکھتے ہیں، ان ہی پر بری گردش ہے، اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا اور لعنت فرمائی اور ان کے لئے دوزخ کو تیار کیا اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔

اسی طرح اور بھی کثرت سے قرآنی آیات ہیں جن سے واضح ہے کہ جہنم کی تخلیق ہو چکی ہے اور جہنم میں بہت ہی دردناک عذاب دیا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ......قَالَ: " فَلَمَّا خَلَقَ اللهُ النَّارَ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ

فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا.

(سنن ابی داؤد، ج٤، ص٢٣٦، حدیث نمبر ٤٧٤٤، کتاب السنة، باب في خلق الجنة والنار، الناشر المكتبة العصرية صيدا بيروت)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔۔۔۔ اور جب اللہ نے جہنم کو پیدا کیا تو فرمایا: اے جبرئیل! جاؤ اور اسے دیکھو، وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر واپس آئے اور کہنے لگے: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! جو اس کے متعلق سنے گا اس میں داخل نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ يَقُولُ: اللهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ "

(مسلم شریف، ج١، ص٤١٢، حدیث نمبر ٥٨٨، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، بَابُ مَا يُسْتَعَاذُ مِنْهُ فِي الصَّلَاةِ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھ لے تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔ "اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت میں آزمائش سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «نَارُكُمْ هَذِهِ الَّتِي يُوقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا، مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ» قَالُوا: وَاللهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً، يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ

عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا، كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا«،
(مسلم شریف، ج ٤، ص ٢١، حدیث نمبر ٢٨٤٣، کتاب الجنة وصفة ونعیمها و اهلها، بَابٌ فِي شِدَّةِ حَرِّ نَارِ جَهَنَّمَ وَبُعْدِ قَعْرِهَا وَمَا تَأْخُذُ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو ابن آدم روشن کرتا ہے ۔۔۔ جہنم کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصے (کی حرارت) کے برابر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! یہ آگ بھی تو کافی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے انہتر حصے زیادہ رکھا گیا ہے، ہر حصہ اس (دنیا کی آگ) کے مانند گرم ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ - عَلَى مِنْبَرِنَا هَذَا مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ -، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »إِنَّ الصَّخْرَةَ الْعَظِيمَةَ لَتُلْقَى مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَتَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا وَمَا تُفْضِي إِلَى قَرَارِهَا«
(ترمذی شریف تشاکر، ج ٤، ص ٧٠٢، حدیث نمبر ٢٥٧٥، ابواب صفة جهنم، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ قَعْرِ جَهَنَّمَ، الناشر شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی)

یعنی: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس بصرہ کے منبر پر بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ایک بڑا بھاری پتھر جہنم کے کنارہ سے ڈالا جائے تو وہ ستر برس تک اس میں گرتا جائے گا پھر بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچے گا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ« قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ؟

قَالَ: »وَادٍ فِي جَهَنَّمَ، يُتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ أَرْبَعَمِائَةِ مَرَّةٍ«، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ يَدْخُلُهُ؟ قَالَ »أُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِينَ بِأَعْمَالِهِمْ، وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِ الْقُرَّاءِ إِلَى اللهِ الَّذِينَ يَزُورُونَ الْأُمَرَاءَ«
(ابن ماجہ شریف، ج ١، ص ٩٤، حدیث نمبر ٢٥٦، افتتاح الکتاب فی الایمان و فضائل الصحابة و العلم، بَابُ الِانْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بِهِ، الناشر دار احیاء الکتب العربیة الحلبی)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب الحزن سے اللہ کی پناہ طلب کرو! لوگوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جب الحزن کیا ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چارسو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے ان قراء کے لیے تیار کیا گیا ہے جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین قاری وہ ہیں جو مالداروں کا چکر کاٹتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: »أَبْرِدْ« ثُمَّ قَالَ: »أَبْرِدْ« حَتَّى فَاءَ الفَيْءُ، يَعْنِي لِلتُّلُولِ ثُمَّ قَالَ: »أَبْرِدُوا بِالصَّلاَةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ«
(بخاری شریف، ج ٤، ص ١٢٠، حدیث نمبر ٣٢٥٨، کتاب بدء الخلق، بَابُ صِفَةِ النَّارِ، وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ" الناشر دار طوق النجاة)

یعنی: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے (جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ظہر کی اذان دینے اٹھے تو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وقت ذرا ٹھنڈا ہو لینے دو، پھر دوبارہ (جب وہ اذان کے لیے اٹھے تو پھر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہی حکم دیا کہ وقت اور ٹھنڈا ہو لینے دو، یہاں تک کہ ٹیلوں کے نیچے سے سایہ ڈھل گیا، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز ٹھنڈے اوقات میں پڑھا کرو، کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح کثرت سے احادیث موجود ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جہنم موجود ہے۔

مزید معلومات کے لیے علماے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے!

جنّات کا وجود حق ہے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

جنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں اہل حق مسلمانوں یعنی: اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جنات کا وجود ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور جنات کے وجود کا منکر کافر ہے کیوں کہ جنات کے وجود کا اقرار ضروریات دین میں سے ہے۔

"فتاوٰی رضویہ" میں ہے:

''یونہی جن و شیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۲۹، ص۳۸۱ تا ۳۸۳، رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل و المصطفیٰ والآل والأصحاب، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور "بہار شریعت" میں ہے:

اِن کے (یعنی جن کے) وجود کا انکار یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔

(بہار شریعت حصہ ۱، ص۹۹، عقیدہ نمبر ۳، جن کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

جنات کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ: جنات یہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ جنات میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، جنات کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں، جنات کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں، جنات انسان کی طرح ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں، جنات میں مرد و عورت بھی، جنات کھاتے، پیتے، جیتے، مرتے ہیں، جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی مگر جنات کے کفّار انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں۔

جنات سے متعلق مزید تفصیلات کے لیے "بہار شریعت حصہ ۱، ص ۹۸ تا ۹۹، عقیدہ نمبر ۳، جن کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی" کا مطالعہ کیجیے!

جنات کے وجود پر قرآن و حدیث میں کثرت کے ساتھ دلائل موجود ہیں جن میں سے چند دلائل نقل ہیں ملاحظہ فرمائیں!

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: 56]

اور میں نے جن اور آدمی صرف اس لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں نے تمام جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، بلکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن جنات اور انسانوں کے متعلق اللہ تعالی کو ازل میں یہ علم تھا کہ وہ اس کی عبادت کریں گے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے ان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں، اس آیت میں ہر چند کہ جنات اور انسانوں کا ذکر بہ طریق عموم فرمایا ہے لیکن اس سے مراد خصوص ہے اور اس کا معنی ہے: جنات اور انسانوں میں سے جو اہل سعادت ہیں ان کو میں نے صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھ کو واحد مستحق عبادت مانیں اور میں ان کے ظہور کے زمانوں میں اپنے رسولوں کو بھیج کر ان کی زبانوں سے اپنی عبادت کے جو طریقے بتاؤں ان کے مطابق میری عبادت کریں اور میرے رسولوں کی اطاعت کریں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جو بچے اور دیوانے ہیں وہ عبادت کے مکلف نہیں ہیں، حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ ان کو بھی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ "قرآن مجید" میں ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ﴾ [الأعراف: 179]

اور بیشک ہم نے بہت زیادہ جنات اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔

اس آیت کا بھی اسی طرح یہ معنی ہے کہ جن جنات اور انسانوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو ازل میں یہ علم تھا کہ وہ اس کا کفر کریں گے اور اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی عبادت کا مستحق مانیں گے اور ان کو تخلیق میں اور عبادت میں اس کا شریک قرار دیں گے ان کو اللہ تعالیٰ جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں صرف جنات اور انسانوں کو اختیار دیا ہے اور عمل کی آزادی دی ہے اور اس کو ازل میں علم تھا کہ کون کون اپنے اختیار سے اس کی عبادت کرے گا اور کون کون اپنے اختیار سے شرک اور کفر کرے گا اور باقی مخلوق تکوینی اور غیر اختیاری طور پر اس کی عبادت کرتی ہے، پس الذریت آیت نمبر ۵۵ میں ان اہل سعادت جنات اور انسانوں کا ذکر فرمایا جن کو اس نے ان کے حسن اختیار کی وجہ سے عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور الاعراف آیت نمبر ۱۷۹ میں ان اہل شقاوت جنات اور انسانوں کا ذکر فرمایا جن کو اس نے ان کے سوء اختیار کی وجہ سے جہنم کے لیے پیدا فرمایا۔

اور اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو واحد مانیں۔

(ماخوذ از تبیان القرآن سورۃ الذاریات آیت ۵٦)

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ﴾ [الرحمن:15]
اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لُو کے (لپیٹ) سے۔

قرآن مجید میں ہے:
﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝٢٦ وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ﴾ [الحجر: 26-27]
اور بیشک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی، اور جن کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئیں کی آگ سے۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ

بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن: 6]
اور یہ کہ آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کے پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ﴾ [النمل: 39]
ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بیشک اس پر قوت والا امانتدار ہوں۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۖ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ﴾ [سبأ: 12]
اور سلیمان کے بس میں ہوا کر دی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:
﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ [الجن: 1-2]
تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنفُسِنَا ۖ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

أَنَّهُمْ كَانُوا كٰفِرِينَ﴾[الأنعام:130]

اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں کے رسول نہ آئے تھے تم پر میری آیتیں پڑھتے اور تمہیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے کہیں گے ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

ان قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ جنات کا وجود ہے اس کا انکار گویا کہ قرآن کی آیات کا انکار ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَلْقَمَةَ هَلْ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ شَهِدَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ؟ قَالَ: فَقَالَ عَلْقَمَةُ، أَنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقُلْتُ: هَلْ شَهِدَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ؟ قَالَ: لَا وَلَكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَفَقَدْنَاهُ فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الْأَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ. فَقُلْنَا: اسْتُطِيرَ أَوِ اغْتِيلَ. قَالَ: فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا هُوَ جَاءٍ مِنْ قِبَلَ حِرَاءٍ. قَالَ: فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَقَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ. فَقَالَ: »أَتَانِي دَاعِي الْجِنِّ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ« قَالَ: فَانْطَلَقَ بِنَا فَأَرَانَا آثَارَهُمْ وَآثَارَ نِيرَانِهِمْ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ فَقَالَ: " لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ«

(مسلم شریف، ج۱،ص۳۳۲،حدیث نمبر ۴۵۰، کتاب الصلاۃ،بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الْجِنِّ،الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: عامر سے روایت ہے کہ میں نے علقمہ سے پوچھا: کیا لیلۃ الجن کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (یعنی جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں سے ملاقات فرمائی) انہوں نے کہا: نہیں۔ لیکن ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گم ہو گئے۔ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ کی وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ ملے۔ ہم سمجھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن اڑا لے گئے یا کسی نے چپکے سے مار ڈالا اور رات ہم نے نہایت بُرے طور سے بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرا (جبل نور پہاڑ ہے جو مکہ اور منیٰ کے بیچ میں ہے) کی طرف سے آرہے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رات کو آپ ہم کو نہ ملے۔ تو ہم نے آپ کو تلاش کیا جب بھی نہ پایا۔ آخر ہم نے بُرے طور سے رات کاٹی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے جنوں کی طرف سے ایک بلانے والا آیا۔ میں اس کے ساتھ گیا اور جنوں کو قرآن سنایا۔" پھر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور ان کے نشان اور ان کے انگاروں کے نشان بتلائے، جنوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توشہ چاہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس جانور کی ہر ہڈی جو اللہ کے نام پر کاٹا جائے تمہاری خوراک ہے۔ تمہارے ہاتھ میں پڑتے ہی وہ گوشت سے پر ہو جائے گی اور ہر ایک اونٹ کی مینگنی تمہارے جانوروں کی خوراک ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہڈی اور مینگنی سے استنجا مت کرو کیونکہ وہ تمہارے بھائی جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ:

إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ، أَوْ بَادِيَتِكَ، فَأَذَّنْتَ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ: لَا يَسْمَعُ مَدَى

صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ، جِنٌّ وَلاَ إِنْسٌ وَلاَ شَيْءٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(بخاری شریف، ج۱ص۱۲۵، حدیث نمبر ۶۰۹، کتاب الأذان، بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ، الناشر دارطوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان سے کہا میرا خیال ہے کہ تم بکریوں کو اور جنگل کو پسند کرتے ہو۔ پس جب تم اپنی بکریوں میں یا جنگل میں ہو اور نماز کے لیے اذان دو تو بلند آواز کے ساتھ دو کیوں کہ مؤذن کی آواز جہاں تک بھی پہنچے گی اور اسے جن وانس اور دوسری جو چیزیں بھی سنیں گی وہ قیامت کے دن اس کی گواہی دیں گی۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ«

(مسلم شریف، ج۴ ص۲۲۹۴، حدیث نمبر ۲۹۹۶، کتاب الزهد والرقاق، باب في أحاديث متفرقة، الناشر دارطوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے نور سے پیدا گئے اور جن آگ کی لو سے اور سیدنا آدم علیہ السلام اس سے جو قرآن میں بیان ہوا یعنی مٹی سے۔

حدیث شریف میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ - أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا - لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلاَةَ، فَأَمْكَنَنِي اللَّهُ مِنْهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لاَ يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي". قَالَ رَوْحٌ: »فَرَدَّهُ خَاسِئًا«

(بخاری شریف، ج۱ ص۹۹، حدیث نمبر ۴۶۱، کتاب الصلاۃ، بَابُ الأَسِيرِ - أَوِ الغَرِيمِ - يُرْبَطُ فِي المَسْجِدِ، الناشر دارطوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا یا کوئی اور بات اس کی مثل فرمائی، تاکہ وہ میری نماز منقطع کردے، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کردیا، پس میں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا، حتیٰ کہ تم سب صبح کو اس کی طرف دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی، اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطاء فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو (سورۃ ص آیت ۳۵) روح نے کہا: پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کردیا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً لِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَبَيْنَمَا هُوَ يَتْبَعُهُ بِهَا، فَقَالَ: »مَنْ هَذَا؟« فَقَالَ: أَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: »ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا، وَلاَ تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلاَ بِرَوْثَةٍ«. فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ أَحْمِلُهَا فِي طَرَفِ ثَوْبِي، حَتَّى وَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ، فَقُلْتُ: مَا بَالُ العَظْمِ وَالرَّوْثَةِ؟ قَالَ: »هُمَا مِنْ طَعَامِ الجِنِّ، وَإِنَّهُ أَتَانِي وَفْدُ جِنِّ نَصِيبِينَ، وَنِعْمَ الجِنُّ، فَسَأَلُونِي الزَّادَ، فَدَعَوْتُ اللَّهَ لَهُمْ أَنْ لاَ يَمُرُّوا بِعَظْمٍ، وَلاَ بِرَوْثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيْهَا طَعَامًا«

(بخاری شریف، ج۵ ص۴۶، حدیث نمبر ۳۸۶۰، کتاب مناقب الأنصار، باب ذكر الجن، الناشر دارطوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو اور قضائے حاجت کے لیے (پانی کا) ایک برتن لیے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون صاحب ہیں؟ بتایا کہ میں ابوہریرہ ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استنجے کے لیے چند پتھر تلاش کر لاؤ اور ہاں ہڈی اور لید نہ لانا۔ تو میں پتھر لے کر حاضر ہوا۔

میں انہیں اپنے کپڑے میں رکھے ہوئے تھا اور لا کر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اسے رکھ دیا اور وہاں سے واپس چلا آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت سے فارغ ہوگئے تو میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ ہڈی اور گوبر میں کیا بات ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لیے کہ وہ جنوں کی خوراک ہیں۔ میرے پاس نصیبین کے جنوں کا ایک وفد آیا تھا اور کیا ہی اچھے وہ جن تھے۔ تو انہوں نے مجھ سے توشہ مانگا میں نے ان کے لیے اللہ سے یہ دعا کی کہ جب بھی ہڈی یا گوبر پر ان کی نظر پڑے تو ان کے لیے اس چیز سے کھانا ملے۔

اسی طرح اور بھی کثرت سے احادیث ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جنات کی تخلیق ہوئی ہے آگ سے اور وہ موجود ہیں اس لیے مسلمان جنات کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے!

بعثت بعد الموت سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

بعثت بعد الموت یعنی مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا، یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اور ضروریات دین کا منکر کافر ہے لہٰذا جو شخص بعثت بعد الموت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

''تفسیرات احمدیہ'' میں رئیس الفقہاء ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''اعتقادہ واجب منکرہ کافر۔ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ واجب ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۴۳۳، بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول، کتاب العقائد، ص ۳۹، ناشر شبیر برادرز لاہور)

''بہار شریعت'' میں ہے:

''حشر صرف رُوح کا نہیں بلکہ روح و جسم دونوں کا ہے، جو کہے صرف روحیں

اٹھیں گی جسم زندہ نہ ہوں گے، وہ بھی کافر ہے''

(بہار شریعت، ح۱، ص ۱۳۲، عقیدہ ۲، بعنوان، حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظاہر ہونا، ناشر المکتبۃ المدینہ کراچی)

''فتاویٰ فیض الرسول'' میں ہے:

''بعثت بعد الموت یعنی مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو زندہ نہ کرے گا کفر ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیتوں کا انکار ہے۔

(فتاویٰ فیض الرسول، کتاب العقائد، ص ۳۹، ناشر شبیر برادرز لاہور)

اب مندرجہ ذیل میں اس عقیدہ سے متعلق چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

قرآن مجید میں:

﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝١٥ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ تُبْعَثُونَ﴾ [المؤمنون: 15-16]

پھر تم اس تخلیق کے بعد مرو گے پھر تم بروز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تخلیق مکمل ہونے کے بعد جب تمہاری عمریں پوری ہو جائیں گی تو تمہیں ضرور موت آئے گی، پھر تم سب قیامت کے دن حساب و جزا کے لیے اٹھائے جاؤ گے۔

قرآن مجید میں:

﴿قُلْ يُحْيِيهَا ٱلَّذِىٓ أَنشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾ [یس: 79]

تم فرماؤ وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا، اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

قرآن مجید میں:

﴿وَنُفِخَ فِى ٱلصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ﴾ [الزمر: 68]

اور صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّ يَوْمَ ٱلْفَصْلِ كَانَ مِيقَٰتًا ١٧ يَوْمَ يُنفَخُ فِى ٱلصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ١٨﴾ [النبأ: 17-18]

بیشک فیصلہ کا دن ٹھہرا ہوا وقت ہے، جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوجوں کی فوجیں۔

یعنی: جب میدان حشر قائم کیا جائے گا اس دن تمام مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر وہاں فوج در فوج پہنچیں گے۔

قرآن مجید میں:

﴿يَوْمَ يُنفَخُ فِى ٱلصُّورِ ۚ وَنَحْشُرُ ٱلْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ١٠٢﴾ [طه: 102]

جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم اس دن مجرموں کو اٹھائیں گے نیلی آنکھیں۔

یعنی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم، آپ اپنی قوم کو وہ دن یاد دلائیں جس دن لوگوں کو محشر میں حاضر کرنے کے لیے دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور ہم اس دن کافروں کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی اور منہ کالے ہوں گی۔

(تفسیر روح البیان، طہ، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ج ۵، ص ۴۲۵ تفسیر خازن، طہ، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ج ۳، ص ۲۶۳، ملتقطاً، بحوالہ تفسیر صراط الجنان سورہ طٰہٰ آیت ۱۰۲)

قرآن مجید میں ہے:

﴿إِن كُلُّ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ إِلَّآ ءَاتِى ٱلرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ٩٣ لَّقَدْ أَحْصَىٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ٩٤ وَكُلُّهُمْ ءَاتِيهِ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فَرْدًا﴾ [مریم: 93-95]

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے، بیشک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے، اور ان میں ہر ایک روز قیامت اس کے حضور اکیلا حاضر ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَالْجَنَّةُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَالنَّارُ، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: هَذَا مَقْعَدُكَ الَّذِي تُبْعَثُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

(مسلم شریف، ج ۴، ص ۲۱۹۹، کتاب الجنة والصفة ونعیمها واهلها، بَابُ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ، وَإِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْهُ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو صبح شام اس کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنت والوں میں سے ہوتا ہے تو جنت اور اگر وہ دوزخ والوں میں سے ہوتا ہے تو دوزخ والوں کا مقام اسے دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے جہاں قیامت کے دن تجھے اٹھا کر پہنچا دیا جائے گا۔

حدیث شریف میں: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ الجَيْشَ الَّذِي يُخْسَفُ بِهِمْ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: لَعَلَّ فِيهِمُ المُكْرَهُ؟ قَالَ: »إِنَّهُمْ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ«

(ترمذی شریف، ج ۴، ص ۴۶۹، حدیث نمبر ۲۱۷۱، ابواب الفتن، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر)

یعنی: حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا ذکر کیا جو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا: ہوسکتا ہے اس میں کچھ مجبور لوگ بھی ہوں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنی نیتوں پر" قیامت کے دن" اٹھائے جائیں گے۔

حدیث شریف میں ہے: عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اليَمَانِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: »اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ - أَوْ تَبْعَثُ - عِبَادَكَ«

(ترمذی شریف، ج ۵، ص ۴۷۱، حدیث نمبر ۳۳۹۸، ابواب الدعوات، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر)

یعنی: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو اپنا دست مبارک اپنے سر مبارک کے نیچے رکھتے، پھر پڑھتے: »اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ - أَوْ تَبْعَثُ - عِبَادَكَ«اے اللہ! مجھے تو اس دن کے عذاب سے بچالے جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا یا اٹھائے گا۔

مزید اس تعلق سے قرآن وحدیث میں کثرت سے دلائل موجود ہیں طوالت کے خوف سے اتنے پر اکتفا کیا گیا۔اس سے بھی زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے!

ختم نبوت سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حُضور نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو دنیا میں تمام انبیا ومُرسلین کے بعد سب سے آخر میں بھیجا اور رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا۔ نبی اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے زمانے یا حُضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت ملنا ناممکن ہے، یہ دینِ اسلام کا ایسا بنیادی عقیدہ ہے کہ جس کا انکار کرنے والا یا اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کرنے والا کافر و مرتد ہو کر دائرۂ اسلام سے نکل جاتا ہے۔یعنی یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے۔کیوں کہ یہ عقیدہ قطعی ہے اور اس کی قطعیت قران و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے۔قران مجید کی صریح آیت بھی اس تعلق سے موجود ہے اور احادیث تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اور امت کا اجماع قطعی بھی ہے، اس سبب جو کوئی حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی اور کے لیے نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختم نبوت کا منکر کافر اور اسلام سے خارج ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحنہٗ وتعالی کو احد، صمد، لاشریک لہ (یعنی ایک، بے نیاز اور اس کا کوئی شریک نہ ہونا) جاننا

فرض اول ومناط ایمان ہے، یونہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبیٔ جدید کی بعثت کو یقینا محال و باطل جاننا فرض اجل وجزء ایقان ہے۔"﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ﴾ [الأحزاب: 40]" نص قطعی قرآن ہے، اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا، نہ شک کہ ادنی ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا، قطعا اجماعا کافر ملعون مخلد فی النیر ان (یعنی ہمیشہ کے لئے جہنمی) ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکافر جلی الکفر ان (یعنی واضح کافر اور اس کا کفر روشن) ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۱۵، ص ۰ ۳۳، مسئلہ ۱۸، رسالہ جزاء اللہ عدوّہ بابائہٖ ختم النبوّۃ ۱۳۱۶ھ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

علامہ احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ "تفسیر نور العرفان" میں "سورۃ الأحزاب" کی آیت نمبر ۴۰: ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ [الأحزاب:40]

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا حضور کو آخری نبی بنانا علم وحکمت پر مبنی ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ جواب کسی نبی کا آنا یا اس کا امکان مانے تو وہ مرتد ہے جیسے لا الہ الا اللہ سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہوسکتا ایسے ہی لا نبی بعدی سے معلوم ہوا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا یہ دونوں ایک درجہ کے محال ہیں۔ اسی طرح حضور کے زمانے میں کوئی نبی نہ تھا نہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ خاتم النبیین وہ جو سب نبیوں سے پیچھے ہو۔

(نور العرفان سورۃ الأحزاب آیت ۴۰)

اب اس عقیدہ پر چند دلائل مندرجہ ذیل میں نقل کی جارہی ہیں ویسے ایک دلیل

تو اوپر ذکر ہوچکی قرآن مجید سورۃ الأحزاب کی آیت نمبر ٤٠ جو اس عقیدہ پر صریح ہے مزید چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بُنْيَانًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ "

(مسلم شریف، ج ٤، ص ١٧٩١، حدیث نمبر ٢٢ (٢٢٨٦) کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے بہت حسین وجمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ،لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے کہ اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی؟ پھر اپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں (قصر نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبین ہوں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ "

(مسلم شریف، ج ١، ص ٣٧١، حدیث نمبر ٥ (٥٢٣) کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ

تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے چھ وجوہ سے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر فضیلت دی گئی ہے (١) مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں (٢) رعب سے میری مدد کی گئی ہے (٣) میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے (٤) تمام روئے زمین کو میرے لیے طہارت اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا ہے (٥) مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا ہے (٦) اور مجھ پر نبیوں (کے سلسلے) کو ختم کیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ لِي أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا المَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِيَ الكُفْرَ، وَأَنَا الحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي، وَأَنَا العَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ«

(ترمذی شریف ت شاکر، ج ٥، ص ١٣٥، حدیث نمبر ٢٨٤٠، کتاب الادب، باب ما جاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ـ مصر)

یعنی: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالی میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ

(ترمذی شریف ت شاکر، ، کتاب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذہبت النبوۃ وبقیت المبشرات، ج ٤، ص ٥٣٣، الحدیث: ٢٢٧٢، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ـ مصر)

یعنی؛ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی

علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک رسالت اور نبوت ختم ہوگئی، اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: خَلَّفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ تُخَلِّفُنِي فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ: »أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي«

(مسلم شریف، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج ٤، ص ١٨٧٠، الحدیث: ٣٠ (٢٤٠٤) الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)۔

یعنی: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا حاکم بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جارہے ہیں تو حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: 'أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي« یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام جب اپنے رب سے کلام کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے، ہاں یہ فرق ہے کہ حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام نبی تھے جبکہ میری تشریف آوری کے بعد دوسرے کے لئے نبوت نہیں اس لئے تم نبی نہیں ہو۔

اسی طرح کثرت کے ساتھ احادیث موجود ہیں جس سے واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔

مزید حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی ختم نبوت کے دلائل اور منکروں

کے رد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے "فتاوی رضویہ" میں شامل رسالہ 'المبین ختم النبیین'' (حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے دلائل) اور رسالہ ''جزاء اللہ عدوہٗ باباۂ ختم النبوۃ'' (ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کا رد) مطالعہ ضرور فرمائیں!

نبی معصوم ہوتے ہیں سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

قارئین! اولا یہ بات پھر سے ذہن نشین کرلیں کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ انبیاے کرام علیہم السلام معصوم ہیں اور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے جس کا منکر کافر ہے۔

اس عقیدہ کی مختصراً وضاحت یہ ہے کہ: حضرات انبیاے کرام علیہم السلام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں ان کا دامن عصمت، گمراہی سے کبھی بھی داغ دار نہیں ہوسکتا۔ رہے گناہ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کرسکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ گناہ صغائر میں سے ذلیل حرکتوں سے ہمیشہ معصوم ہوتے ہیں نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی اور یہ بھی خیال رہے کہ یہ تفصیل ان امور میں ہے جن کا تبلیغ سے تعلق نہیں، رہے احکام تبلیغیہ ان میں کمی بیشی یا چھپانے سے انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ معصوم ہیں کہ یہ حرکت ان سے نہ تو جان بوجھ کر ہو سکتے ہیں اور نہ ہی بغیر جانے، یہ بھی خیال رہے کہ گناہوں کی یہ تفصیل دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ہیں کہ ان سے بعض گناہ صغیرہ سہواً صادر ہو سکتے ہیں ہاں گناہِ صغیرہ ان سے عمداً صادر نہیں ہو سکتے مگر سید الانبیاء حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ آپ سے کبھی بھی کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوا یعنی ظہور نبوت سے پہلے اور اس کے بعد

آپ نے کوئی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ عمداً نہیں کیا۔

مندرجہ ذیل میں اکابرین اہل سنت و جماعت کی عبارات نقل کی جارہی ہیں جس سے اس عقیدہ کی مزید وضاحت سمجھی جاسکتی ہے ملاحظہ فرمائیں!

امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوق خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۹، ص ۳۵۹، مسئلہ نمبر ۱۳۵ و ۱۳۶، رسالہ الاعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے' اور عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو جس کے سبب ان سے صدور گناہ محال ہے۔ انبیاء علیہم السلام شرک وکفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب وخیانت اور جہل وغیرہ صفات ذمیمہ' نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر ''گناہوں'' سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمدً اصغائر ''گناہوں'' سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

(بہار شریعت، حصہ ۱، ص ۴۰ تا ۴۱، مسئلہ نمبر ۱۶ تا ۱۷، عقائد متعلقہ نبوت، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

مفتی اعظم مراد آباد علامہ مفتی حبیب اللہ خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''یہ مسئلہ اجماعی اور یقینی ہے کہ حضرات انبیائے کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات معصوم ہوتے ہیں۔ اصولِ عقائد میں سے ہے کہ یہ حضرات گناہِ صغیرہ و کبیرہ سے قصداً معصوم ہیں۔ جہاں کہیں قرآنِ کریم و حدیث شریف میں ان کی

عصمت کے خلاف ان سے کسی گناہ کے صادر ہونے کا ذکر آیا ہے اس کی ایسی تاویل ضروری ہے جس سے ان کی عصمت پر کوئی حرف نہ آئے۔

(حبیب الفتاوی المعروف فتاوی نعیمیہ، ج ۱، ص ۴۶، مسئلہ نمبر ۲۸، بحوالہ مجموعہ فتاویٰ اہل سنت آن لائن ایپ)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت سے متعلق تحقیق یہ ہے کہ آپ سے مطلقاً گناہوں کا صدور نہیں ہوا کبیرہ نہ صغیرہ بعثت سے پہلے نہ بعثت کے بعد سہواً نہ عمداً صورۃ نہ حقیقۃ۔

(شرح صحیح مسلم، ج ۷، ص ۳۰۷، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام۔ ناشر فرید بک سٹال کراچی لاہور)

اب دلائل ملاحظہ کریں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ۝٤٢﴾ [الحجر: 42]

بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوا ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں۔

اور شیطان نے خود بھی اقرار کیا تھا کہ:

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝٣٩ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ﴾ [الحجر: 39-40]

بولا اے رب میرے! قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کردوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ انبیاے کرام علیہم السلام تک شیطان کی پہنچ نہیں۔ اور وہ انہیں نہ تو گمراہ کر سکے اور نہ بے راہ چلا سکے۔ پھر ان سے گناہ کیوں کر سرزد ہوں! تعجب ہے کہ شیطان تو انبیاے کرام علیہم السلام کو معصوم مان کر ان کو بہکانے سے اپنی معذوری ظاہر کرے مگر اس زمانے کے کچھ بے دین لوگ ان حضرات (انبیاے کرام علیہم السلام) کو مجرم مانیں یقیناً یہ شیطان سے بدتر ہیں۔

(بحوالہ: جاء الحق؛ مصنف: مفتی احمد یار خان نعیمی؛ صفحہ نمبر ۴۰۸)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ﴾ [النساء: 64]

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

اس آیت میں رسولوں کی تشریف آوری کا مقصد بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ اسی لیے اللہ تعالی انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معصوم بناتا ہے کیونکہ اگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام خود گناہوں کے مرتکب ہوں گے تو دوسرے ان کی اطاعت و اتباع کیا کریں گے۔ رسول کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا طریقہ ہی رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ اس سے ہٹ کر اطاعت الٰہی کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں لہٰذا جو رسول کی اطاعت کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا اگرچہ ساری زندگی سر پر قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔

احادیث سے دلائل۔ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ"، قَالُوا: وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: "وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ، فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ"۔

یعنی: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ اس کا جن ساتھی مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا آپ کے ساتھ بھی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور میرے ساتھ بھی مگر اللہ نے میری اس پر مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا، پس وہ مجھے نیکی ہی کا حکم کرتا ہے۔

[صحیح مسلم «ج ٤ ،ص ٢١٦٧ ،حدیث نمبر ٢٨١٤ ، كِتَاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ... «بَابُ تَحْرِيشِ الشَّيْطَانِ وَبَعْثِهِ سَرَايَاهُ لِفِتْنَةِ النَّاسِ وَأَنَّ مَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ قَرِينًا، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان]

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ"، قُلْنَا: وَمِنْكَ، قَالَ: "وَمِنِّي وَلَكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ، فَأَسْلَمُ".

[جامع الترمذی ت شاکر «ج ٣ ،ص ٤٦٧ ،حدیث نمبر ١١٧٢ ،ابواب الرَّضَاعِ «بَاب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الدُّخُولِ عَلَى الْمُغِيبَاتِ ۔باب ١، الناشر شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ۔مصر]

یعنی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس عورت کا خاوند موجود نہ ہو اس عورت کے پاس مت جاؤ کیوں کہ شیطان انسان کے خون کی جگہ میں گردش کرتا ہے لوگوں نے عرض کی "کیا" آپ کا بھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! لیکن اللہ نے اس "شیطان" کے خلاف میری مدد کی اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، قَالَ حِينَ قَالُوا: خَشِينَا أَنَّ الَّذِي بِرَسُولِ اللّٰهِ ذَا الْجَنْبِ، قَالَ: "إِنَّهَا مِنَ الشَّيْطَانِ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُسَلِّطَهُ عَلَيَّ".

[المستدرک علی الصحیحین، ج ٤ ،ص ٤٤٩ ،حدیث نمبر ٨٢٣٥ ، کتاب الطب، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان]

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت میں کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو کہیں ذات الجنب کی بیماری نہ ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بیماری شیطانی اثر ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ میرے اوپر مسلط فرما دے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: » كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ، وَقَالُوا: أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا، فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَوْمَأَ بِإِصْبَعِهِ إِلَى فِيهِ، فَقَالَ: اكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ.«

(سنن ابی داؤد، ج ۳، ص ۳۱۸، حدیث نمبر ۳۶۴۶، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم، الناشر المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت)

یعنی: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ہر اس حدیث کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا یاد رکھنے کے لیے لکھ لیتا، تو قریش کے لوگوں نے مجھے لکھنے سے منع کر دیا، اور کہا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر سنی ہوئی بات کو لکھ لیتے ہو؟ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، غصے اور خوشی دونوں حالتوں میں باتیں کرتے ہیں، تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی سے اپنے منہ شریف کی طرف اشارہ کیا اور ارشاد فرمایا: لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اس (منہ) سے حق بات کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں!

بعض علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے ''بعض علم غیب عطائی'' کا عقیدہ رکھنا یہ ضروریات دین سے ہے۔

چناں چہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ "فتاوی رضویہ" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اگر علم غیب بعطائے الٰہی کثیر و وافر اشیاء وصفات واحکام و برزخ و معاد و اشراط ساعت و گزشتہ و آئندہ (کے علم) کا منکر ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے) تو صریح گمراہ بددین و منکر قرآن عظیم و احادیث متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں

غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملنا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقینا کافر''

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۶، ص ۱۳۶، مسئلہ نمبر ۶۶۷، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور "حبیب الفتاوی" میں علامہ مولانا مفتی حبیب اللہ خان نعیمی اشرفی بھاگل پوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''مطلق علم غیب عطائی رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسئلہ قبیلِ اعتقاد سے ہے اس کے لئے نصوصِ قطعیہ موجود ہیں۔

(حبیب الفتاویٰ، ج ۱، ص ۳۱ تا ۳۳، مسئلہ نمبر ۲۲، بحوالہ مجموعہ فتاویٰ اہل سنت آن لائن ایپ)

قرآن سے دلائل: رب عزوجل فرماتا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطۡلِعَكُمۡ عَلَى ٱلۡغَيۡبِ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَجۡتَبِي مِن رُّسُلِهِۦ مَن يَشَآءُ﴾ [آل عمران: 179] اور نہیں ہے اللہ کہ آگاہی بخشے تم سب کو غیب پر لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے) (معارف القران)۔ اور فرماتا ہے۔ {عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلَىٰ غَيۡبِهِۦٓ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ٱرۡتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ} [الجن: ۲۷] (اور وہ غیب کا جاننے والا ہے تو نہیں مکمل آگاہی دیتا غیب پر کسی کو مگر جسے چن لیا رسول سے) (معارف القران)۔ اور فرماتا ہے۔ {وَمَا هُوَ عَلَى ٱلۡغَيۡبِ بِضَنِينٍ} [تکویر: ۲۴] (اور نہیں ہیں وہ غیب بتانے میں بخیل) (معارف القران)۔ اور فرماتا ہے۔ {وَ عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ وَ كَانَ فَضۡلُ اللهِ عَلَيۡكَ عَظِيمًا} [النساء: ۱۱۳] (اور سکھا دیا سب کچھ جو نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بہت بڑا ہے (معارف القران)۔ اور فرماتا ہے۔ ﴿ذَٰلِكَ مِنۡ أَنۢبَآءِ ٱلۡغَيۡبِ نُوحِيهِ إِلَيۡكَۖ وَمَا كُنتَ لَدَيۡهِمۡ إِذۡ أَجۡمَعُوٓاْ أَمۡرَهُمۡ وَهُمۡ يَمۡكُرُونَ﴾ [یوسف: 102] (یہ غیب کی باتیں ہیں جن کی وحی فرماتے ہیں ہم تمہاری طرف حالانکہ تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ ایک رائے ہوئے تھے اپنے معاملہ میں اور ترکیب نکالیں) (معارف القران)۔ اور فرماتا ہے۔ ﴿ذَٰلِكَ مِنۡ

أَنۢبَآءِ ٱلۡغَيۡبِ نُوحِيهِ إِلَيۡكَۚ وَمَا كُنتَ لَدَيۡهِمۡ إِذۡ يُلۡقُونَ أَقۡلَٰمَهُمۡ أَيُّهُمۡ يَكۡفُلُ مَرۡيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيۡهِمۡ إِذۡ يَخۡتَصِمُونَ﴾ [آل عمران: 44] (یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ذریعہ وحی بتاتے ہیں ہم تم کو اور نہ تھے تم ان کے پاس جب وہ قلمیں پھینکتے تھے کہ کون کفیل ہو مریم کا اور نہ تھے تم ان کے پاس جب وہ جھگڑتے ہیں (معارف القران) اور فرماتا ہے۔ ﴿تِلۡكَ مِنۡ أَنۢبَآءِ ٱلۡغَيۡبِ نُوحِيهَآ إِلَيۡكَۖ﴾ [هود: 49] (یہ غیب کی خبریں جو وحی فرماتے ہیں ہم تم تک (معارف القران)۔مسلمانوں کو فرماتا ہے ﴿يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ﴾ یعنی غیب پر ایمان لاتے ہیں (معارف القران)۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شئ کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن۔

(ماخوذ از حبیب الفتاوی، ج۱،ص۳۱ تا ۳۳، مسئلہ نمبر ۲۲، بحوالہ مجموعہ فتاوی اہل سنت آن لائن ایپ)

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے علم غیب عطا فرمایا ہے۔

احادیث سے دلائل۔حدیث شریف میں:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا، فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الخَلْقِ، حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ، وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ

یعنی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ہم کو ابتداء آفرینش سے خبریں دینی شروع کیں حتیٰ کہ اہل جنت اپنی منازل میں داخل ہو گئے اور اہل نار اپنی منازل میں داخل ہو گئے جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

(صحیح البخاری ج ٤، ص ١٠٦، حدیث نمبر ٣١٩٢، کتاب بدء الخلق، بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ} [الروم: 27]، الناشر دار طوق النجاۃ)

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: «قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا، مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ، إِلَّا حَدَّثَ بِهِ»، حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ،

یعنی: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرما دیا، کوئی چیز نہ چھوڑی، جسے یاد رہا یاد رہا، جو بھول گیا بھول گیا۔

(مسلم شریف، ج ٤، ص ٢٢١٧، حدیث نمبر ٢٨٩١، کتاب الفتن واشراط الساعة، بَابُ إِخْبَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اور "بخاری شریف" میں یہ روایت یوں ہے:

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً، مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ»، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ، إِنْ كُنْتُ لَأَرَى الشَّيْءَ قَدْ نَسِيتُ، فَأَعْرِفُ مَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ إِذَا غَابَ عَنْهُ فَرَآهُ فَعَرَفَهُ

یعنی: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایسا خطبہ دیا جس میں ''کوئی چیز نہ چھوڑی، قیامت تک ہونے والی ہر چیز بتا دی جس نے یاد رکھی، یاد رکھی اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔ میرے ان ساتھیوں کو علم ہے، اس میں سے کوئی بات میں بھول جاتا ہوں پھر ہوتے دیکھتا ہوں تو یاد آ جاتی ہے جیسے کوئی شخص دوسرے کا چہرہ پہچانتا ہے پھر وہ اس سے غائب ہو جاتا ہے پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔''

(بخاری شریف، کتاب القدر، باب وکان امر اللہ قدرا مقدورًا، ج ٨، ص ١٢٣، الرقم: ٦٦٠٤، الناشر دار طوق النجاۃ)

ان دلائل سے واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے علم غیب عطا فرمایا ہے۔

ضروری تنبیہ!

عالم الغیب والشہادۃ کا اطلاق حضور ﷺ پر جائز نہیں

یاد رکھیں کہ: اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے اور عالم الغیب والشہادۃ کی خصوصیت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید ہے:

﴿عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ وَٱلشَّهَٰدَةِۚ وَهُوَ ٱلۡحَكِيمُ ٱلۡخَبِيرُ ۝﴾ [الأنعام: 73] ہر چھپے اور ظاہر کو جاننے والا، اور وہی حکمت والا خبردار۔

ہاں! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی عالم غیب یعنی غیب داں ضرور ہیں۔لیکن عالم الغیب یا عالم الغیب والشہادۃ کا اطلاق حضور پر جائز نہیں۔

جیسا کہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ "فتاوی رضویہ" میں لکھتے ہیں:

''ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اُس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے............حضور صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعًا بے شمار غیوب و ما کان و ما یکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعًا عزت جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل ہے نہ ہوسکتا ہے مگر محمد عز وجل کہنا جائز نہیں..........

[فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۲۹ ص٤٠٤، رسالہ الاعتقاد الاحباب فی الجمیل المصطفیٰ والآل والأصحاب، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور]

علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ" فتاوٰی فیض الرسول" میں لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب یعنی غیب داں ضرور ہیں.لیکن عالم الغیب کا اطلاق حضور پر جائز نہیں.ھکذا قال العلماء لاھل السنۃ ولجماعۃ۔

[فتاویٰ فیض الرسول ج۱ص۲٤، بعنوان کتاب العقائد،]

اور نائب مفتی اعظم ہند علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ" فتاوٰی شارح بخاری" میں لکھتے ہیں:

''بعض الفاظ کی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہوتے ہیں،ان کا اطلاق اللہ عزوجل کے علاوہ کسی پر نہیں ہوتا، جیسے رحمٰن' کہ اگر چہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں مگر حضور کو رحمٰن کہنا منع ہے۔اسی طرح اگر چہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں مگر عالم الغیب کہنا منع ہے۔

[فتاویٰ شارح بخاری ج۱،ص٤٤٨، بعنوان: عقائد متعلقہ نبوت، ناشر دائرالبرکات گھوسی ضلع مئو یوپی۔]

نیز حضور علامہ اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ اپنے ایک مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''رہا آپ کا ہماری نسبت یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں بالکل افترا ہے اس کا اطلاق غیر خدا کے لیے ہم اہل سنت وجماعت کے نزدیک حرام وناجائز ہے۔

(بحوالہ: انوار رضا ص٤ ١٣، بعنوان: امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن حقائق کی روشنی میں، ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ لاہور)

مذکورہ عبارات سے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی عطا سے غیب داں ضرور ہیں اور آپ علیہ السلام کے لیے عالم غیب کا لفظ استعمال کیا جائے گا اور عالم الغیب والشہادۃ یا عالم الغیب لفظ کا استعمال صرف اللہ عزوجل کے لیے ہوگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عالم الغیب یا عالم الغیب والشہادۃ کا اطلاق ناجائز و حرام ہے لہٰذا اگر کوئی سنی عالم دین دوران تقریر یا اپنی تقریر میں یا دوران تحریر یا اپنی تحریر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ عالم الغیب والشہادۃ کا استعمال کرتا ہے تو وہ ناجائز وحرام کا مرتکب ہوگا، ایسے سنی عالم دین کو فوراً مطلع کیا جائے تا کہ وہ رجوع وتوبہ کر لیں!

کافر کو کافر اور مسلمان کو مسلمان جاننے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

کافر کو کافر اور مسلمان کو مسلمان جاننا ضروریات دین سے ہے اور جو ضروریات دین کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ یہ بات اور ہے کہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا۔ تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال شرعی دلیل سے ثابت نہ ہومگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس شخص نے قطعاً کفر بکا یا کفری فعل کیا اس کے کفر میں شک کرنا جائز ہوجائے کہ جو کافر قطعی طور پر ہو اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ علما ایسوں کی نسبت فرماتے ہیں:

مَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَ كُفْرِهِ كَفَرَ۔

[بحوالہ الرد المحتار علی الدر المختار، ج ٤، ص ٢٣٢، کتاب الجهاد، مَطْلَبٌ تَوْبَةُ الْيَأْسِ مَقْبُولَةٌ دُونَ إِيمَانِ الْيَأْسِ، الناشر دار الفکر، بیروت]

امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ ''شفا شریف'' میں فرماتے ہیں:

الإجماع على كفر من لم يكفر أحداً من النصارى واليهود و كلّ من فارق دين المسلمين أو وقف في تكفيرهم أو شك، قال القاضي أبو بكر: لأنّ التوقيف والإجماع اتفقا على كفرهم فمن وقف في ذلك فقد كذب النص والتوقيف أو شك فيه، والتكذيب والشك فيه لا يقع إلّا من كافر۔

یعنی: اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصاریٰ یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونے والے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ و اجماعِ امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص و شریعت کی تکذیب کرتا

ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

اسی ''شفا شریف'' میں ہے:

كفر من لم يكفر من دان بغير ملة الإسلام أو وقف فيهم أو شك أو صحح مذهبهم وإن أظهر الإسلام واعتقد إبطال كل مذهب سواه فهو كافر بإظهار ما أظهر من خلاف ذلك. اھ ملخصاً۔

یعنی: کافر ہے جو کافر نہ کہے ان لوگوں کو کہ غیر ملت اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا سب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکر ضروریات دین کو جب کہ کافر نہ جانا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کر چکا۔ ملخصا۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفى فصل في تحقيق القول في اكفار المتاولين المطبعة الشركة الصحافيه ٢ / ٢٩٧، الشفاء بتعريف حقوق المصطفى فصل في بيان ما هو من المقالات كفر المطبعة الشركة الصحافيه ٢ / ٢٧١، بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ١٥، ص ٤٤٩، رسالہ سبحٰن السبوح عن كذب عيب مقبوح، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

"بہار شریعت" میں علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے، اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا، تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیلِ شرعی سے ثابت نہ ہو، مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کُفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔ خاتمہ پر بِنا روزِ قیامت اور ظاہر پر مدارِ حکمِ شرع ہے۔

اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر مثلاً یہودی یا نصرانی یا بُت پرست مر گیا تو یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کفر پر مرا، مگر ہم کو اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا حکم یہی ہے کہ اُسے کافر ہی جانیں، اس کی زندگی میں اور موت کے بعد تمام

وہی معاملات اس کے ساتھ کریں جو کافروں کے لیے ہیں، مثلاً میل جول، شادی بیاہ، نمازِ جنازہ، کفن دفن، جب اس نے کفر کیا تو فرض ہے کہ ہم اسے کافر ہی جانیں اور خاتمہ کا حال علمِ الٰہی پر چھوڑیں، جس طرح جو ظاہراً مسلمان ہو اور اُس سے کوئی قول و فعل خلافِ ایمان نہ ہو، فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں، اگرچہ ہمیں اس کے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔

اِس زمانہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''میاں۔۔۔! جتنی دیر اسے کافر کہو گے، اُتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔'' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کرلو۔۔۔؟! مقصود یہ ہے کہ اُسے کافر جانو اور پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو، نہ یہ کہ اپنی صُلحِ کل سے اس کے کُفر پر پردہ ڈالو۔

(بہارِ شریعت حصہ ۱، ص ۱۸۷ تا ۱۸۹، عقیدہ نمبر ۷، ایمان و کفر کا بیان، ناشر المکتبۃ المدینہ کراچی)

معلوم ہوا کہ کافر قطعی کو کافر جاننا ماننا اور مسلمان کو جاننا ماننا ضروریات دین سے ہے اور کافر قطعی کے بارے پوچھا جائے کہ وہ کافر ہے یا نہیں؟ اور مسلمان کے بارے میں پوچھا جائے کہ وہ وہ مسلمان ہیں یا نہیں؟ تو کافر کو کافر کہنے میں اور مسلمان کو مسلمان کہنے میں کوئی جھجک نہ ہو۔

لیکن کیا کوئی ایسی صورت ہوسکتی ہے کہ کافر قطعی کے بارے پوچھا جائے اور کوئی مفتی کافر نہ کہے؟ تو اس سوال کا جواب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام رضا خان علیہ الرحمہ سے ملاحظہ فرمائیں! لکھتے ہیں:

''ہاں! سوالِ حکم کے وقت حکم کو چھپانا اگر یوں ہے کہ اسے یقینا کافر جانتا ہے اور اسے کافر کہنا معیوب نہیں جانتا مگر اپنی مصلحت کے سبب بچتا ہے تو صرف گنہگار ہے جب کہ وہ مصلحت صحیحہ تا حد ضرورت شرعیہ نہ ہو، اور اگر واقعی کافر کو کافر کہنا معیوب وخلاف تہذیب جانتا ہے تو قرآن عظیم کو عیب لگاتا ہے اور قرآن عظیم کو عیب لگانا کفر ہے اور اسے کافر جانتا ہی نہیں تو خود اس کے کافر ہونے میں کیا کلام ہے کہ اس نے کفر کو کفر نہ جانا تو ضرور کفر کو اسلام جانا **لعدم الواسطة** (کیونکہ کفر اور اسلام

کے درمیان کوئی واسطہ نہیں) تو اسلام کو کفر جانا **لأنّ ما كان كفراً فضده الإسلام فإذا جعله إسلاماً فقد جعل ضده كفراً، لأنّ الإسلام لا يضاده إلّا الكفر والعياذ بالله تعالىٰ**۔ اس لئے کہ جو کچھ کفر ہو تو اس کی ضد اسلام ہے، پھر جب کفر کو اسلام ٹھرایا تو پھر اس کی ضد کفر ہوگی (یعنی اسلام کفر اور کفر اسلام ہوجائے گا) کیونکہ اسلام کے مخالف صرف کفر ہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۱، ص ۳۱۷، مسئلہ ۱۴۹، رسالہ الرمز المرصف علی سوال مولٰنا السید اٰصف، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔

دلائل ملاحظہ فرمائیں! اللہ تعالیٰ نے کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا:

قرآن مجید میں ہے: ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ [**الکافرون: 1**]

اے نبی فرمادیجئے اے کافرو!

قرآن مجید میں ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ﴾ [**التغابن: 2**]

اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر کچھ تمھارے اندر کافر ہیں اور کچھ تمھارے اندر مومن ہیں۔

یعنی: دنیا میں آکر بعض کافر ہوگئے اور بعض مومن رہے یا اللہ کے علم میں تھا کہ بعض کافر ہوں گے بعض مومن۔ (نور العرفان)

قرآن مجید میں:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِۦٓ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ فَٰسِقُونَ﴾ [**التوبة: 84**]

اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھیے ان کی قبر پر کھڑے نہ ہوئیے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ ورسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمان مر گئے۔

قرآن مجید میں: ﴿وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ﴾ [**المائدة: 44**]

اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

قرآن مجید میں:

﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَيَأْبَى ٱللَّهُ إِلَّآ أَن يُتِمَّ نُورَهُۥ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَـٰفِرُونَ﴾ [التوبة: 32]

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

ان تمام آیتوں میں کافر کو کافر کہا گیا ہے معلوم ہوا کہ کافر کو جاننا ضروری ہے۔

حدیث شریف میں بھی کثرت کے ساتھ کافروں کو کافر کہا گیا اور ان کے احکامات بتائے گئے ہیں چند حدیث ملاحظہ فرمائیں!

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " العَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ، فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُولاَنِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الجَنَّةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا، وَأَمَّا الكَافِرُ - أَوِ المُنَافِقُ - فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لاَ دَرَيْتَ وَلاَ تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ "

(بخاری شریف، ج ٢، ص ٩٢، حدیث نمبر ١٣٣٨، کتاب الجنائز بَابٌ: المَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں،

آکر اس کو بٹھاتے ہیں، پس وہ اس سے کہتے ہیں، تم اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے کیا کہتے تھے؟ پس وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر اس سے کہا جائے گا دیکھو! تمہارے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں تھی، اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا، **رہا کافر یا منافق** تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، پس اس سے کہا جائے گا: تو نے عقل سے جانا نہ قرآن مجید کی تلاوت کی، پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جائے گی، جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن وانس کے علاوہ اس کے قریب تمام چیزیں سنیں گی۔

اس حدیث میں کافر کو کافر اور مؤمن کو مؤمن صاف طور پر کہا گیا۔

حدیث شریف میں:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »لاَ يَرِثُ المُسْلِمُ الكَافِرَ وَلاَ الكَافِرُ المُسْلِمَ«

(بخاری شریف، ج ٨، ص ١٥٦، حدیث نمبر ٦٧٦٤، کتاب الفرائض بَابٌ: لاَ يَرِثُ المُسْلِمُ الكَافِرَ وَلاَ الكَافِرُ المُسْلِمَ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمان باپ کافر بیٹے کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر بیٹا مسلمان باپ کا۔

اس حدیث میں بھی صاف طور سے کافر کو کافر اور مسلمان کو مسلمان کہا گیا۔

تو جس طرح کافر کو کافر جاننا ضروری ہے اسی طرح مسلمان کو مسلمان جاننا ماننا ضروریات دین سے ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"کسی مسلمان کو کافر کہا تو تعزیر ہے رہا یہ کہ وہ قائل خود کافر ہوگا یا نہیں اس میں دو صورتیں ہیں اگر اسے مسلمان جانتا ہے تو کافر نہ ہوا۔ اور اگر اسے کافر اعتقاد کرتا ہے

توخود کافر ہے کہ مسلمان کو کافر جاننا دین اسلام کو کفر جاننا ہے اور دین اسلام کو کفر جاننا کفر ہے۔ ہاں اگر اس شخص میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جس کی بنا پر تکفیر ہو سکے اور اس نے اسے کافر کہا اور کافر جانا تو کافر نہ ہوگا۔ (درمختار، ردالمحتار) یہ اس صورت میں ہے کہ وہ وجہ جس کی بنا پر اس نے کافر کہا ظنی ہو یعنی تاویل ہو سکے تو وہ مسلمان ہی کہا جائیگا مگر جس نے اسے کافر کہا وہ بھی کافر نہ ہوا۔ اور اگر اس میں قطعی کفر پایا جاتا ہے جو کسی طرح تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا تو وہ مسلمان ہی نہیں اور بیشک وہ کافر ہے اور اس کو کافر کہنا مسلمان کو کافر کہنا نہیں بلکہ کافر کو کافر کہنا ہے بلکہ ایسے کو مسلمان جاننا یا اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

(بہار شریعت، حصہ ۹، ص ٤١١، مسئلہ نمبر ۲۰، تعزیر کا بیان، ناشر المکتبۃ المدینہ کراچی)

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا«

یعنی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی سے کہے، اے کافر! تو ایک ان میں سے کافر ہوتا ہے۔

(بخاری شریف، ج ۸، ص ۲٦، حدیث نمبر ٦١٠٣، کتاب الأدب، باب من أكفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال، الناشر: دار طوق النجاۃ)

اور مسلم شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ "

(مسلم شریف، ج ١، ص ۷۹، حدیث نمبر ١١١ (٦٠)، کتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم يا كافر، الناشر دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

یعنی: حضرت عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہما فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک پہ کفر آئے گا اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

مسلمان کو مسلمان کہہ کر قرآن وحدیث میں کثرت کے ساتھ ذکر آیا ملاحظہ فرمائیں!

قرآن مجید میں:

﴿إِنَّ ٱلْمُسْلِمِينَ وَٱلْمُسْلِمَٰتِ وَٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَٱلْقَٰنِتِينَ وَٱلْقَٰنِتَٰتِ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَٱلصَّٰبِرَٰتِ وَٱلْخَٰشِعِينَ وَٱلْخَٰشِعَٰتِ وَٱلْمُتَصَدِّقِينَ وَٱلْمُتَصَدِّقَٰتِ وَٱلصَّٰٓئِمِينَ وَٱلصَّٰٓئِمَٰتِ وَٱلْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَٱلْحَٰفِظَٰتِ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب: 35]

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار اور فرمانبرداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اس نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

قرآن مجید میں: ﴿أَفَنَجْعَلُ ٱلْمُسْلِمِينَ كَٱلْمُجْرِمِينَ﴾ [القلم: 35].

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں (کافروں) کا سا کردیں۔

قرآن مجید میں: ﴿هُوَ سَمَّىٰكُمُ ٱلْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ ٱلرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ﴾ [الحج: 78]

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو۔

ان آیتوں میں صاف طور پر مسلمان کو مسلمان فرمایا گیا ہے۔

حدیث شریف میں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ،

(بخاری شریف، ج۱، ص۱۱، حدیث نمبر ۱۰، کتاب الإیمان، بَابٌ: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ«

(بخاری شریف، ج۱، ص۱۹، حدیث نمبر ۴۸، کتاب الإیمان، بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑائی کرنا کفر (کے مترادف) ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ«

(بخاری شریف، ج۲، ص۱۲۰، حدیث نمبر ۱۴۶۳، کتاب الزکاۃ، بَابٌ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ۔

(بخاری شریف، ج۳، ص۱۲۸، حدیث نمبر ۲۴۴۲، کتاب المظالم والغصب، بَابٌ: لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔

ان تمام احادیث میں مسلمان کو مسلمان کہا گیا ہے اسی طرح اور بھی کثیر تعداد میں احادیث ہیں جن میں مسلمان کو مسلمان کہا گیا اور ان کے احکامات بتائیں گیے ہیں۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کریں!

چند عقائد ضرویات اہل سنت و جماعت کی تفصیلات

عذابِ قبر اور تنعیمِ قبر حق ہے سے متعلق

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

عذابِ قبر اور تنعیمِ قبر حق ہے یہ ایک حقیقت ہے عذاب قبر اور تنعیم قبر کا تعلق چوں کہ مشاہدے سے نہیں بلکہ اس کا تعلق ایمان بالغیب سے ہے، اس لیے کہ ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ جیسے، فرشتوں، جنّات، جنت و جہنم کو ہم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح عذاب قبر اور تنعیم قبر کو بھی ہم تسلیم کرتے ہیں اس لیے کہ عذاب قبر اور تنعیمِ قبر کے متعلق بے شمار احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ اس لیے عذاب قبر اور تنعیم قبر کا انکار کرنے والا گمراہ ہے یعنی اہل سنت و جماعت سے خارج ہے یعنی یہ عذاب قبر و تنعیمِ قبر کا عقیدہ ضروریات اہل سنت و جماعت سے ہے۔

"طبقات الحنابلۃ" میں ہے:

روی صَالِح عَنْ أبیه أنه قَالَ: عَذابُ الْقَبْرِ حَقٌّ لَا یُنکِرُہ اِلَّا ضَالٌّ مُضِلٌّ۔

(طبقات الحنابلۃ، ج۱،ص ۱۷۳، الطبقات الاولی، باب الصاص، صَالِح بُن إمامنا أَحْمَد أَبُو الفضل أکبر أولادہ، الناشر دار المعرفۃ بیروت)

یعنی: حضرت سیّدنا امام احمد بن حنبل علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عذابِ قبر حق ہے اس کا انکار گمراہ اور گمراہ گر کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی ''شرح الصدور'' میں فرماتے ہیں:

عذاب القبر محله الروح والبدن جمیعا باتفاق اهل السنة و کذا القول فی التنعیم۔

یعنی: باتفاق اہل سنت عذاب قبر اور اسائش قبر کا محل روح اور بدن دونوں میں ہیں۔

(شرح الصدور باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۷۶)

"بہارشریعت" میں ہے:

عذاب و تنعیمِ قبر کا اِنکار وہی کرے گا، جو گمراہ ہے۔

(بہارشریعت حصہ ۱، ص ۱۱۵، برذخ کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

"نزہۃ القادری شرح صحیح بخاری" حصہ اول میں علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اسی بنا پر وہ دینی باتیں جن کا دینی بات ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں تو وہ ضروریات دین سے نہیں، مثلاً عذاب قبر، اعمال کا وزن۔.....

پھر لکھتے ہیں:

مذہب اہل سنت کی ضرورت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا مذہب اہل سنت سے ہونا سب عوام وخواص اہل سنت کو معلوم ہو۔ جیسے عذاب قبر، اعمال کا وزن۔

(نزہۃ القادری شرح صحیح بخاری، اول۔ کتاب الایمان، ص ۲۱۴، ناشر فرید بک سٹال کراچی)

عذابِ قبر اور تنعیمِ "برکت وراحت" قبر کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ: دنیا اور آخرت

کے درمیان ایک اور عالَم ہے جس کو عالم برزخ کہتے ہیں مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام اِنس وجن کو حسبِ مراتب اُس میں رہنا ہوتا ہے، عالم برزخ میں کسی کو آرام ہے اور کسی کو تکلیف، مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدنِ انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے، اگرچہ روح بدن سے جُدا ہوگئی، مگر بدن پر جو گزرے گی رُوح ضرور اُس سے آگاہ ومتأثر ہوگی، جس طرح حیاتِ دنیا میں ہوتی ہے، بلکہ اُس سے زائد مرنے کے بعد، مسلمان کی روح حسبِ مرتبہ مختلف مقاموں میں رہتی ہے، بعض کی قبر پر، بعض کی چاہِ زمزم شریف میں، بعض کی آسمان و زمین کے درمیان، بعض کی پہلے، دوسرے، ساتویں آسمان تک اور بعض کی آسمانوں سے بھی بلند، اور بعض کی روحیں زیرِ عرش قندیلوں میں، اور بعض کی اعلیٰ عِلّیین میں، مگر کہیں ہوں، اپنے جسم سے اُن کو تعلّق بدستور رہتا ہے۔ جو کوئی قبر پر آئے اُسے دیکھتے، پہچانتے، اُس کی بات سنتے ہیں، اور کافروں کی خبیث روحیں بعض کی اُن کے مرگھٹ، یا قبر پر رہتی ہیں، بعض کی چاہِ برہُوت میں کہ یمن میں ایک نالہ ہے، بعض کی پہلی، دوسری، ساتویں زمین تک، بعض کی اُس کے بھی نیچے سجّین میں، اور وہ کہیں بھی ہو، جو اُس کی قبر یا مرگھٹ پر گزرے اُسے دیکھتے، پہچانتے، بات سُنتے ہیں، مگر کہیں جانے آنے کا اختیار نہیں کہ قید ہیں، مرنے کے بعد روح کسی دوسرے آدمی کے بدن یا کسی جانور کے بدن میں نہیں جاتی بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

موت کے معنی روح کا جسم سے جدا ہو جانا ہے، روح فنا نہیں ہوتی بلکہ جو روح کو فنا مانے وہ بدمذہب ہے، جب مردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں، اُس وقت اُس کو قبر دباتی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو اُس کا دبانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ماں پیار میں اپنے بچّے کو زور سے چپٹا لیتی ہے، اور اگر کافر ہے تو اُس کو اِس زور سے دباتی ہے کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جاتی ہیں، مردے کے پاس قبر میں دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں اور قبر کی سوالات کرتے ہیں۔ جو سوالات قبر میں کامیاب ہوتے ہیں ان

کے لیے جنت کا بچھونا بچھایا جاتا، انہیں جنت کا لباس پہنایا جاتا اور ان کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے پھر جنت کی نسیم اور خوشبو اُن کے پاس آتی رہتی ہے اور جہاں تک نگاہ پھیلے گی، وہاں تک اُن کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے یہ خواص کے لیے عموماً ہے اور عوام الناس مسلمان میں سے جن کو اللہ چاہے ورنہ وسعتِ قبر حسبِ مراتب مختلف ہے بعض کے لیے ستّر ستّر ہاتھ لمبی چوڑی بعض کے لیے جتنی وہ چاہے زیادہ، حتیٰ کہ جہاں تک نگاہ پہنچے اور گناہ گار مسلمانوں میں سے بعض پر قبر میں عذاب بھی ہوگا ان کی معصیت کے لائق، اور اگر مردہ منافق ہوگا یا کافر و مرتد ہوگا تو قبر کے سوالات کا درست جواب نہیں دے پائے گا جس کے نتیجے میں ان کے لیے آگ کا بچھونا بچھایا جائے گا انہیں آگ کا لباس پہنایا جائے گا اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا۔ جس سے جہنم کی گرمی اور لپٹ ان کو پہنچے گی اور ان پر عذاب دینے کے لیے دو فرشتے مقرر ہوں گے، جو طرح طرح سے ان کو عذاب دیتے رہیں گے۔ یہ بھی یاد رہے کہ عذاب قبر و تنعیمِ قبر جسم و روح دونوں پر ہوں گے چاہے جسم گل جائے، جل جائے، خاک ہو جائے، مگر اُس کے اجزائے اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے، وہ مُوردِ عذاب و تنعیم ہوں گے، مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا، غرض کہیں ہو اُس سے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب اُسے پہنچے گا، یہاں تک کہ جسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال و ثواب و عذاب جو کچھ ہو پہنچے گا۔

(ماخوذ از: بہارِ شریعت حصہ ۱، ص ۱۰۰ تا ۱۱۶، برزخ کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

ضَروری وضاحت: یاد رہے! عذابِ قبر و تنعیمِ قبر سے مراد بَرزَخ میں ہونے والا عذاب و ثواب ہے، عالم برزخ میں عذابِ و ثواب کو عذاب قبر و تنعیمِ قبر سے تعبیر اس لیے کیا جاتا ہے کہ عام طور پر مَیِّت کو قبُر میں ہی دَفُن کیا جاتا ہے ورنہ جسے اللہ تعالیٰ نے عذاب یا ثواب دینے کا ارادہ فرمایا ہے اسے عذاب یا ثواب ضرور ہوگا، چاہے وہ قبر میں دفن ہو یا نہ ہو، خواہ اسے درِندوں نے کھا لیا ہو، یا اسے جلا کر اس کی خاک ہوا میں اُڑا دی گئی ہو۔

قرآن مجید کی کئی آیتوں میں اجمالاً اور احادیث مبارکہ میں تفصیلاً عذابِ قبر و تنعیمِ قبر کا ذکر آیا ہے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

قرآن مجید میں ہے:

﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّاۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾

(القرآن، پارہ 24، سورۃ المومن، آیت 46)

آگ جس پر (وہ) صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"احْتَجَّ أَصْحَابُنَا بِهَذِهِ الْآيَةِ عَلَى إِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ"

ترجمہ: اس آیت سے ہمارے علماء نے عذاب قبر کے اثبات پر استدلال کیا ہے۔

(التفسیر الکبیر، ج27، ص521، سورہ غافر (40): الآیات 45 الی 50، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اسی آیت کے تحت شیخ القرآن ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

"اس آیت سے عذابِ قبر کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے، کیونکہ یہاں پہلے صبح و شام فرعونیوں کو آگ پر پیش کیے جانے کا ذکر ہوا اور اس کے بعد قیامت کے دن سخت تر عذاب میں داخل کیے جانے کا بیان ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں آگ پر پیش کر کے عذاب دیا جا رہا ہے اور یہی قبر کا عذاب ہے، کثیر احادیث سے بھی قبر کا عذاب برحق ہونا ثابت ہے۔"

(تفسیر صراط الجنان، ج08، ص570، سورۃ الغافر مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم کے کافروں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مِمَّا خَطِیْٓــٴٰـتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا﴾ [نوح: 25]

یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب سے غرق کر دیئے گئے، پس ان کو فوراً دوزخ کی

آگ میں داخل کردیا گیا۔

اس آیت میں جس دوزخ کی آگ کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد وہ آگ نہیں ہے جس میں کافروں کو قیامت کے بعد ڈالا جائے گا، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے:" ان کو غرق ہوتے ہی فورا دوزخ کی آگ میں داخل کردیا جائے گا" اور آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ فورا نہیں ہوگا، غرق ہونے کے فورا بعد جو عذاب ہوگا وہ قبر میں ہی ہوگا۔

(ماخوذ از تفسیر تبیان القرآن، سورۃ المؤمن آیت ٤٦)

مذکورہ دونوں آیت عذاب قبر سے متعلق تھی اب دو آیت تنعیم قبر سے متعلق ملاحظہ فرمائیں! قرآن مجید میں ہے:

﴿فَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا۟ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [آل عمران: 170]

شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

اس آیت میں شہداء کرام کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، انعام واحسان، اعزاز واکرام اور موت کے بعد اعلیٰ قسم کی زندگی دیئے جانے پر خوش ہیں نیز اس پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب بنایا، جنت کا رزق اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں اور جنت کی منزلیں حاصل کرنے کے لیے شہادت کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز وہ اس بات پر بھی خوشی منا رہے ہیں کہ ان کے بعد دنیا میں رہ جانے والے ان کے مسلمان بھائی دنیا میں ایمان اور تقوی پر قائم ہیں اور جب وہ بھی شہید ہوکر ان کے ساتھ ملیں گے تو وہ بھی ان کرم نوازیوں کو پائیں گے اور قیامت کے دن امن اور چین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قِيلَ ٱدْخُلِ ٱلْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَٰلَيْتَ قَوْمِى يَعْلَمُونَ ٢٦ بِمَا غَفَرَ لِى رَبِّى

وَجَعَلَنِى مِنَ ٱلْمُكْرَمِينَ﴾ [یس: 26-27]

(مرنے والے کو عالم برزخ میں) فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو کہا کسی طرح میری قوم جانتی، جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا۔

دونوں آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لوگوں نے اس مخلص مبلغ" حضرت حبیب نجار" کو شہید کردیا تو عزت واکرام کے طور پر مبلغ سے فرمایا گیا: تو جنت میں داخل ہوجا۔ جب وہ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ ان کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالی نے مجھے بخش دیا ہے اور میری بہت عزت افزائی فرمائی ہے۔

(تفسیر صراط الجنان سورۃ الیٰسین آیت ٢٦)

معلوم ہوا عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ انعام واکرام رحمت وبرکت سے نوازتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا أُقْعِدَ المُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ، ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ: {يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالقَوْلِ الثَّابِتِ} [إبراهيم: 27] " حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا - وَزَادَ - {يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا} [إبراهيم: 27] نَزَلَتْ فِي عَذَابِ القَبْرِ

(بخاری شریف، ج٢، ص٩٨، حدیث نمبر ١٣٦٩، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب مومن کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے لائے جاتے ہیں، پھر وہ گواہی دیتا ہے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پس یہ اس آیت کا مصداق ہے: اللہ ایمان والوں کو قول ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ شعبہ نے یہ حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے (ابراہیم ٢٧) یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ عذاب قبر کا ذکر قرآن کریم میں بھی موجود ہے اور سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۲۷ عذاب قبر ہی کے بارے میں نازل فرمائی۔

حدیث شریف میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا، فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ، فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَقَالَ: »نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ« قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ زَادَ غُنْدَرٌ: »عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ«

(بخاری شریف، ج۲، ص۹۸، حدیث نمبر ۱۳۷۲، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی پھر اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا، اس نے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! عذاب قبر ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا: پھر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو عذاب قبر سے پناہ طلب کی۔

حدیث شریف میں ہے: عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: »يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا«

(بخاری شریف، ج۲، ص۹۹، حدیث نمبر ۱۳۷۵، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ از حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے، اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا، پس آپ علیہ السلام نے آواز سنی تو فرمایا: یہود کو ان کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ العَاصِ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ »يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ«

(بخاری شریف، ج۲، ص۹۹، حدیث نمبر ۱۳۷۶، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: عقبہ نے کہا: خالد بن سعید بن العاص کی بیٹی نے مجھ سے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے سنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو وَيَقُولُ: »اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ

(بخاری شریف، ج۲، ص۹۹، حدیث نمبر ۱۳۷۷، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: »إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيرٍ« ثُمَّ قَالَ: »بَلَى أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ« قَالَ: ثُمَّ أَخَذَ عُودًا رَطْبًا، فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى قَبْرٍ، ثُمَّ قَالَ: »لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا«

(بخاری شریف، ج۲، ص۹۹، حدیث نمبر ۱۳۷۸، کتاب الجنائز، بَابُ عَذَابِ القَبْرِ مِنَ الغِيبَةِ وَالبَوْلِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبر کے پاس سے گزرے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب ہو رہا ہے، اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے، پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے (چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا، پھر آپ علیہ السلام نے کھجور کی ایک تر شاخ توڑی اور اس کے دو ٹکڑے کیے، پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، پھر فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

حدیث شریف میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا، فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »عَائِذًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ«، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا، فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضُحًى، فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ القِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ، فَسَجَدَ، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ القِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ القِيَامِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ، فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ، فَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ القَبْرِ

(بخاری شریف، ج۲، ص۳۶، حدیث نمبر ۱۰۴۹ و حدیث نمبر ۱۰۵۰، ابواب الکسوف، بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ فِي الكُسُوفِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت نے آ کر سوال کیا پس آپ سے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے پس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے (یعنی عذاب قبر سے) پناہ طلب کرتے ہوئے فرمایا (ہاں عذاب قبر حق ہے)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت ایک سواری پر سوار ہوئے پھر سورج کو گہن لگ گیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت واپس آئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ازواج مطہرات کے) حجروں کے درمیان سے گزرے پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور مسلمان آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے پس آپ نے بہت طویل قیام کیا پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر سجدہ کیا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر طویل قیام کیا پھر طویل رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اٹھایا پس سجدہ کیا اور آپ نماز سے مڑے پھر جو اللہ نے چاہا وہ آپ نے کہا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَانَ يَأْمُرُ بِهَؤُلاَءِ الخَمْسِ: وَيُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ البُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ العُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ«

(بخاری شریف، ج۸، ص۸۹، حدیث نمبر ۶۳۷۰، کتاب الدعوات، بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ البُخْلِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان پانچ باتوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیتے تھے اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے بیان کرتے تھے اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے، میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ناکارہ عمر میں پہنچا دیا جاؤں، میں تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کی آزمائش سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ عَجُوزَانِ مِنْ عُجُزِ يَهُودِ المَدِينَةِ، فَقَالَتَا لِي: إِنَّ أَهْلَ القُبُورِ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ، فَكَذَّبْتُهُمَا، وَلَمْ أُنْعِمْ أَنْ أُصَدِّقَهُمَا، فَخَرَجَتَا، وَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ عَجُوزَيْنِ، وَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: »صَدَقَتَا، إِنَّهُمْ يُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ البَهَائِمُ كُلُّهَا« فَمَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ فِي صَلاَةٍ إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ

(بخاری شریف، ج ۸، ص ۷۸، حدیث نمبر ۶۳۶۶، کتاب الدعوات، بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عذاب القبر، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ مدینہ کے یہودیوں کی دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ قبر والوں کو ان کی قبر میں عذاب ہوگا۔ لیکن میں نے انہیں جھٹلایا اور ان کی (بات کی) تصدیق نہیں کر سکی۔ پھر وہ دونوں عورتیں چلی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دو بوڑھی عورتیں تھیں، پھر میں آپ علیہ السلام سے واقعہ کا ذکر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے صحیح کہا، قبر والوں کو عذاب ہوگا اور ان کے عذاب کو تمام چوپائے سنیں گے۔ پھر میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز میں قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگنے لگے تھے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »لَوْلَا أَنْ لَا

تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ«

(مسلم شریف، ج ۴، ص ۲۲، حدیث نمبر ۲۸۶۸، کتاب الجنة وصفة ونعيمها واهلها، بَابُ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ، وَإِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْهُ، الناشر دار احياء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر (مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ) تم (اپنے مردے) دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر (کی آوازیں) سنوا دے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَلَّاهُ فَرَأَى نَاسًا كَأَنَّهُمْ يَكْتَشِرُونَ قَالَ: "أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا أَرَى، فَأَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ المَوْتِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى القَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ فِيهِ فَيَقُولُ: أَنَا بَيْتُ الغُرْبَةِ وَأَنَا بَيْتُ الوَحْدَةِ، وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّودِ، فَإِذَا دُفِنَ العَبْدُ المُؤْمِنُ قَالَ لَهُ القَبْرُ: مَرْحَبًا وَأَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ اليَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِيَ بِكَ" قَالَ: "فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الجَنَّةِ. وَإِذَا دُفِنَ العَبْدُ الفَاجِرُ أَوِ الكَافِرُ قَالَ لَهُ القَبْرُ: لَا مَرْحَبًا وَلَا أَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ اليَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِيَ بِكَ" قَالَ: »فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتَّى تَلْتَقِيَ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ«، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِأَصَابِعِهِ، فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِي جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ: »وَيُقَيِّضُ اللَّهُ لَهُ سَبْعِينَ تِنِّينًا لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَشْنَهُ وَيَخْدِشْنَهُ حَتَّى يُفْضَى بِهِ إِلَى الحِسَابِ«

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّمَا القَبْرُ رَوْضَةٌ

مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ«

(ترمذی شریف، ج ٤، ص ٦٣٩ تا ٦٤٠، حدیث نمبر ٢٤٦٠، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع، الناشر شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي ـ)

یعنی: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مصلی پر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ ہنس رہے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگاہ رہو! اگر تم لوگ لذتوں کو ختم کردینے والی چیز کو یاد رکھتے تو تم اپنی ان حرکتوں سے باز رہتے، سو لذتوں کو ختم کردینے والی موت کا ذکر کثرت سے کرو، اس لیے کہ قبر روزانہ بولتی ہے اور کہتی ہے: میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، اور میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، پھر جب مومن بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے مرحبا (خوش آمدید) کہتی ہے اور مبارک باد دیتی ہے اور کہتی ہے: بے شک تو میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ محبوب تھا جو میرے پیٹھ پر چلتے ہیں، پھر اب جب کہ میں تیرے کام کی نگراں ہوگئی اور تو میری طرف آگیا تو اب دیکھ لے گا کہ میں تیرے ساتھ کیسا حسن سلوک کروں گی، پھر اس کی نظر پہنچنے تک قبر کشادہ کردی جائے گی اور اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا، اور جب فاجر یا کافر دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے نہ ہی مرحبا کہتی ہے اور نہ ہی مبارک باد دیتی ہے بلکہ کہتی ہے: بے شک تو میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ قابل نفرت تھا جو میری پیٹھ پر چلتے ہیں، پھر اب جب کہ میں تیرے کام کی نگراں ہوں اور تو میری طرف آگیا سو آج تو اپنے ساتھ میری بدسلوکیاں دیکھ لے گا، پھر وہ اس کو دباتی ہے، اور ہر طرف سے اس پر زور ڈالتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف مل جاتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور ایک دوسرے کو آپس میں داخل کرکے فرمایا: اللہ اس پر ستر اژدہے مقرر کردے گا، اگر ان میں سے کوئی ایک بار بھی زمین پر پھونک ماردے تو اس پر رہتی دنیا تک کبھی گھاس نہ اگے، پھر وہ اژدہے اسے حساب و کتاب لیے جانے تک دانتوں

سے کاٹیں گے اور نوچیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الْأَرْضِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: »اسْتَعِيذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ« مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ »هَاهُنَا« وَقَالَ: " وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ حِينَ يُقَالُ لَهُ: يَا هَذَا، مَنْ رَبُّكَ وَمَا دِينُكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ " قَالَ هَنَّادٌ: قَالَ: " وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللَّهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ " قَالَ: " فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ »زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ« فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ {يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا} [إبراهيم: 27] " الْآيَةَ - ثُمَّ اتَّفَقَا -

قَالَ: فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ " قَالَ: »فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا« قَالَ: »وَيُفْتَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ« قَالَ: »وَإِنَّ الْكَافِرَ« فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ: " وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ: لَهُ مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ هَاهْ، لَا

أَدْرِی، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَا أَدْرِی، فَيَقُولَانِ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِی بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ، لَا أَدْرِی، فَيُنَادِی مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ كَذَبَ، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ " قَالَ: »فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا« قَالَ: »وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ« زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ: »ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمَى أَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا« قَالَ: »فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا« قَالَ: »ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ«

(سنن ابی داؤد، ج ٤، ص ٢٣٩، حدیث نمبر ٤٧٥٣، کتاب السنة، بَابٌ فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، الناشر المكتبة العصرية صيدا بيروت)

یعنی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انصار کے ایک شخص کے جنازے میں نکلے، ہم قبر کے پاس پہنچے، وہ ابھی تک تیار نہ تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمین کرید رہے تھے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو اسے دو بار یا تین بار فرمایا، یہاں جریر کی روایت میں اتنا اضافہ ہے: اور فرمایا: اور وہ میت ان (لوگوں) کے جوتوں کی چاپ سن رہا ہوتا ہے جب وہ (دفن کرنے والے) پیٹھ پھیر کر لوٹتے ہیں، اسی وقت اس میت سے پوچھا جاتا ہے، اے جی! تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارا نبی کون ہے؟ ہناد کی روایت کے الفاظ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: تمہارا رب (معبود)

کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے، میرا رب (معبود) اللہ ہے، پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے، پھر پوچھتے ہیں: یہ کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پھر وہ دونوں اس سے کہتے ہیں: تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ سمجھا جریر کی روایت میں یہاں پر یہ اضافہ ہے: اللہ تعالیٰ کے قول: یثبت الله الذين آمنوا سے یہی مراد ہے (پھر دونوں کی روایتوں کے الفاظ ایک جیسے ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا لہٰذا تم اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھا دو، اور اس کے لیے جنت کی طرف کا ایک دروازہ کھول دو، اور اسے جنت کا لباس پہنا دو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پھر جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آنے لگتی ہے، اور تا حدنگاہ اس کے لیے قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اور رہا کافر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے اٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہا ہا! مجھے نہیں معلوم، وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں: یہ آدمی کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: ہا ہا! مجھے نہیں معلوم، پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: ہا ہا! مجھے نہیں معلوم، تو پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے: اس نے جھوٹ کہا، اس کے لیے جہنم کا بچھونا بچھا دو اور جہنم کا لباس پہنا دو، اور اس کے لیے جہنم کی طرف دروازہ کھول دو، تو اس کی تپش اور اس کی زہریلی ہوا (لو) آنے لگتی ہے اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہیں۔ جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر اس پر ایک اندھا گونگا (فرشتہ) مقرر کر دیا جاتا ہے، اس کے ساتھ لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے اگر وہ اسے کسی پہاڑ پر بھی مارے تو وہ بھی خاک ہو جائے، چناں چہ وہ اسے

اس کی ایک ضرب لگاتا ہے جس کو مشرق ومغرب کے درمیان کی ساری مخلوق سوائے آدمی وجن کے سنتی ہے اور وہ مٹی ہوجاتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پھر اس میں روح لوٹادی جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ، وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: »اسْتَعِيذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا،«، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ، مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ، وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ، حَتَّى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، اخْرُجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ ". قَالَ: »فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِي السِّقَاءِ، فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتَّى يَأْخُذُوهَا، فَيَجْعَلُوهَا فِي ذَلِكَ الْكَفَنِ، وَفِي ذَلِكَ الْحَنُوطِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ« قَالَ: " فَيَصْعَدُونَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّونَ، يَعْنِي بِهَا، عَلَى مَلَإٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، إِلَّا قَالُوا: مَا هَذَا الرُّوحُ الطَّيِّبُ؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانُوا يُسَمُّونَهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتَّى يَنْتَهُوا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَسْتَفْتِحُونَ لَهُ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهُ مِنْ

كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي تَلِيهَا، حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ، وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ، وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى ". قَالَ: " فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللَّهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولَانِ لَهُ: وَمَا عِلْمُكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ، فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ، فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ ". قَالَ: »فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا، وَطِيبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ« . قَالَ: " وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيحِ، فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ، هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ، فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ، فَيَقُولُ: رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ حَتَّى أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي، وَمَالِي ". قَالَ: " وَإِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ، مَعَهُمُ الْمُسُوحُ، فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ، حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُولُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ، اخْرُجِي إِلَى سَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَغَضَبٍ ". قَالَ: " فَتُفَرَّقُ فِي جَسَدِهِ، فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّودُ مِنَ الصُّوفِ الْمَبْلُولِ، فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ -عَيْنٍ حَتَّى يَجْعَلُوهَا فِي تِلْكَ الْمُسُوحِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَنْتَنِ رِيحِ

جِيفَةٍ وُجِدَتْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَيَصْعَدُونَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّونَ بِهَا عَلَى مَلَأٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، إِلَّا قَالُوا: مَا هَذَا الرُّوحُ الْخَبِيثُ؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِأَقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانَ يُسَمَّى بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيُسْتَفْتَحُ لَهُ، فَلَا يُفْتَحُ لَهُ "، ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ} [الأعراف: 40] فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: »اكْتُبُوا كِتَابَهُ فِي سِجِّينٍ فِي الْأَرْضِ السُّفْلَى، فَتُطْرَحُ رُوحُهُ طَرْحًا« . ثُمَّ قَرَأَ: {وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ، فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ} [الحج: 31] " فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ، فَافْرِشُوا لَهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ، فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا، وَسَمُومِهَا، وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ، وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ قَبِيحُ الْوَجْهِ، قَبِيحُ الثِّيَابِ، مُنْتِنُ الرِّيحِ، فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُوءُكَ، هَذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ، فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ، فَيَقُولُ: رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ "

(مسند احمد بن حنبل، ج۰ ۳، ص ۴۹۹، حدیث نمبر ۱۸۵۳۴، اول مسند الکوفیین، حدیث البراء بن عازب، الناشر موسسۃ الرسالۃ لبنان)

یعنی: حضرت براء بن عازب رضی اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں نکلے ہم قبر کے قریب پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے ہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ارد گرد بیٹھ گئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کو کرید رہے تھے پھر سر اٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے بچنے کے لیے پناہ طالب کرو، اس طرح دو تین مرتبہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بندہ مؤمن جب دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے آس پاس روشن چہروں والے آتے ہیں ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی حنوط ہوتی ہے تا حد نگاہ وہ بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ! اللہ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف نکل چل چناں چہ اس کی روح بہہ کر نکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے ملک الموت اسے پکڑ لیتے ہیں اور دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کی روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ ان سے لے کر اسے کفن لپیٹ کر اس پر اپنی لائی ہوئی حنوط مل دیتے ہیں اور اس کے جسم سے ایسی خوشبو آتی ہے جیسے مشک کا ایک خوشگوار جھونکا جو زمین پر محسوس ہو سکے۔ پھر فرشتے اس روح کو لے کر اوپر چڑھ جاتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ پر بھی ان کا گذر ہوتا ہے وہ گروہ پوچھتا ہے کہ یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ وہ جواب میں اس کا وہ بہترین نام بتاتے ہیں جس سے دنیا میں لوگ اسے پکارتے تھے حتیٰ کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور دروازے کھلواتے ہیں جب دروازہ کھلتا ہے تو ہر آسمان کے فرشتے اس کی مشایعت کرتے ہیں اگلے آسمان تک اسے چھوڑ کر آتے ہیں اور اس طرح وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا نامہ اعمال "علیین" میں لکھ دو اور اسے واپس زمین کی طرف لے جاؤ کیونکہ میں نے اپنے بندوں کو زمین کی مٹی ہی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ چناں چہ اس کی روح جسم میں واپس لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب

کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، اس پر آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دو چناں چہ اسے جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتیں ہیں اور تا حد نگاہ اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کے پاس ایک خوبصورت لباس اور انتہائی عمدہ خوشبو والا ایک آدمی آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تمہیں خوش خبری مبارک ہو یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ اس سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو؟ کہ تمہارا چہرہ ہی خیر کا پتہ دیتا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا نیک عمل ہوں اس پر وہ کہتا ہے کہ پروردگار! قیامت ابھی قائم کر دے تا کہ میں اپنے اہل خانہ اور مال میں واپس لوٹ جاؤں۔ اور جب کوئی کافر شخص دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے اتر کر آتے ہیں جن کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں وہ تا حد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس خبیثہ! اللہ کی ناراضگی اور غصے کی طرف چل یہ سن کر اس کی روح جسم میں دوڑنے لگتی ہے اور ملک الموت اسے جسم سے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے گیلی اون سے سیخ کھینچی جاتی ہے اور اسے پکڑ لیتے ہیں فرشتے ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی اسے ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے اور اسے ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے مردار کی بدبو جیسا ایک ناخوشگوار اور بدبودار جھونکا آتا ہے۔ پھر وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے ان کا گذر ہوتا ہے وہی گروہ کہتا ہے کہ یہ کیسی خبیث روح ہے؟ وہ اس کا دنیا میں لیا جانے

والا بدترین نام بتاتے ہیں یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ دروازہ کھلواتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ترجمہ: وہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں جب تک سوئی کے ناکے اونٹ داخل نہ ہو (سورۃ الاعراف آیت ٤٠)" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اس کا نامہ اعمال "سجین" میں سے نچلی زمین میں لکھ دو چناں چہ اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔" پھر اس کی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس! مجھے کچھ پتہ نہیں، وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ پھر وہی جواب دیتا ہے وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کون شخص تھا جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟ وہ پھر وہی جواب دیتا ہے اور آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دو اور جہنم کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو چناں چہ وہاں کی گرمی اور لو اسے پہنچنے لگتی ہے اور اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں پھر اس کے پاس ایک بدصورت آدمی گندے کپڑے پہن کر آتا ہے جس سے بدبو آ رہی ہوتی ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری مبارک ہو یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ کہ تیرے چہرے ہی سے شر کی خبر معلوم ہوتی ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا گندہ عمل ہوں وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمَيِّتُ

تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا، قَالُوا: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، اخْرُجِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هَذَا؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، ادْخُلِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى يُنْتَهَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوءُ، قَالَ: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ، اخْرُجِي ذَمِيمَةً، وَأَبْشِرِي بِحَمِيمٍ، وَغَسَّاقٍ، وَآخَرَ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَلَا يُفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هَذَا؟ فَيُقَالُ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيثَةِ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ، ارْجِعِي ذَمِيمَةً، فَإِنَّهَا لَا تُفْتَحُ لَكِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَيُرْسَلُ بِهَا مِنَ السَّمَاءِ، ثُمَّ تَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ "

(ابن ماجہ شریف، ج۲، ص۱۴۲۳، حدیث نمبر۴۲۶۲، کتاب الزھد، باب ذکر الموت والاستعداد، الناشر دار احیاء الکتب العربیۃ)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ سید المرسلین نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''روح نکلتے وقت میت کے پاس فرشتے آتے ہیں، اگر وہ مومن کی روح ہے تو اس سے کہتے ہیں: اے پاک روح! پاک جسم سے نکل آ کیوں کہ تو نیک ہے، اللہ عزوجل کی رحمت سے خوش ہو جا، جنت کی خوشبو اور اپنے رب عزوجل کی رضا مندی سے خوش ہو جا، فرشتے روح نکلنے تک یہی کہتے رہتے ہیں، جب روح نکل آتی ہے تو اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، جب آسمان کے قریب پہنچتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: یہ کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے

ہیں ''فلاں شخص کی روح ہے۔ آسمانی فرشتے کہتے ہیں ''مرحبا، مرحبا، اے پاک روح ! پاک جسم میں رہنے والی، تو خوش ہو کر (آسمانوں میں) داخل ہو جا اور خوشبو اور اللہ عزوجل کی رضا سے خوش ہو جا، ہر آسمان پر اسے یہی کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ روح عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر کسی برے بندے کی روح ہوتی ہے تو کہتے ہیں ''اے ناپاک جسم کی روح! بری حالت کے ساتھ آ، گرم پانی اور پیپ کی اور اس کے ہم شکل دوسرے عذابوں کی بشارت حاصل کر۔ وہ روح نکلنے تک یہی کہتے رہتے ہیں، پھر اسے لے کر آسمان کی جانب چلتے ہیں تو اس کے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا، آسمان کے فرشتے دریافت کرتے ہیں: ''یہ کون ہے؟ روح لے جانے والے فرشتے کہتے ہیں ''یہ فلاں شخص کی روح ہے، آسمانی فرشتے جواب دیتے ہیں ''اس خبیث روح کو جو خبیث جسم میں تھی کوئی چیز مبارک نہ ہو، اسے ذلیل کر کے نیچے پھینک دو تو وہ اسے اسمان سے نیچے پھینک دیتے ہیں پھر وہ قبر میں لوٹ آتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ - أَوْ قَالَ: أَحَدُكُمْ - أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا: الْمُنْكَرُ، وَلِلْآخَرِ: النَّكِيرُ، فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: مَا كَانَ يَقُولُ: هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ، ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ، نَمْ، فَيَقُولُ: أَرْجِعُ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ، فَيَقُولَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ، فَقُلْتُ مِثْلَهُ، لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا

نَعۡلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذٰلِكَ، فَيُقَالُ لِلأَرْضِ: الْتَئِمِي عَلَيْهِ، فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ، فَتَخْتَلِفُ فِيهَا أَضْلَاعُهُ، فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ"

(ترمذی شریف، ج ۳، ص ۳۷۵، حدیث نمبر ۱۰۷۱، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، الناشر شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ۔ مصر)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میت دفنائی جاتی ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کی میت دفنائی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے، نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ دونوں میت سے پوچھتے ہیں تم اس شخص (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ پس (اگر وہ مومن ہو تو) وہ وہی کہتا ہے جو وہ دنیا میں کہا کرتا تھا یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: ہمیں علم ہے کہ تو دنیا میں یہی کہا کرتا تھا۔ پھر اس کے لیے اس کی قبر چاروں طرف سے ستر، ستر گز تک وسیع کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کو اس کے لیے روشن کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے: سو جا۔ وہ کہتا ہے: میں اپنے گھر والوں کی طرف جاتا ہوں تاکہ انہیں اپنے حالات کی خبر دوں۔ وہ دونوں اس سے کہتے ہیں: تو اس پہلی رات کی دلہن کی طرح سو جا جس کو اس کے گھروں میں سے صرف اس کا محبوب شوہر ہی جگاتا ہے۔ (وہ اسی حال میں رہے گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے اسی حال میں اس کی قبر سے اٹھائے گا۔ اگر وہ منافق ہو تو وہ (ان کے سوال کے جواب میں) کہتا ہے: میں نہیں جانتا میں نے وہی کہا جو میں نے لوگوں کو کہتے سنا: دونوں فرشتے اسے کہتے ہیں: ہم جانتے ہیں کہ تو یہی کہا کرتا تھا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کے لئے سکڑ جا۔

پس زمین اس کے لئے سکڑ جاتی ہے اور اس کے دونوں پہلو ایک دوسرے میں دھنس جاتے ہیں۔ پس وہ اسی حال میں عذاب میں مبتلا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے اس کی قبر سے اٹھائے گا۔

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر و تنعیم قبر حق ہے۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتابوں کا مطالعہ کیجیے!

غیوب خمسہ کے بہت سے جزئیات کا علم نبی کریم ﷺ کو ہے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ عز وجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "غیوب خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا" یہ عقیدہ ضروریات اہل سنت سے ہے۔

" رسالہ رماح القھار علی کفر الکفار" تمہید" رسالہ خالص الاعتقاد" میں ہے۔

"اللہ عز وجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کو غیوب خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا جو یہ کہے کہ خمس میں سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزار ہا احادیث متواترۃ المعنیٰ کا منکر اور بدمذہب خاسر ہے، یہ قسم دوم" یعنی ضروریات عقائد اہل سنت سے" ہوئی۔

(رسالہ رماح القھار علی کفر الکفار ۱۳۲۸ھ قہار کا نیزہ مارنا کافروں کے کفر پر" تمہید" خالص الاعتقاد، بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۳۰، ص ۴۱۶، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور حضرت علامہ سید سعید احمد کاظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"اہل سنت اس امر پر بھی متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو غیوبِ خمسہ میں سے بہت سے جزئیات کا علم عطا فرمایا جو شخص یہ کہے کہ کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا وہ ہمارے نزدیک

بدمذہب خائب وخاسر ہے"

(مقالات کاظمی حصہ دوم، بعنوان علم غیب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

دلائل ملاحظہ فرمائیں! حدیث شریف میں ہے:

عَنْ قَابُوسَ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ الْفَضْلِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَأَيْتُ كَأَنَّ فِي بَيْتِي عُضْوًا مِنْ أَعْضَائِكَ، قَالَ: »خَيْرًا رَأَيْتِ، تَلِدُ فَاطِمَةُ غُلَامًا فَتُرْضِعِيهِ«، فَوَلَدَتْ حُسَيْنًا، أَوْ حَسَنًا، فَأَرْضَعَتْهُ بِلَبَنِ قُثَمٍ

قابوس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں آپ کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے' آپ نے فرمایا آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے' عنقریب ''حضرت'' فاطمہ ''رضی اللہ عنہا'' کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور آپ اس کو دودھ پلائیں گی' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت قسم بن عباس کے ساتھ ان کو دودھ پلایا۔

(سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۲۹۳، حدیث نمبر ۳۹۲۳، کتاب تعبیر الرویا، باب تعبیر الرویا، الناشر دار احیاء الکتب العربیۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں کیا ہے بیٹا یا بیٹی اس کا بھی علم عطا فرمایا تھا تبھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں بیٹا پیدا ہوگا اور ہوا بھی ایسی ہی۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ السَّاعَةَ، وَذَكَرَ أَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا أُمُورًا عِظَامًا، ثُمَّ قَالَ: »مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ عَنْهُ، فَوَاللّٰهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا«، قَالَ أَنَسٌ: فَأَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَاءَ، وَأَكْثَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنْ يَقُولَ: »سَلُونِي«، فَقَالَ أَنَسٌ: فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: أَيْنَ مَدْخَلِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: »النَّارُ«، فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: »أَبُوكَ حُذَافَةُ«، قَالَ: ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ: »سَلُونِي سَلُونِي«،

(بخاری شریف، ج ۹، ص ۹۵، حدیث نمبر ۷۲۹٤، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ وَتَكَلُّفِ مَا لَا يَعْنِيهِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں حضرت عبداللہ ابن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو۔

معلوم ہوا کہ کون جنتی کون جہنمی اس کا بھی علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا تبھی تو جب ایک آدمی نے پوچھا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے جنت یا جہنم؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور کس کا باپ کون ہے اس کا بھی علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا۔ تبھی تو جب حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ پوچھا کہ میرے والد کون ہیں جب کہ ان کے والد کون ہیں اس بارے میں لوگوں کو نہیں معلوم تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا دیا کہ فلاں تمہارا والد ہے اور ظاہر بات ہے جنتی کون جہنمی کون اور کس کا اصلی باپ کون یہ باتیں غیب میں سے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ«،

یعنی: حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ خیبر کو فتح کرے گا۔

(صحیح البخاری ج ۵، ص ۱۸، حدیث نمبر ۳۷۰۱، کتاب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ القُرَشِيِّ الهَاشِمِيِّ أَبِي الحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، الناشر دار طوق النجاۃ)

حدیث شریف میں ہے: عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِينَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، فَقَالَ: إِيَّانَا تُرِيدُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا، وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا، قَالَ: فَنَدَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا بَدْرًا، وَوَرَدَتْ عَلَيْهِمْ رَوَايَا قُرَيْشٍ، وَفِيهِمْ غُلَامٌ أَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ، فَأَخَذُوهُ، فَكَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَهُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، وَأَصْحَابِهِ، فَيَقُولُ: مَا لِي عِلْمٌ بِأَبِي سُفْيَانَ، وَلَكِنْ هَذَا أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، فَإِذَا قَالَ ذَلِكَ ضَرَبُوهُ، فَقَالَ: نَعَمْ، أَنَا أُخْبِرُكُمْ، هَذَا أَبُو سُفْيَانَ، فَإِذَا تَرَكُوهُ فَسَأَلُوهُ، فَقَالَ مَا لِي بِأَبِي سُفْيَانَ عِلْمٌ، وَلَكِنْ هَذَا أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، فِي النَّاسِ، فَإِذَا قَالَ هَذَا أَيْضًا ضَرَبُوهُ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ انْصَرَفَ، قَالَ: »وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَضْرِبُوهُ إِذَا صَدَقَكُمْ، وَتَتْرُكُوهُ إِذَا كَذَبَكُمْ«، قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ«، قَالَ: وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ »هَاهُنَا، هَاهُنَا«، قَالَ: فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ

(مسلم شریف، ج ۳، ص ۱۴۰۳، حدیث نمبر ۱۷۷۹، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ بدر، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ فرمایا جب ابوسفیان کے آنے کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو اس سے اعراض کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو اس سے اعراض کیا پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہم سے ہے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر نبی کریم ﷺ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم انہیں ڈال دیں گے اگر نبی کریم ﷺ ہمیں ان کے سینے برک الغماد سے ٹکرا دینے کا حکم دیں تو ہم کر گزریں گے پس رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بلایا اور چلے یہاں تک کہ مقام بدر پر جا کر اترے اور ان پر قریش کے پانی پلانے والے گزرے اور ان میں بنوحجاج کا سیاہ فام غلام بھی تھا صحابہ کرام نے اسے پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اس سے ''حضرت'' ابوسفیان رضی اللہ عنہ'' اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھنے لگے تو اس نے کہا مجھے ابوسفیان کے بارے میں معلوم نہیں لیکن ابوجہل، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف یہ سامنے ہیں جب اس نے یہ کہا تو صحابہ کرام نے اسے مارا تو اس نے کہا ہاں میں تمہیں ابوسفیان کی خبر دیتا ہوں کہ ابوسفیان یہ ہے صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا پھر پوچھا تو اس نے کہا مجھے ابوسفیان کے بارے میں معلوم نہیں بلکہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف یہاں لوگوں میں ہیں اس نے جب یہ کہا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اسے پھر مارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب یہ سچ کہتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب تم سے جھوٹ کہتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں (کافر) کی قتل گاہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر اس، اس جگہ اپنا ہاتھ

مبارک رکھتے تھے (اور نشان لگاتے جاتے تھے) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان میں سے کوئی بھی (کافر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے ادھر ادھر متجاوز نہ ہوا۔ (عین اسی جگہ جہنم رسید ہوا جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان لگائے تھے)۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کون جنتی ہے کون جہنمی ہے اس کا بھی علم تھا، کل کیا ہوگا اس کا بھی علم تھا، اور کون کہاں مرے کب مرے گا اس بھی علم تھا اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے!

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے (حدائق بخشش)

مذکورہ شعر ہی سے سمجھ آ گیا کہ ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔ مزید اس عقیدہ کو واضح انداز میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ نے "فتاویٰ رضویہ" میں بہت سے مقامات پر لکھا ہے جس میں سے ایک مقام پر یوں لکھتے ہیں:

''حضرات انبیاء صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم۔ حیات و ممات ہر حالت میں طیب و طاہر ہیں بلکہ ان کے لیے موت محض آنی تصدیق وعدہ، الٰہیہ کے لیے ہے پھر وہ ہمیشہ حیات حقیقی و دنیاوی روحانی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج ۳، ص ۴۰۴ تا ۴۰۷، باب التیمّم ناشر رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

اور جو شخص عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے وہ گمراہ بد دین ہے۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ

سے جب ایک شخص کے متعلق سوال ہوا کہ:

''حیات النبی ہونے سے خالد کو انکار ہے (اس کا حکم کیا ہے؟)

تو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خالد گمراہ بد دین ہے اسے امام بنانا جائز نہیں، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات (بعد وصال) قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ٦، ص ۵۲۵، مسئلہ نمبر ٦٥٧، ناشر رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے نہیں ورنہ منکر کو گمراہ بد دین نہیں بلکہ کافر کہا جاتا لیکن کافر ہونے کا فتویٰ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے نہیں دیا بلکہ گمراہ بد دین ہونے کا فتویٰ دیا تو واضح ہو گیا کہ یہ عقیدہ ضروریات اہل سنت و جماعت میں سے ہے جس کا منکر اگرچہ کافر نہیں ہوتا مگر گمراہ بد دین ضرور ہوتا ہے۔

بلکہ "ملفوظات اعلیٰ حضرت" میں واضح انداز میں لکھا ہے کہ یہ عقیدہ ضروریات اہل سنت و جماعت سے ہے۔ چناں "ملفوظات اعلیٰ حضرت" میں ہے:

''اگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات مان بھی لی جائے تو ان کی موت بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے صرف آنی (یعنی ایک پل کے لئے) ہے ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ قطعیہ، یقینیہ، ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے، اس کا منکر نہ ہوگا مگر بد مذہب گمراہ، تو پھر عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام زندہ ہی ہیں ان کا نزول ممتنع کیوں کر ہو گیا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص ٥٠٤ تا ٥٠٥، بعنوان حیات انبیاء کا منکر گمراہ ہے، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

اب حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چند دلائل ملاحظہ فرمائیں لیکن اس سے پہلے یہ جان لیں کہ تن سے سر کا تعلق ختم ہوجانے اور روح کے جسم عنصری سے پرواز کر جانے کے بعد جب راہ خدا میں شہید ہونے والے مقدس نفوس قدسیہ کو مدینہ کے کچھ لوگوں نے 'مردہ' کہا تو اللہ تعالیٰ نے اُن شہدائے کرام کو مردہ کہنے سے ہی نہیں

بلکہ مردہ سوچنے، مردہ گمان کرنے، مردہ خیال کرنے سے بھی سختی کے ساتھ منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَحۡسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمۡوَٰتَۢاۚ بَلۡ أَحۡيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ﴾ [آل عمران: 169]

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ انبیائے کرام غیر انبیاء شہداء سے بدر جہا افضل ہیں تو جب غیر انبیاء شہدائے کرام کو مردہ کہنا بلکہ مردہ خیال کرنا منع ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کو بدرجہ اولیٰ مردہ کہنا مردہ تصور کرنا منع ہوگا یہ ایک کھلی حقیقت ہے جس کا بیان خود احادیث صحیحہ میں بھی وارد ہے۔

ہاں! یہ بات درست اور ایک حقیقت ہے کہ وعدہ الٰہیہ کے مطابق ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے چناں چہ انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی ایک لمحہ کے لیے موت طاری ہوئی مگر پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی زندگی عطا فرمادی جو اس دنیاوی زندگی سے لاکھوں درجہ افضل ہے لہٰذا اللہ کے نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، روزی دئے جاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اور مختلف مقامات پر رب کی عطا سے آتے جاتے ہیں۔

اب دلائل ملاحظہ فرمائیں! حدیث شریف میں ہے:

عَنۡ سُلَيۡمَانَ التَّيۡمِيِّ، سَمِعۡتُ أَنَسًا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: »مَرَرۡتُ عَلَى مُوسَى وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبۡرِهِ« وَزَادَ فِي حَدِيثِ عِيسَى »مَرَرۡتُ لَيۡلَةَ أُسۡرِيَ بِي«

یعنی: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ اسلام (کی قبر) کے پاس سے گذرا (تو میں

نے دیکھا کہ) وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میں حضرت موسیٰ علیہ اسلام (کی قبر) کے پاس سے گذرا۔

(صحیح مسلم، ج٤، ص١٨٤٥، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، حدیث: ٢٣٧٥ ـ الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنۡ أَوۡسِ بۡنِ أَوۡسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ مِنۡ أَفۡضَلِ أَيَّامِكُمۡ يَوۡمَ الۡجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفۡخَةُ، وَفِيهِ الصَّعۡقَةُ، فَأَكۡثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمۡ مَعۡرُوضَةٌ عَلَيَّ« قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيۡفَ تُعۡرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيۡكَ وَقَدۡ أَرِمۡتَ - يَقُولُونَ: بَلِيتَ -؟ فَقَالَ: »إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الۡأَرۡضِ أَجۡسَادَ الۡأَنۡبِيَاءِ«

(سنن ابی داؤد، ج١، ص٢٧٥، حدیث نمبر ١٠٤٧، تفریع ابواب الجمعة، بَابُ فَضۡلِ يَوۡمِ الۡجُمُعَةِ وَلَيۡلَةِ الۡجُمُعَةِ، الناشر المکتبة العصریة صیدا بیروت)

یعنی: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سے سب سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن میں صور پھونکا جائے گا، اسی دن بے ہوشی ہوگی تم اس دن میں کثرت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھو کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ علیہ السلام پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالاں کہ آپ علیہ السلام کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کا جسم کھائے۔ (یعنی اللہ

کے نبی زندہ ہوتے ہیں زمین ان کے جسموں کو نہیں کھا سکتی ہے بلکہ ایک حدیث ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ، إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ، حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا« قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: »وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ«

(ابن ماجہ شریف، ج۱،ص ٥٢٤، حدیث نمبر ١٦٣٧، کتاب الجنائز، بَابُ ذِكْرِ وَفَاتِهِ وَدَفْنِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الناشر دار احیاء الکتب العربیۃ)

یعنی: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجو، اس لیے کہ جمعہ کے دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور جو کوئی مجھ پر درود بھیجے گا اس کا درود مجھ پر اس کے فارغ ہوتے ہی پیش کیا جائے گا میں نے عرض کیا: کیا وصال کے بعد بھی؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، وصال کے بعد بھی، بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کا جسم کھائے، اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کو روزی ملتی ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کا جسم بھی سلامت ہے اور سنتے بھی ہیں اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَایَ، فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا، فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ«، قَالَ: " فَرَفَعَهُ اللهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ، وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِذَا مُوسَى قَائِمٌ يُصَلِّي، فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ، جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ، وَإِذَا عِيسَى

ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي، أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ، وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي، أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ - يَعْنِي نَفْسَهُ - فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ قَائِلٌ: يَا مُحَمَّدُ، هَذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ، فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ "

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ چیزیں پوچھیں جن کو میں نے محفوظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا، وہ مجھ سے بیت المقدس کی چیزوں کے بارے میں پوچھتے رہے اور میں دیکھ دیکھ کر بیان کرتا رہا۔ اور میں نے اپنے آپ کو انبیائے کرام کی جماعت میں پایا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ قبیلۂ شنوءہ کے لوگوں کی طرح گھنگھریالے بالوں والے تھے، اور پھر عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں۔ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے پیغمبر ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے ان سب انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے ایک کہنے والے نے کہا یہ مالک، جہنم کے داروغہ ہیں، انہیں سلام کیجئے، میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو انہوں نے پہلے مجھے سلام کیا۔

(صحیح مسلم، ج۱،ص ١٥٦، کتاب الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال، حدیث: ۱۷۲، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اس کے علاوہ کتب احادیث میں متعدد احادیث سفر معراج کے بارے میں منقول ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر معراج میں

مختلف انبیائے کرام سے ملاقاتیں کیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا ،مبارک بادی پیش کیں اور دیگر عرض ومعروض بھی ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت فرمائی۔ یہ نماز پڑھنا، ملاقات کا ہونا، سلام وکلام کا ہونا یہ زندوں کا کام ہے یا مردوں کا؟ یقیناً زندوں کا کام ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، اور اللہ کرم سے آتے جاتے بھی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

قَالَ: حَدَّثَتْنِي سَلْمَى، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، وَهِيَ تَبْكِي، فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيكِ؟ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْنِي فِي الْمَنَامِ، وَعَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ، فَقُلْتُ: مَا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: »شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ آنِفًا«

یعنی: حضرت سلمیٰ بیان کرتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ نبی اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک اور سرانور گرد آلود تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں ابھی حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت میں شریک ہوا ہوں۔

(ترمذی شریف ت شاکر، ج ٥، ص ٦٥٧، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَالْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، حدیث: ٣٧٧١، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر)

اور مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق خواب واقعی اور حقیقی ہوتا ہے جس میں شیطانی وسوسوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا جیسا کہ اس کے متعلق کئی احادیث وارد ہیں جن میں سے ایک حدیث یہ ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ

رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي«

(ترمذی شریف ت شاکر، ج ٤، ص ٥٣٥، حدیث نمبر ٢٢٧٦، کتاب الرویا، بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي« الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر)

یعنی: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

اب ذرا غور کریں تو کئی باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں شریک ہونا، اور کسی بھی مجلس یا معاملے میں شرکت بغیر زندگی کے نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد وصال بھی زندہ ہیں۔ دوسری بات سرکار علیہ السلام کا شہادت حسین رضی اللہ عنہ میں شرکت کے لیے قبر انور سے کربلا جانا اور پھر وہاں سے آنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا آنا بغیر زندگی کے ممکن نہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد وصال بھی زندہ ہیں۔ تیسری بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کربلا کے معاملات کا معلوم ہونا یہ بھی بغیر زندگی کے متصور نہیں۔ گویا یہ حدیث ہر اعتبار سے بعد وصال، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر دلالت کرتی ہے۔ مگر حق اسی کو نظر آتا ہے جسے اللہ توفیق دے۔

ان احادیث مبارکہ کے علاوہ شبِ معراج میں نبی کریم صلی اللہ ولیہ وسلم کا تمام انبیائے کرام کی مسجدِ اقصیٰ میں امامت فرمانا مختلف آسمانوں پر حضرت آدم حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے ملاقات کرنا ان سے گفتگو فرمانا بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نماز میں کم کرانے کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دینا یہ سارے واقعات جو صحیح احادیث میں وارد ہیں انبیائے کرام علیہ الصلوۃ والتسلیم کی بعد وصالِ ظاہری، زندہ ہونے پر بڑی واضح اور روشن دلیل ہے۔ کم علم آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔

نیز امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے حیات النبی ﷺ کے موضوع پر ایک مکمل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام انہوں نے "حیات الانبیاء فی قبورھم" رکھا

ہے جس میں مختلف احادیث مبارکہ سے ثابت فرمایا ہے کہ انبیاے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے اس رسالہ کا مکمل مطالعہ فرمائیں! تاہم! یہاں پر اس رسالہ سے صرف ایک حدیث نقل کی جا رہی ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ«

یعنی: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(حیاۃ الانبیاء فی قبورہم للبیہقی، ص ۷۲، حدیث نمبر ۷۲، الأنبیاء أحیاء فی قبورھم یصلون، الناشر مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)

اس عقیدے کے متعلق مزید تفصیلات جاننے کے لیے علماے اہل سنت و جماعت کی کتابوں کا مطالعہ کیجیے!

کرامت اولیاء اللہ برحق ہے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

اللہ کے ولی کی طرف سے بغیر دعویٰ نبوت کیے خلافِ عادت کام کے ظاہر ہونے کو ''کرامت'' کہتے ہیں۔

کراماتِ اولیاء اللہ حق ہے، جس پر قرآن وسنت اور اسلاف کی کتب معتمدہ سے کثیر دلائل موجود ہیں اور یہ عقیدہ ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت میں سے ہے۔ لہٰذا جو کراماتِ اولیاء اللہ کا انکار کرے، وہ سنی نہیں بلکہ بدمذہب وگمراہ ہے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''کراماتِ اولیاء کا انکار گمراہی ہے۔''

(فتاوٰی رضویہ، ج ۱۴، ص ۳۲۸، رسالہ ردالرفضہ، مسئلہ نمبر ۷۴ تا ۸۱، ناشر رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''کرامتِ اولیا حق ہے، اس کا منکر گمراہ ہے۔ مردہ زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا، غرض تمام خوارقِ عادات (خلافِ عادات کام) اولیاء سے ممکن ہیں، سوا اُس معجزہ کے جس کی بابت دوسروں کے لیے ممانعت ثابت ہوچکی ہے۔ جیسے قرآن مجید کے مثل کوئی سورت لے آنا یا دنیا میں بیداری میں اللہ عزوجل کے دیدار یا کلامِ حقیقی سے مشرف ہونا، اس کا جو اپنے یا کسی ولی کے لیے دعویٰ کرے، کافر ہے۔

(بہار شریعت، حصہ ۱، ص ۲۷۰ تا ۲۷۲، عقیدہ نمبر ۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اور مفسر شہیر علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ ''مرآۃ المناجیح'' میں ''باب الکرامات'' کے تحت فرماتے ہیں:

''کرامات جمع ہے کرامت کی بمعنی تعظیم واحترام۔ اصطلاحِ شریعت میں کرامت وہ عجیب وغریب چیز ہے، جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ حق یہ ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ بن سکتی ہے، وہ ولی کی کرامت بھی بن سکتی ہے، سوا اُس معجزہ کے جو دلیلِ نبوت ہو۔ جیسے وحی اور آیات قرآنیہ۔ معتزلہ کرامات کا انکار کرتے ہیں، اہل سنت کے نزدیک کرامت حق ہے۔ آصف بن برخیا کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو یمن سے شام میں لے آنا، حضرت مریم کا بغیر خاوند حاملہ ہونا اور غیبی رزق کھانا، اصحاب کہف کا بے کھانا، پانی صدہا سال تک زندہ رہنا کراماتِ اولیاء ہیں، جو قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ حضور غوث پاک کی کرامات شمار سے زیادہ ہیں۔''

(مراۃ المناجیح، جلد 8، صفحہ 268، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

اب ذیل میں کرامت اولیاء اللہ سے متعلق چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قول کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿قَالَ يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡمَلَؤُاْ أَيُّكُمۡ يَأۡتِينِي بِعَرۡشِهَا قَبۡلَ أَن يَأۡتُونِي مُسۡلِمِينَ ٣٨ قَالَ عِفۡرِيتٞ مِّنَ ٱلۡجِنِّ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبۡلَ أَن تَقُومَ مِن

مَّقَامِكَۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۝٣٩ قَالَ ٱلَّذِي عِندَهُۥ عِلْمٌ مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَۚ﴾ [النمل: 38-40]

سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا: اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں؟ ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا، قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا، امانتدار ہوں۔ اس نے عرض کی، جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا، ایک پل مارنے سے پہلے۔

ان آیات کے تحت مفسر شہیر حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ ولایت برحق ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات بھی برحق ہیں۔'' (تفسیر نور العرفان، سورۃ النمل آیت ٤٠)

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا ٱلْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًاۖ قَالَ يَٰمَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَاۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِۖ﴾ [آل عمران: 37]

ترجمہ: جب زکریا (علیہ السلام) اس (مریم علیہا السلام) کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے، اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا: اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ بولیں: وہ اللہ کے پاس سے ہے۔'

اس آیت کے تحت خزائن العرفان میں ہے: ''یہ آیت کراماتِ اولیاء کے ثبوت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خوارق (کرامات) ظاہر فرماتا ہے۔''

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ آل عمران آیت نمبر ٣٧)

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لاَ أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ، غَيْرَ

نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا، »فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الآخَرِ، فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ«

یعنی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوہ احد پیش آیا، تو میرے والد نے مجھے رات کو بلایا، اور کہا: میرا یہی گمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو شہید ہوں گے میں ان میں سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور میں جن کو چھوڑ کر جاؤں گا ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز تم ہو پس مجھ پر قرض ہے، سو تم میرا قرض ادا کر دینا اور تم اپنی بہنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا پھر صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے شہید تھے، اور ان کے ساتھ ایک اور شخص کو بھی قبر میں دفن کیا گیا، میرا دل اس سے خوش نہیں ہوا کہ میں ان کو دوسرے شخص کے ساتھ رکھوں، پس میں نے چھ مہینے کے بعد ان کو قبر سے نکال لیا، پس وہ اسی طرح تھے جیسے اس وقت ان کو رکھا تھا، البتہ کان تھوڑا سا متغیر ہوا تھا۔

(بخاری شریف کتاب الجنائز بَابٌ: هَلْ يُخْرَجُ المَيِّتُ مِنَ القَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ، ج٢، ص٩٣، حدیث نمبر ١٣٥١)

ذرا غور فرمائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی حضرت عبدُ اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مَوت، نَوعِیَتِ مَوت، حُسنِ خاتمہ وغیرہ سب کی خبر پہلے سے دے دی یہ کرامت اولیاء کی روشن دلیل ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَن أَنس أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَعَبَّادَ بْنَ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُمَا حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ فِي لَيْلَةٍ شَدِيدَةِ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ينقلبان وبيد كل مِنْهُمَا عُصَيَّةٌ فَأَضَاءَتْ عصى أَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتَّى مَشَيَا فِي ضَوْءِهَا حَتَّى إِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيقُ أَضَاءَتْ

لِلْآخَرِ عَصَاهُ فَمَشَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي ضَوْءِ عَصَاهُ حَتَّى بلغ أهله۔

یعنی: روایت ہے حضرت انس سے کہ حضرت اسید ابن حضیر اور حضرت عباد ابن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے کاموں کے متعلق بات چیت کرتے رہے حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا یہ واقعہ سخت اندھیری رات میں ہوا پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپسی کے لیے نکلے ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چھوٹی لاٹھی تھی تو ان میں سے ایک کی لاٹھی چمک گئی حتی کہ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے حتیٰ کہ جب ان کو راستہ نے علیحدہ کیا تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی تو ان میں سے ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلے حتی کہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

(مشکاۃ المصابیح، ج ۳ ص ۱۶۷۴، حدیث نمبر ۵۹۴۴، کتاب الفضائل والشمائل، باب الکرامات، الفصل الأول، الناشر المکتبۃ الاسلامی بیروت)

معلوم ہوا کہ دونوں صحابی رسول اندھیری رات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اپنے اپنے گھر جانے والے تھے لیکن روشنی کا کوئی سامان نہ تھا تب یہ کرامت ظاہر ہوئی۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ أَنَّ سَفِينَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطَأَ الْجَيْشَ بِأَرْضِ الرُّومِ أَوْ أُسِرَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَإِذَا هُوَ بِالْأَسَدِ. فَقَالَ: يَا أَبَا الْحَارِثِ أَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَمْرِي كَيْتَ وَكَيْتَ فَأَقْبَلَ الْأَسَدُ لَهُ بَصْبَصَةٌ حَتَّى قَامَ إِلَى جَنْبِهِ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا أَهْوَى إِلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي إِلَى جَنْبِهِ حَتَّى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْأَسَدُ

یعنی: روایت ہے ابن منکدر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ روم کی زمین میں لشکر سے بہک گئے یا قید کر لیے گئے وہ بھاگتے ہوئے چلے لشکر کی تلاش کرتے تھے کہ اچانک شیر سامنے تھا تو بولے اے ابو الحارث

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے تو شیر دم ہلاتا ہوا آیا حتیٰ کہ ان کی برابر کھڑا ہو گیا جب کوئی آواز سنتا تو ادھر چلا جاتا پھر آپ رضی اللہ عنہ کی برابر چلنے لگا حتیٰ کہ یہ لشکر تک پہنچ گئے پھر شیر لوٹ گیا۔

(مشکاۃ المصابیح، ج ۳ ص ۱۶۷۶، حدیث نمبر ۵۹۴۹، کتاب الفضائل والشمائل، باب الکرامات، الفصل الثانی، الناشر المکتبۃ الاسلامی بیروت)

معلوم ہوا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ شیر آپ رضی اللہ عنہ کا کچھ بگاڑنے کے بجائے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور گویا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرتا ہوا لشکر تک پہنچا آیا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: »لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرَى عَلَى قَبْرِهِ نُورٌ«

یعنی: روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں کہ جب نجاشی "بادشاہ" نے وفات پائی تو ہم چرچہ کرتے تھے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا رہتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، ج ۳ ص ۱۶، حدیث نمبر ۲۵۲۳، کتاب الجهاد، بَابٌ فِي النُّورِ يُرَى عِنْدَ قَبْرِ الشَّهِيدِ، الناشر المكتبة العصرية صيدا بيروت)

یعنی: اصحمہ شاہ حبشہ جن کا لقب نجاشی تھا جب وہ وفات پا گئے تو عرصہ تک عام لوگوں نے آپ کی قبر پر ظہور نور دیکھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کرامت بعد وفات بھی ظاہر ہو سکتی ہے بلکہ ہوتی ہے جیسا مذکورہ روایت سے ظاہر ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ، فَدَعَتْهُ، فَأَبَى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ: أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي، ثُمَّ أَتَتْهُ فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي

صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: لَأُفْتِنَنَّ جُرَيْجًا، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ، فَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلاَمًا فَقَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ، وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ، فَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الغُلاَمَ، فَقَالَ: مَنْ أَبُوكَ يَا غُلاَمُ؟ قَالَ: الرَّاعِي، قَالُوا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: لاَ، إِلَّا مِنْ طِينٍ"

(بخاری شریف، ج۳،ص۱۳۸، حدیث نمبر ۲۴۸۲، کتاب المظالم والغصب، بَابٌ: إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بنی اسرائیل میں ایک صاحب تھے، جن کا نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ ماجدہ آئیں اور انہیں پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ کیوں کہ وہ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور (پکارا مگر جواب نہ ملا کیوں کہ جریج اب بھی سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز پڑھوں) (تو غصے میں ان کی والدہ ماجدہ) بددعا کر گئیں، اے اللہ! اسے موت نہ آئے جب تک کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے۔ ایک عورت نے (جو جریج کے عبادت خانے کے پاس اپنے جانور چرایا کرتی تھی اور فاحشہ تھی) کہا کہ جریج کو فتنہ میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چناں چہ وہ ان کے سامنے آئی اور گفتگو کرنی چاہی، لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔ آخر لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔ قوم کے لوگ جریج کے یہاں آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا۔ انہیں باہر نکالا اور گالیاں دیں۔ لیکن جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا بچے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ بول پڑا کہ چرواہا! (قوم خوش ہوگئی اور) کہا کہ ہم آپ کے لیے سونے کا عبادت خانہ بنوا دیں۔ تو جریج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت جریج کی یہ کرامت تھی کہ بچہ جو ابھی بولنے کے بھی قابل نہیں تھا وہ بھی بول پڑا تو اندازہ لگائیں کہ جب بنی اسرائیل کے اللہ کے ولی سے کرامت کا ظہور ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ولیوں سے کرامت کا ظہور کیوں نہیں ہوسکتا!

المختصر یہ کہ قرآن و حدیث سے واضح طور ثابت ہوتا ہے کہ کرامات اولیاء اللہ برحق ہیں مزید کرامت اولیاء اللہ کی جانکاری کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کریں۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اور یہ عقیدہ ضروریات اہل سنت و جماعت میں سے ہے یعنی نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا منکر بدمذہب گمراہ ہے یعنی سنیت سے خارج ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''جب صادق و مصدوق صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) نزول کی خبر دی اور وہ اپنی حقیقت پر ممکن و داخل زیر قدرت و جائز، تو انکار نہ کرے گا مگر گمراہ۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۵، ص۶۱۴، مسئلہ نمبر ۷۹ تا ۸۰، رسالہ الجُراز الدّیانی علی المرتدّ القادیانی ۱۳۴۰ھ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نیز "فتاویٰ رضویہ" میں ہے:

''آخر زمانے میں ان کے تشریف لانے اور دجّال لعین کو قتل فرمانے میں کسی کو کلام نہیں، یہ بلاشبہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۵، ص۶۱۴، مسئلہ نمبر ۷۹ تا ۸۰، رسالہ الجُراز الدّیانی علی المرتدّ القادیانی ۱۳۴۰ھ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لیے حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں! لکھتے ہیں:

’’تنبیہ اول: سیدنا عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی نبینا الکریم وعلیہ سائر الانبیاء وبارک وسلم کے بارے میں یہاں تین مسئلے ہیں:

مسئلہ اولیٰ: یہ کہ نہ وہ قتل کئے گئے نہ سولی دیئے گئے بلکہ ان کے رب جل وعلا نے انھیں مکر یہود عنود سے صاف سلامت بچا کر آسمان پر اٹھالیا اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی کہ یہود ملاعنہ نے ان کے دھوکے میں اسے سولی دی یہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ قطعیہ یقینیہ ایمانیہ پہلی قسم کے مسائل یعنی ضروریات دین سے ہے جس کا منکر یقیناً کافر اس کی دلیل قطعی رب العزۃ جل وعلا کا ارشاد ہے:

﴿وَقَوۡلِهِمۡ إِنَّا قَتَلۡنَا ٱلۡمَسِيحَ عِيسَى ٱبۡنَ مَرۡيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمۡۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِ لَفِي شَكّٖ مِّنۡهُۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنۡ عِلۡمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينَۢا﴾ [النساء: 157]

اور ہم نے یہود پر لعنت کی بسبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے کے کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بن مریم خدا کے رسول کو اور انھوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اور اسے سولی دی بلکہ اس کی صورت کا دوسرا بنا دیا گیا ان کے لیے اور بے شک وہ جو اس کے بارے میں مختلف ہوئے (کہ کسی نے کہا کہ اس کا چہرہ تو عیسیٰ کا سا ہے مگر بدن عیسیٰ کا سا نہیں کسی نے کہا نہیں بلکہ وہی ہیں) البتہ اس سے شک میں ہیں انھیں خود بھی اس کے قتل کا یقین نہیں مگر گمان کے پیچھے ہو لینا اور بالیقین انھوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے اور نہیں اہل کتاب سے کوئی مگر یہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر اس کے موت سے

پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہی دے گا۔۔۔

مسئلہ ثانیہ: اس جناب رفعت قباب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا) قرب قیامت آسمان سے اترنا دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر اس عہد کے مطابق جو اللہ عزوجل نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا دین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کرنا یہ مسئلہ قسم ثانی یعنی ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے جس کا منکر گمراہ خاسر بد مذہب فاجر اس کی دلیل احادیث متواترہ واجماع اہل حق ہے۔۔۔ بالجملہ یہ (نزول عیسیٰ علیہ السلام کا) مسئلہ قطعیہ یقینیہ عقائد اہل سنت و جماعت سے ہے جس طرح اس کا راساً منکر گمراہ بالیقین یوہیں اس کا بدلنے والا اور نزول عیسیٰ بن مریم رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کو کسی زید وعمرو کے خروج ڈھالنے والا بھی ضال مضل بد دین کہ ارشادات حضور سید عالم ﷺ کی دونوں نے تکذیب کی۔۔۔

مسئلہ ثالثہ: سیدنا روح اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی حیات! اقول اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ وہ اب زندہ ہیں یہ بھی مسائل قسم ثانی (یعنی ضروریات اہل سنت و جماعت) سے ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ کہ اہل سنت کے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہیں ان کی موت صرف تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ہوتی ہے پھر ہمیشہ حیات حقیقی ابدی ہے ائمہ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرما دیا ہے۔۔۔ دوسرے یہ کہ اب تک ان پر موت طاری نہ ہوئی زندہ ہی آسمان پر اٹھالئے گئے اور بعد نزول دنیا میں سالہا سال تشریف رکھ کر اتمام نصرت اسلام وفات پائیں گے یہ مسائل قسم اخیرین (ثابتات محکمہ اور ظنیات محتملہ) سے ہے۔۔۔

(فتاویٰ حامدیہ، ص۔ ۱٤۰ تا ۱۷۷، رسالہ السارم الربانی علی اسراف القادیانی، ناشر زاویہ پبلشرز دربار مارکیٹ لاہور)

ذہن نشین رہے کہ: ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی وآثم قرار پاتا ہے ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی اور ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے گا

اور ظنیات محتملہ کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جو جانب خلاف کے لیے بھی گنجائش باقی رکھی ہو۔

(فتاویٰ حامدیہ ص ١٣٤، رسالہ السارم الربانی علی اسراف القادیانی، ناشر زاویہ پبلشرز دربار مارکیٹ لاہور)

ضروری وضاحت: قیامت سے پہلے حضرت سیّدُ نا عیسیٰ علیہ السَّلام کا دنیا میں دوبارہ تشریف لانا ختمِ نبوّت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ سرکارِ نامدار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے نائب کے طور پر تشریف لائیں گے اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شریعت کے مطابق احکام جاری فرمائیں گے۔

امام جلالُ الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَن عِيسَى عَلَيۡهِ السَّلَام لما ينزل يحكم بشريعة النَّبِي صلى الله عَلَيۡهِ وَسلم نِيَابَة عَنهُ وَيصير من أَتۡبَاعه وَأمته۔

(الخصائص الکبریٰ ج ٢، ص ٣٢٩، زِيَادَة إِيضَاح لهَذَا الۡبَاب، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

یعنی: حضرت عیسیٰ علیہ السَّلام جب زمین پر تشریف لائیں گے تو رحمتِ عالَم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نائب کے طور پر آپ کی شریعت کے مطابق حکم فرمائیں گے نیز آپ کی اِتباع کرنے والوں اور آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی امّت میں سے ہوں گے۔

اور امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اور یہی باعث ہے کہ جب آخر الزمان میں حضرت سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت ورسالت پر ہوں گے، حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے، حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے، حضور کے ایک امتی ونائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔۔

» كَيۡفَ أَنۡتُمۡ إِذَا نَزَلَ ابۡنُ مَرۡيَمَ فِيكُمۡ، وَإِمَامُكُمۡ مِنۡكُمۡ ۔۔۔

(بخاری شریف، ج ٤، ص ١٦٨، حدیث نمبر ٣٤٤٩، کتاب احادیث الانبیاء، بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ عَلَيۡهِمَا السَّلاَمُ، الناشر دار طوق النجاۃ)

---------کیسا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا----

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج. ٣، ص. ١٤٠، مسئلہ نمبر ٣٣، رسالہ تجلی الیقین بانّ نبیّنا سید المرسلین ١٣٠٥ھ، الناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کثیر احادیث میں حضرت سیّدُ نا عیسیٰ علیہ السَّلام کی دنیا میں دوبارہ تشریف آوری کو بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے چند فرامین ملاحظہ فرمائیں!

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابۡنِ شِهَابٍ أَنَّ سَعِيدَ بۡنَ الۡمُسَيِّبِ، سَمِعَ أَبَا هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنۡهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: »وَالَّذِي نَفۡسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنۡ يَنۡزِلَ فِيكُمۡ ابۡنُ مَرۡيَمَ حَكَمًا عَدۡلًا، فَيَكۡسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقۡتُلَ الخِنۡزِيرَ، وَيَضَعَ الجِزۡيَةَ، وَيَفِيضَ المَالُ حَتَّى لاَ يَقۡبَلَهُ أَحَدٌ، حَتَّى تَكُونَ السَّجۡدَةُ الوَاحِدَةُ خَيۡرًا مِنَ الدُّنۡيَا وَمَا فِيهَا« ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيۡرَةَ: " وَاقۡرَءُوا إِنۡ شِئۡتُمۡ: {وَإِنۡ مِنۡ أَهۡلِ الكِتَابِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِ قَبۡلَ مَوۡتِهِ، وَيَوۡمَ القِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدًا} [النساء: 159]

(بخاری شریف، ج ٤، ص ١٦٨، حدیث نمبر ٣٤٤٨، کتاب احادیث الانبیاء، بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ عَلَيۡهِمَا السَّلاَمُ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: ابن شہاب سے مروی ہے کہ ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی کثرت ہوجائے گی کہ کوئی اسے لینے

والانہیں ملے گا۔ اس وقت کا ایک سجدہ دنیا وما فیہا سے بڑھ کر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَابِقٍ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِنَ الْمَدِينَةِ، مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ، فَإِذَا تَصَافُّوا، قَالَتِ الرُّومُ: خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ، فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ: لَا، وَاللهِ لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا، فَيُقَاتِلُونَهُمْ، فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا، وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ، أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللهِ، وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ، لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا فَيَفْتَتِحُونَ قُسْطُنْطِينِيَّةَ، فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْغَنَائِمَ، قَدْ عَلَّقُوا سُيُوفَهُمْ بِالزَّيْتُونِ، إِذْ صَاحَ فِيهِمِ الشَّيْطَانُ: إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِي أَهْلِيكُمْ، فَيَخْرُجُونَ، وَذَلِكَ بَاطِلٌ، فَإِذَا جَاءُوا الشَّأْمَ خَرَجَ، فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ، يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ، إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّهُمْ، فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللهِ، ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتَّى يَهْلِكَ، وَلَكِنْ يَقْتُلُهُ اللهُ بِيَدِهِ، فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ"

(مسلم شریف، ج ٤، ص ٢٢٢١، حدیث نمبر ٢٨٩٧، کتاب الفتن واشراط الساعة، بَابٌ فِي فَتْحِ قُسْطُنْطِينِيَّةَ، وَخُرُوجِ الدَّجَّالِ وَنُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ رومی اعماق یا دابق میں اتریں ان کی طرف ان سے لڑنے کے لیے ایک لشکر مدینہ سے روانہ ہوگا اور وہ ان دنوں زمین والوں میں سے نیک لوگ ہوں گے جب وہ صف بندی کریں گے تو رومی کہیں گے کہ تم ہمارے اور ان کے درمیان دخل اندازی نہ کرو جنہوں نے ہم میں سے کچھ لوگوں کو قیدی بنالیا ہے ہم ان سے لڑیں گے مسلمان کہیں گے نہیں اللہ کی قسم ہم اپنے بھائیوں کو تنہا نہ چھوڑیں گے کہ تم ان سے لڑتے رہو بالآخر وہ ان سے لڑائی کریں گے بالآخر ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے جن کی اللہ کبھی بھی توبہ قبول نہ کرے گا اور ایک تہائی قتل کئے جائیں گے جو اللہ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے اور تہائی فتح حاصل کرلیں گے انہیں کبھی آزمائش میں نہ ڈالا جائے گا پس وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے جس وقت وہ آپس میں مال غنیمت میں سے تقسیم کر رہے ہوں اور ان کی تلواریں زیتون کے درختوں کے ساتھ لٹکی ہوئی ہوں گی تو اچانک شیطان چیخ کر کہے گا تحقیق مسیح دجال تمہارے بال بچوں تک پہنچ چکا ہے وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوں گے لیکن یہ خبر باطل ہوگی جب وہ شام پہنچیں گے تو اس وقت دجال نکلے گا اسی دوران کہ وہ جہاد کے لیے تیاری کر رہے ہوں گے اور صفوں کو سیدھا کر رہے ہوں گے کہ نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی نماز کی امامت کریں گے پس جب اللہ کا دشمن انہیں دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے چھوڑ دیں گے تب بھی وہ پگھل جائے گا یہاں تک کہ ہلاک ہوجائے گا لیکن اللہ تعالیٰ اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے قتل کرادیگا پھر وہ لوگوں کو اس کا خون اپنے نیزے پر دکھائیں گے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»،

قَالَ: " فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ بِنَا، فَيَقُولُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أَمِيرٌ، لِيُكْرِمَ اللهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ۔

(مسند احمد بن حنبل، ج ۲۳، ص ۶۳، حدیث نمبر ۱۴۷۲۰، مسند المکثرین من الصحابة، مُسْنَدُ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، الناشر موسسة الرسالة لبنان)

یعنی: روایت ہے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا قیامت تک غالب رہے گا، عیسی بن مریم علیہ السلام اتریں گے امیر المومنین ان سے کہیں گے آیئے ہمیں نماز پڑھایئے وہ کہیں گے نہ! تم میں بعض بعض پر سردار ہیں بسبب اس امت کی بزرگی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

حدیث شریف میں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَمِّي مُجَمِّعَ ابْنَ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ۔

(ترمذی شریف، ت شاکر، ج ۴، ص ۸۴، حدیث نمبر ۲۲۴۴، ابواب الفتن، بَابُ مَا جَاءَ فِي قَتْلِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ، الناشر دار الغرب الاسلامی بیروت)

یعنی: حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ابن مریم (علیہ السلام) دجال کو باب لد کے پاس قتل کریں گے۔

اسی طرح ایک طویل حدیث ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ أَكْثَرُ خُطْبَتِهِ حَدِيثًا، حَدَّثَنَاهُ عَنِ الدَّجَّالِ، وَحَذَّرَنَاهُ، فَكَانَ مِنْ قَوْلِهِ أَنْ قَالَ: إِنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ، مُنْذُ ذَرَأَ اللَّهُ ذُرِّيَّةَ آدَمَ،

أَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا إِلَّا حَذَّرَ أُمَّتَهُ الدَّجَّالَ، وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ، وَهُوَ خَارِجٌ فِيكُمْ لَا مَحَالَةَ، وَإِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْكُمْ، فَأَنَا حَجِيجٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ، وَإِنْ يَخْرُجْ مِنْ بَعْدِي، فَكُلُّ امْرِءٍ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَإِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ خَلَّةٍ بَيْنَ الشَّامِ، وَالْعِرَاقِ، فَيَعِيثُ يَمِينًا وَيَعِيثُ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللَّهِ فَاثْبُتُوا، فَإِنِّي سَأَصِفُهُ لَكُمْ صِفَةً لَمْ يَصِفْهَا إِيَّاهُ نَبِيٌّ قَبْلِي، إِنَّهُ يَبْدَأُ، فَيَقُولُ: أَنَا نَبِيٌّ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي، ثُمَّ يُثَنِّي فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ وَلَا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا، وَإِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، كَاتِبٍ أَوْ غَيْرِ كَاتِبٍ، وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنَّ مَعَهُ جَنَّةً وَنَارًا، فَنَارُهُ جَنَّةٌ، وَجَنَّتُهُ نَارٌ، فَمَنِ ابْتُلِيَ بِنَارِهِ، فَلْيَسْتَغِثْ بِاللَّهِ، وَلْيَقْرَأْ فَوَاتِحَ الْكَهْفِ فَتَكُونَ عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا، كَمَا كَانَتِ النَّارُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَقُولَ لِأَعْرَابِيٍّ: أَرَأَيْتَ إِنْ بَعَثْتُ لَكَ أَبَاكَ وَأُمَّكَ، أَتَشْهَدُ أَنِّي رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، فَيَتَمَثَّلُ لَهُ شَيْطَانَانِ فِي صُورَةِ أَبِيهِ، وَأُمِّهِ، فَيَقُولَانِ: يَا بُنَيَّ، اتَّبِعْهُ، فَإِنَّهُ رَبُّكَ، وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يُسَلَّطَ عَلَى نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، فَيَقْتُلَهَا، وَيَنْشُرَهَا بِالْمِنْشَارِ، حَتَّى يُلْقَى شِقَّتَيْنِ، ثُمَّ يَقُولَ: انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي هَذَا، فَإِنِّي أَبْعَثُهُ الْآنَ، ثُمَّ يَزْعُمُ أَنَّ لَهُ رَبًّا غَيْرِي، فَيَبْعَثُهُ اللَّهُ، وَيَقُولُ لَهُ الْخَبِيثُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ، وَأَنْتَ عَدُوُّ اللَّهِ، أَنْتَ الدَّجَّالُ، وَاللَّهِ مَا كُنْتُ بَعْدُ أَشَدَّ بَصِيرَةً بِكَ مِنِّي الْيَوْمَ "، قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الطَّنَافِسِيُّ: فَحَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْوَصَّافِيُّ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »ذَلِكَ الرَّجُلُ أَرْفَعُ أُمَّتِي دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ« قَالَ: قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: وَاللَّهِ مَا كُنَّا نُرَى ذَلِكَ الرَّجُلَ إِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَتَّى مَضَى

لِسَبِيلِهِ. قَالَ الْمُحَارِبِيُّ، ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى حَدِيثِ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: »وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَأْمُرَ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ، وَيَأْمُرَ الْأَرْضَ أَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ، وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَمُرَّ بِالْحَيِّ فَيُكَذِّبُونَهُ، فَلَا تَبْقَى لَهُمْ سَائِمَةٌ إِلَّا هَلَكَتْ، وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَمُرَّ بِالْحَيِّ فَيُصَدِّقُونَهُ، فَيَأْمُرَ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ، وَيَأْمُرَ الْأَرْضَ أَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ، حَتَّى تَرُوحَ مَوَاشِيهِمْ، مِنْ يَوْمِهِمْ ذَلِكَ أَسْمَنَ مَا كَانَتْ وَأَعْظَمَهُ، وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، وَأَدَرَّهُ ضُرُوعًا، وَإِنَّهُ لَا يَبْقَى شَيْءٌ مِنَ الْأَرْضِ إِلَّا وَطِئَهُ، وَظَهَرَ عَلَيْهِ، إِلَّا مَكَّةَ، وَالْمَدِينَةَ، لَا يَأْتِيهِمَا مِنْ نَقْبٍ مِنْ نِقَابِهِمَا إِلَّا لَقِيَتْهُ الْمَلَائِكَةُ بِالسُّيُوفِ صَلْتَةً، حَتَّى يَنْزِلَ عِنْدَ الظُّرَيْبِ الْأَحْمَرِ، عِنْدَ مُنْقَطَعِ السَّبَخَةِ، فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَلَا يَبْقَى مُنَافِقٌ، وَلَا مُنَافِقَةٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ، فَتَنْفِي الْخَبَثَ مِنْهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ، خَبَثَ الْحَدِيدِ، وَيُدْعَى ذَلِكَ الْيَوْمُ يَوْمَ الْخَلَاصِ« ، فَقَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ بِنْتُ أَبِي الْعَكَرِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ " هُمْ يَوْمَئِذٍ قَلِيلٌ، وَجُلُّهُمْ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ، وَإِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ، فَبَيْنَمَا إِمَامُهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ يُصَلِّي بِهِمُ الصُّبْحَ، إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ، فَرَجَعَ ذَلِكَ الْإِمَامُ يَنْكُصُ، يَمْشِي الْقَهْقَرَى، لِيَتَقَدَّمَ عِيسَى يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَيَضَعُ عِيسَى يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ لَهُ: تَقَدَّمْ فَصَلِّ، فَإِنَّهَا لَكَ أُقِيمَتْ، فَيُصَلِّي بِهِمْ إِمَامُهُمْ، فَإِذَا انْصَرَفَ، قَالَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ: افْتَحُوا الْبَابَ، فَيُفْتَحُ، وَوَرَاءَهُ الدَّجَّالُ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ يَهُودِيٍّ، كُلُّهُمْ ذُو سَيْفٍ مُحَلًّى وَسَاجٍ، فَإِذَا نَظَرَ إِلَيْهِ الدَّجَّالُ ذَابَ، كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ، وَيَنْطَلِقُ هَارِبًا، وَيَقُولُ عِيسَى

عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ لِي فِيكَ ضَرْبَةً، لَنْ تَسْبِقَنِي بِهَا، فَيُدْرِكُهُ عِنْدَ بَابِ اللُّدِّ الشَّرْقِيِّ، فَيَقْتُلُهُ، فَيَهْزِمُ اللَّهُ الْيَهُودَ، فَلَا يَبْقَى شَيْءٌ مِمَّا خَلَقَ اللَّهُ يَتَوَارَى بِهِ يَهُودِيٌّ إِلَّا أَنْطَقَ اللَّهُ ذَلِكَ الشَّيْءَ، لَا حَجَرَ، وَلَا شَجَرَ، وَلَا حَائِطَ، وَلَا دَابَّةَ، إِلَّا الْغَرْقَدَةَ، فَإِنَّهَا مِنْ شَجَرِهِمْ، لَا تَنْطِقُ، إِلَّا قَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ الْمُسْلِمَ هَذَا يَهُودِيٌّ، فَتَعَالَ اقْتُلْهُ " قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »وَإِنَّ أَيَّامَهُ أَرْبَعُونَ سَنَةً، السَّنَةُ كَنِصْفِ السَّنَةِ، وَالسَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَآخِرُ أَيَّامِهِ كَالشَّرَرَةِ، يُصْبِحُ أَحَدُكُمْ عَلَى بَابِ الْمَدِينَةِ، فَلَا يَبْلُغُ بَابَهَا الْآخَرَ حَتَّى يُمْسِيَ«، فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَيَّامِ الْقِصَارِ؟ قَالَ: »تَقْدُرُونَ فِيهَا الصَّلَاةَ كَمَا تَقْدُرُونَهَا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ الطِّوَالِ، ثُمَّ صَلُّوا«، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »فَيَكُونُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي أُمَّتِي حَكَمًا عَدْلًا، وَإِمَامًا مُقْسِطًا، يَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَذْبَحُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيَتْرُكُ الصَّدَقَةَ، فَلَا يُسْعَى عَلَى شَاةٍ، وَلَا بَعِيرٍ، وَتُرْفَعُ الشَّحْنَاءُ، وَالتَّبَاغُضُ، وَتُنْزَعُ حُمَةُ كُلِّ ذَاتِ حُمَةٍ، حَتَّى يُدْخِلَ الْوَلِيدُ يَدَهُ فِي فِي الْحَيَّةِ، فَلَا تَضُرَّهُ، وَتُفِرَّ الْوَلِيدَةُ الْأَسَدَ، فَلَا يَضُرُّهَا، وَيَكُونَ الذِّئْبُ فِي الْغَنَمِ كَأَنَّهُ كَلْبُهَا، وَتُمْلَأُ الْأَرْضُ مِنَ السِّلْمِ كَمَا يُمْلَأُ الْإِنَاءُ مِنَ الْمَاءِ، وَتَكُونُ الْكَلِمَةُ وَاحِدَةً، فَلَا يُعْبَدُ إِلَّا اللَّهُ، وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا، وَتُسْلَبُ قُرَيْشٌ مُلْكَهَا، وَتَكُونُ الْأَرْضُ كَفَاثُورِ الْفِضَّةِ، تُنْبِتُ نَبَاتَهَا بِعَهْدِ آدَمَ حَتَّى يَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الْقِطْفِ مِنَ الْعِنَبِ فَيُشْبِعَهُمْ، وَيَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الرُّمَّانَةِ فَتُشْبِعَهُمْ، وَيَكُونَ الثَّوْرُ بِكَذَا وَكَذَا مِنَ الْمَالِ، وَتَكُونَ الْفَرَسُ بِالدُّرَيْهِمَاتِ« قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا يُرْخِصُ

الْفَرَسَ؟ قَالَ »لَا تُرْكَبُ لِحَرْبٍ أَبَدًا« ، قِيلَ لَهُ: فَمَا يُغْلِي الثَّوْرَ؟ قَالَ »تُحْرَثُ الْأَرْضُ كُلُّهَا، وَإِنَّ قَبْلَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ ثَلَاثَ سَنَوَاتٍ شِدَادٍ، يُصِيبُ النَّاسَ فِيهَا جُوعٌ شَدِيدٌ، يَأْمُرُ اللَّهُ السَّمَاءَ فِي السَّنَةِ الْأُولَى أَنْ تَحْبِسَ ثُلُثَ مَطَرِهَا، وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا، ثُمَّ يَأْمُرُ السَّمَاءَ، فِي الثَّانِيَةِ فَتَحْبِسُ ثُلُثَيْ مَطَرِهَا، وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا، ثُمَّ يَأْمُرُ اللَّهُ السَّمَاءَ، فِي السَّنَةِ الثَّالِثَةِ، فَتَحْبِسُ مَطَرَهَا كُلَّهُ، فَلَا تُقْطِرُ قَطْرَةً، وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ، فَتَحْبِسُ نَبَاتَهَا كُلَّهُ، فَلَا تُنْبِتُ خَضْرَاءَ، فَلَا تَبْقَى ذَاتُ ظِلْفٍ إِلَّا هَلَكَتْ، إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ« ، قِيلَ: فَمَا يُعِيشُ النَّاسُ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ؟ قَالَ »التَّهْلِيلُ، وَالتَّكْبِيرُ، وَالتَّسْبِيحُ، وَالتَّحْمِيدُ، وَيُجْرَى ذَلِكَ عَلَيْهِمْ مُجْرَى الطَّعَامِ«

(ابن ماجہ شریف، ج۲، ص ۱۳۵۹، حدیث نمبر ۴۰۷۷، کتاب الفتن، بَابُ فِتْنَةِ الدَّجَالِ، وَخُرُوجِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَخُرُوجِ يَأْجُوجَ، وَمَأْجُوجَ، الناشر دار احیاء الکتب العربیۃ)

یعنی: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کا اکثر حصہ دجال والی وہ حدیث تھی جو آپ نے ہم سے بیان کی، اور ہم کو اس سے ڈرایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس میں یہ بات بھی تھی کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے دجال کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو (فتنہ) دجال سے نہ ڈرایا ہو، میں چوں کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کے اخیر میں ہوں، اور تم بھی آخری امت ہو اس لیے دجال یقینی طور پر تم ہی لوگوں میں ظاہر ہوگا، اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہو گیا تو میں ہر مسلمان کی جانب سے اس کا مقابلہ کروں گا، اور اگر وہ میرے بعد ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اپنا بچاؤ کرے گا، اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے، (یعنی اللہ میرے بعد ہر مسلمان کا محافظ ہوگا)، سنو! دجال شام وعراق کے درمیانی راستے سے نکلے گا اور اپنے دائیں

بائیں ہر طرف فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! (اس وقت) ایمان پر ثابت قدم رہنا، میں تمہیں اس کی ایک ایسی صفت بتاتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے نہیں بتائی، پہلے تو وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا، اور کہے گا: میں نبی ہوں، حالاں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، پھر دوسری بار کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، حالاں کہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے، وہ" دجال" کانا ہوگا، اور تمہارا رب کانا نہیں ہے، وہ ہر عیب سے پاک ہے، اور دجال کی پیشانی پر لفظ ''کافر'' لکھا ہوگا، جسے ہر مومن خواہ پڑھا لکھا ہو یا جاہل پڑھ لے گا۔ اور اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ اس کے ساتھ جنت اور جہنم ہوگی، لیکن حقیقت میں اس کی جہنم جنت ہوگی، اور جنت جہنم ہوگی، تو جو اس کی جہنم میں ڈالا جائے، اسے چاہیئے کہ وہ اللہ سے فریاد کرے، اور سورۃ الکھف کی ابتدائی آیات پڑھے تو وہ جہنم اس پر ایسی ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے گی جیسے ابراہیم (علیہ السلام) پر آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ اور اس دجال کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک گنوار دیہاتی سے کہے گا: اگر میں تیرے والدین کو زندہ کر دوں تو کیا تو مجھے رب تسلیم کرے گا؟ وہ کہے گا: ہاں، پھر دو شیطان اس کے باپ اور اس کی ماں کی شکل میں آئیں گے اور اس سے کہیں گے: اے میرے بیٹے! تو اس کی اطاعت کر، یہ تیرا رب ہے۔ ایک فتنہ اس کا یہ ہوگا کہ وہ ایک شخص پر مسلط کر دیا جائے گا، پھر اسے قتل کر دے گا، اور اسے آرے سے چیر دے گا یہاں تک کہ اس کے دو ٹکڑے کر کے ڈال دے گا، پھر کہے گا: تم میرے اس بندے کو دیکھو، میں اس بندے کو اب زندہ کرتا ہوں، پھر وہ کہے گا: میرے علاوہ اس کا کوئی اور رب ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا، اور دجال خبیث اس سے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہے گا: میرا رب تو اللہ ہے، اور تو اللہ کا دشمن دجال ہے، اللہ کی قسم! اب تو مجھے تیرے دجال ہونے کا مزید یقین ہوگیا۔ ابوالحسن طنافسی کہتے ہیں کہ ہم سے محاربی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبیداللہ بن ولید وصافی نے بیان کیا، انہوں نے عطیہ سے روایت کی، عطیہ نے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے اس شخص کا درجہ جنت میں بہت اونچا ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ہمارا خیال تھا کہ یہ شخص سوائے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ وہ اپنی راہ گزر گئے۔ محاربی کہتے ہیں کہ اب ہم پھر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابورافع نے روایت کی ہے بیان کرتے ہیں کہ دجال کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسانے اور زمین کو غلہ اگانے کا حکم دے گا، چناں چہ بارش نازل ہوگی، اور غلہ اگے گا، اور اس کا فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلے کے پاس گزرے گا، وہ لوگ اس کو جھوٹا کہیں گے، تو ان کا کوئی چوپایہ باقی نہ رہے گا، بلکہ سب ہلاک ہوجائیں گے۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلے کے پاس سے گزرے گا، وہ لوگ اس کی تصدیق کریں گے، پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ برسے گا، اور زمین کو غلہ واناج اگانے کا حکم دے گا تو وہ غلہ اگائے گی، یہاں تک کہ اس دن شام کو چرنے والے ان کے جانور پہلے سے خوب موٹے بھاری ہوکر لوٹیں گے، کوکھیں بھری ہوئی، اور تھن دودھ سے لبریز ہوں گے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو چھوڑ کر زمین کا کوئی خطۂ ایسا نہ ہوگا جہاں دجال نہ جائے، اور اس پر غالب نہ آئے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا کوئی دروازہ ایسا نہ ہوگا جہاں فرشتے ننگی تلواروں کے ساتھ اس سے نہ ملیں، یہاں تک کہ دجال ایک چھوٹی سرخ پہاڑی کے پاس اترے گا، جہاں کھاری زمین ختم ہوئی ہے، اس وقت مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا، جس کی وجہ سے مدینہ منورہ میں جتنے مرد اور عورتیں منافق ہوں گے وہ اس کے پاس چلے جائیں گے اور مدینہ منورہ میل کو ایسے نکال پھینکے گا جیسے بھٹی لوہے کی میل کو دور کردیتی ہے، اور اس دن کا نام یوم الخلاص (چھٹکارے کا دن، یوم نجات) ہوگا۔ حضرت ام شریک بنت ابی العسکر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس روز عرب بہت کم ہوں گے اور ان میں سے اکثر بیت المقدس میں ایک صالح امام کے ماتحت ہوں گے، ایک روز ان کا امام آگے بڑھ کر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوگا، کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) صبح کے وقت نازل ہوں گے، تو یہ امام ان کو دیکھ کر الٹے پاؤں پیچھے ہٹ آنا چاہے گا تاکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھا سکیں، لیکن حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنا ہاتھ اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ کر فرمائیں گے کہ تم ہی آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ اس لیے کہ تمہارے ہی لیے تکبیر کہی گئی ہے، خیر وہ امام لوگوں کو نماز پڑھائے گا، جب وہ نماز سے فارغ ہوگا تو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) (قلعہ والوں سے) فرمائیں گے کہ دروازہ کھولو، تو دروازہ کھول دیا جائے گا، اس (دروازے) کے پیچھے دجال ہوگا، اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے، ہر یہودی کے پاس سونا چاندی سے مرصع ومزین تلوار اور سبز چادر ہوگی، جب یہ دجال حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو دیکھے گا، تو اس طرح گھلے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے، اور وہ انہیں دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوگا، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اس سے کہیں گے: تجھے میرے ہاتھ سے ایک ضرب کھانی ہے تو اس سے بچ نہ سکے گا، آخر کار وہ اسے لد کے مشرقی دروازے کے پاس پکڑ لیں گے، اور اسے قتل کردیں گے، پھر اللہ تعالیٰ یہودیوں کو شکست دے گا، اور یہودی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے جس چیز کی بھی آڑ میں چھپے گا، خواہ وہ درخت ہو یا پتھر، دیوار ہو یا جانور، اس چیز کو اللہ تعالیٰ بولنے کی طاقت دے گا، اور ہر چیز کہے گی: اے اللہ کے مسلمان بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، اسے آکر قتل کردے، سوائے ایک درخت کے جس کو غرقد کہتے ہیں، یہ یہودیوں کے درختوں میں سے ایک درخت ہے یہ نہیں بولے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال چالیس سال تک رہے گا، جن میں سے ایک سال چھ مہینے کے برابر ہوگا، اور ایک سال ایک مہینہ کے برابر ہوگا، اور ایک مہینہ جمعہ

(ایک ہفتہ) کے برابر اور دجال کے باقی دن ایسے گزر جائیں گے جیسے چنگاری اڑ جاتی ہے، اگر تم میں سے کوئی مدینہ منورہ کے ایک دروازے پر صبح کے وقت ہوگا، تو اسے دوسرے دروازے پر پہنچتے پہنچتے شام ہوجائے گی ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم !اتنے چھوٹے دنوں میں ہم نماز کس طرح پڑھیں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح تم ان بڑے دنوں میں اندازہ کر کے پڑھتے ہو اسی طرح ان (چھوٹے) دنوں میں بھی اندازہ کر کے پڑھ لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) میری امت میں ایک عادل حاکم اور منصف امام ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ اٹھا دیں گے، اور صدقہ وزکاۃ لینا چھوڑ دیں گے، تو یہ بکریوں اور گھوڑوں پر وصول نہیں کیا جائے گا، لوگوں کے دلوں سے کینہ اور بغض اٹھ جائے گا، اور ہر قسم کے زہریلے جانور کا زہر جاتا رہے گا، حتیٰ کہ اگر بچہ سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈالے گا تو وہ اسے نقصان نہ پہنچائے گا، اور بچی شیر کو بھگائے گی تو وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، بھیڑیا بکریوں میں اس طرح رہے گا جس طرح محافظ کتا بکریوں میں رہتا ہے، زمین صلح اور انصاف سے ایسے بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے، اور (سب لوگوں کا) کلمہ ایک ہوجائے گا، اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے گی، لڑائی اپنے سامان رکھ دے گی (یعنی دنیا سے لڑائی اٹھ جائے گی) قریش کی سلطنت جاتی رہے گی، اور زمین چاندی کی طشتری کی طرح ہوگی، اپنے پھل اور ہریالی ایسے اگائے گی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے عہد میں اگایا کرتی تھی، یہاں تک کہ انگور کے ایک خوشے پر ایک جماعت جمع ہوجائے گی تو سب آسودہ ہوجائیں گے، اور ایک انار پر ایک جماعت جمع ہوجائے گی تو سب آسودہ ہوجائیں گے، اور بیل اتنے اتنے داموں میں ہوں گے، اور گھوڑے چند درہموں میں ملیں گے، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! گھوڑے کیوں سستے ہوں

گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑائی کے لیے گھوڑوں پر سواری نہیں ہوگی۔

پھر نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: بیل کیوں مہنگا ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساری زمین میں کھیتی ہوگی اور دجال کے ظہور سے پہلے تین سال تک سخت قحط ہوگا، ان تینوں سالوں میں لوگ بھوک سے سخت تکلیف اٹھائیں گے، پہلے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو تہائی بارش روکنے اور زمین کو تہائی پیداوار روکنے کا حکم دے گا، پھر دوسرے سال آسمان کو دو تہائی بارش روکنے اور زمین کو دو تہائی پیداوار روکنے کا حکم دے گا، اور تیسرے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو یہ حکم دے گا کہ بارش بالکل روک لے پس ایک قطرہ بھی بارش نہ ہوگی، اور زمین کو یہ حکم دے گا کہ وہ اپنے سارے پودے روک لے تو وہ اپنی تمام پیداوار روک لے گی، نہ کوئی گھاس اگے گی، نہ کوئی سبزی، بالآخر کھر والے جانور (گائے بکری وغیرہ چوپائے) سب ہلاک ہوجائیں گے، کوئی باقی نہ بچے گا مگر جسے اللہ بچا لے، عرض کیا گیا: پھر اس وقت لوگ کس طرح زندہ رہیں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہلیل (لا إله إلا الله) تکبیر (الله أكبر) تسبیح (سبحان الله) اور تحمید (الحمد لله) کا کہنا، ان کے لیے غذا کا کام دے گا۔

اسی طرح کثرت کے ساتھ احادیث موجود ہیں جن سے واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا قرب قیامت۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت وجماعت کی کتابوں کا مطالعہ کریں!

افضلیت شیخین کے متعلق اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء ومرسلین کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ عقیدہ ضروریات اہل سنت وجماعت میں سے ہے نا کہ ضروریات دین سے ہے۔

اب اس عقیدہ سے متعلق اکابرین اہل سنت وجماعت کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں تا کہ اس عقیدہ کی مزید وضاحت ہوجائے۔

چناں چہ شانِ چشتیت تارک السلطنت حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی چشتی علیہ الرحمہ معتقدات اہل سنت شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ اہل سنت وجماعت دس امور کے معتقد ہیں اول دونوں پیروں یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں دوم دونوں دامادوں یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بزرگی تسلیم کرتے ہیں۔ الخ۔

(لطائف اشرفیہ جلد دوم مترجم ص ۲۲۰ لطیفہ نمبر ۳۳)

نیز "رسالہ قبریہ" میں لکھتے ہیں:

"و نعتقدُ افضلِ اصحابه و احق الخلافة ابو بكر بن قحافةَ سائر المسلمينَ والتابعينَ ثم افضل من اصحابه و احق الخلافةِ عمر ثم عثمان ثم علی (رضی الله عنهم اجمعين)"

اور (ہم) رسول اللہ ﷺ کے تمام اصحاب کی فضیلت پر بھی یقین رکھتے ہیں، ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ تمام مسلمانوں میں خلافت کے سب سے زیادہ مستحق اور ان میں سب سے افضل ابوبکر بن ابوقحافہ تھے، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ہمارے تمام فرزندان، برادران، اور محبین ومعتقدین کو یہ یاد رہے کہ ہم اسی (عقیدہ) پر تھے، اور ہمیشہ اسی (عقیدی) پر رہیں گے (ان شاء اللہ)

جس کا مذکورہ بالا عقیدہ نہ ہو وہ گمراہ اور زندیق ہے، ہم اس سے بیزار ہیں، اور خدا اس سے راضی نہیں۔

(حجۃ الذاکرین مع رسالہ قبریہ ص ۲۵ تا ۲۶، مترجم مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی، ناشر السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف کچھوچھہ شریف)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

’’(حضرت صدیق وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت پر) جب اجماعِ قطعی ہوا

تو اس کے مفاد یعنی تفضیلِ شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا؟ ہمارا اور ہمارے مشائخِ طریقت وشریعت کا یہی مذہب ہے۔

(مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین، ص81)

مزید ’’فتاوی رضویہ‘‘ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز بابِ فضائل سے نہیں جس میں ضعاف (ضعیف حدیثیں) سُن سکیں بلکہ مواقف وشرح مواقف میں تو تصریح کی کہ بابِ عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح (صحیح لیکن خبرِ واحد روایتیں) بھی نامسموع۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۵، ۵۸۱، رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین ۱۳۰۱ھ، ناشر رضا فاونڈیشن لاہور)

"بہار شریعت" میں ہے:

بعد انبیا ومرسلین، تمام مخلوقاتِ الٰہی انس وجن وملک سے افضل صدیق اکبر ہیں ، پھر عمر فاروقِ اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جو شخص مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتائے، گمراہ بدمذہب ہے۔

(بہار شریعت، حصہ ۱، ص ۲۴۳، عقیدہ نمبر ۲، امامت کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی،)

اور مناظر اہل سنت فقیہ النفس حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمٰن مدظلہ العالی اپنی کتاب "انبیاے کرام کے بعد افضل کون" میں لکھتے ہیں:

’’مگر اہل سنت تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کے مسئلہ کو ضروریات دین سے نہیں، ضروریات اہل سنت میں سے مانتے ہیں۔ اور ضروریات اہل سنت کے ثبوت کے لیے اجماع قولی بالمعنی الاعم ہی کافی ہوتا ہے۔

(انبیاے کرام کے بعد افضل کون؟ ص ۱۷۳، ناشر جماعت رضاے مصطفیٰ یو کے، اشاعت اول،)

معلوم ہوا کہ جو شخص اس عقیدہ کا منکر ہے وہ اگرچہ کافر نہیں مگر سنی بھی نہیں بلکہ ایسا شخص اہل سنت وجماعت سے خارج گمراہ وبدمذہب ہے۔

اب اس عقیدہ پر کچھ دلائل پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:

" صحیح البخاری" میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ : كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

(صحیح البخاری، ج:۵، ص:۴، حدیث نمبر ۳۶۶۵، کِتَابٌ: فَضَائِلُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ، بَابُ فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ہم گروہ صحابہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، پھر عمر رضی اللہ عنہ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہ گنتے۔

"مسند الحارث" میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كُنَّا مَعْشَرَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مُتَوَافِرُونَ نَقُولُ: »أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ

(مسند الحارث، ج:۲، ص:۸۸۸، حدیث نمبر ۹۵۹، کتاب المناقب، بَابٌ فِيمَا اشْتَرَكَ فِيهِ أَبُوبَكْرٍ وَغَيْرُهُ مِنَ الْفَضْلِ،، مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ، المدینۃ المنورۃ)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اکثر وبیشتر کہا کرتے: "افضل امت بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

"السنۃ لابی بکر بن الخلال" میں ہے:

قَالَ: قُلْتُ لِمَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ عِنْدَكَ أَفْضَلُ أَوْ عَلِيٌّ؟ قَالَ: فَارْتَعَدَ حَتَّى سَقَطَتْ عَصَاهُ مِنْ يَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: »مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَبْقَى إِلَى زَمَانٍ يَعْدِلُ بَيْنَهُمَا،

(السنۃ لابی بکر بن الخلال، ج:۲، ص:۳۶۹، حدیث نمبر ۵۲۹، الْإِنْكَارُ عَلَى مَنْ قَدَّمَ عَلِيًّا عَلَى عُثْمَانَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، الناشر، دار الریۃ، الریاض)

یعنی: حضرت میمون بن مہران سے سوال ہوا: شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں؟ اس کلمہ کے سنتے ہی ان کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا، یہاں تک کہ عصا دست مبارک سے گر گیا، اور فرمایا: مجھے گمان نہ تھا کہ اس زمانے تک زندہ رہوں گا، جس میں لوگ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے برابر کسی کو بتائیں گے۔

"سنن ابن ماجہ" میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ۔

یعنی: حضرت عبداللہ بن سلمہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے بعد سب سے افضل انسان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل انسان حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(سنن ابن ماجہ شریف، ج۱، ص۲۹ ۔افتتاح الکتاب فی الایمان وفضائل الصحابۃ والعلم، باب فضل عمر رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۱۰۶، الناشر دار احیاء الکتب العربیۃ)

مذکورہ احادیث و روایات سے تفضیلِ شیخین کا مسئلہ بالکل واضح اور صریح ہے۔ مزید دلائل کے لیے کتب علمائے اہل سنت وجماعت کا مطالعہ کیجیے!

تاہم ذیل میں کچھ فقہاء ومحدثین کی چند عبارات نقل کر دیتا ہوں ملاحظہ فرمائیں!

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى أَنَّ أَفْضَلَهُمْ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ

(شرح صحیح مسلم للنووی، ج:۱۵، ص:۱۴۸، کتاب فضائل الصحابہ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: اہل سنت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں افضل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

نیز "تہذیب الاسماء واللغات للنووی" میں ہے:

وأجمع أهل السُنة على أن أفضلهم على الإطلاق أبو بكر، ثم عمر۔

(تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج۱، ص۱۵، القسم الأول فی الأسماء، فصل فی حقیقة الصحابی والتابعی وبیان فضلهم، الناشر دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

یعنی: اہل سنت نے اجماع کیا کہ مطلقاً سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام قسطلانی "ارشاد الساری شرح صحیح بخاری" میں فرماتے ہیں:

الأفضل بعد الانبياء عليهم الصلاة والسلام أبو بكر رضى الله تعالى عنه وقد اطبق السلف على أنه أفضل الأمة. حكى الشافعي وغيره إجماع الصحابة والتابعين على ذلك.

(ارشاد الساری، ج۶، ص۸۵، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الناشر: المطبعة الکبری الأمیریة، مصر)

یعنی: انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور تحقیق سلف صالحین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل امت ہونے پر اتفاق کیا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس امر پر اجماع صحابہ و تابعین نقل کرتے ہیں۔

"مواہب اللدنیہ" میں ہے:

أفضلهم عند أهل السنة إجماعا أبو بكر، ثم عمر.

(المواہب اللدنیة، ج۲، ص۳۷۹، المقصد الرابع، الفصل الثانی، خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم، القسم الرابع، عمنها: أن أصحابه كلهم عدول، الناشر المکتبة التوفیقیة القاهرة)

یعنی: اہل سنت کے نزدیک بالاجماع افضل الصحابہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

"الصواعق المحرقہ" میں ہے:

أَن مَالِكًا رَحمَه الله سُئِلَ أَى النَّاس أفضل بعد نَبِيّهم فَقَالَ أَبُو بكر ثمَّ عمر، ثمَّ قَالَ أَوفى ذَلِك شكّ

(الصواعق المحرقة علی اهل الرفض والضلال والزندقة، ج۱، ص۱۶۹، الْفَصْل الأول فِي ذكر أفضليتهم على هَذَا التَّرْتِيب وَفِي تَصْرِيح عَليّ بأفضلية الشَّيْخَيْنِ على سَائِر الْأمة وَفِي بطلَان مَا زَعمه الرافضة والشيعة من أَن ذَلِك مِنْهُ قهر وتقية، الناشر موسسة الرسالة لبنان)

یعنی: حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا اس بارے میں کوئی شک ہے؟

اور "شرح عقائد نسفی" میں ہے:

أفضل البشر بعد نبينا، أبو بكر الصديق، ثم عمر الفاروق.

(شرح العقائد للنسفی، ص۳۲۱ تا ۳۲۲، مبحث أفضل البشر بعد نبینا ابوبکر، الناشر المکتبة المدینة، کراچی)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کے بعد افضل بشر حضرت ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق ہیں۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جمہور ائمہ دریں باب اجماع نقل کنند۔

(تکمیل الایمان، ص۱۰۴، باب فضل الصحابہ)

یعنی: جمہور ائمہ اس باب (افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) میں اجماع نقل کرتے ہیں۔

ان تمام عبارات سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے۔ لہٰذا جو شخص اس عقیدہ کا انکار کرے وہ ضرور گمراہ و بدمذہب ہوگا، بلکہ قریب ہے کہ اس کے ایمان میں خطرہ ہو۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعظیم وتکریم سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعظیم وتکریم اور ان سے محبت ضروری ہے اور کسی بھی صحابی رسول کی توہین وتنقیص گمراہی وضلالت ہے۔مطلب جملہ صحابہ کرام کا ادب کرنا ضروریات اہل سنت و جماعت سے ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی بھی صحابی رسول کی توہین وتنقیص کرتا ہے تو سنیت سے خارج ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اور" فتاوی رضویہ" میں حضرت امیر معاویہ رضی للہ تعالیٰ عنہ اور حضور پُرنور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا ومولٰنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے درمیان جو مشاجرات ہوئے ہیں اس متعلق لکھتے ہیں:

''فرقِ مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن اُن پر بھی کارِ فجّار، جو معاویہ کی حمایت میں عیاذ باللہ اسد اللہ کے سبقت واولیت و عظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت ونسبت بارگاہِ حضرت رسالت بُھلا دے وہ شیعی زیدی، یہی روشِ آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلِ توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ مترجم ج۱۰، ص۲۰۱، مسئلہ نمبر ۷۹، رسالہ رادع التعسف عن الامام ابی یُوسف ۱۳۱۸ھ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ" بہار شریعت" میں لکھتے ہیں:

''تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اہل خیر وصلاح ہیں اور عادل۔ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ کیا جائے کسی صحابی کے ساتھ سوئے عقیدت (برا گمان رکھنا)

بدمذہبی وگمراہی واستحقاق جہنم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء (حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو مانے اور اپنے کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ اسی طرح حضرت سیّدنا عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ۔۔۔۔ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی۔اگرچہ حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو، کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا، صحابۂ کرام رضی للہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے، ان میں پڑنا حرام، حرام، سخت حرام ہے، مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، تمام صحابۂ کرام اعلیٰ وادنیٰ (اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں) سب جنتی ہیں، وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے، محشر کی وہ بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ ہے وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا یہ سب مضمون قرآنِ عظیم کا ارشاد ہے۔صحابۂ کرام رضی للہ تعالیٰ عنہم، انبیا نہ تھے، فرشتہ نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں بعض کے لیے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ ورسول (عزوجل و صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خلاف ہے۔

(بہار شریعت، ح۱، ص۲۵۴ تا ۲۵۶، عقیدہ نمبر ۶ تا ۱۰، امامت کا بیان، ناشر المکتبۃ المدینہ کراچی)

" فتاوی فیض الرسول" میں ہے:

''پھر چوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے سے انکار کرنا یہ ان کے حق میں توہین اور گستاخی ہے اور بکر سے یہ گستاخی ہوئی ہے لہٰذا بکر کو یہ فتویٰ دکھا کر اس کو توبہ کرائی جائے اور اگر معاذ اللہ تعالیٰ بکر کے سر پر گمراہی اور رافضیت کا

بھوت سوار ہو گیا ہو اور سمجھانے پر وہ نہ مانے تو جمعہ مسجد میں اعلان کر دیا جائے کہ بکر سنی نہیں رہ گیا وہ شہزادۂ رسول سرکار امام حسن رضی اللہ عنہ کا دشمن ہو گیا ہے اعلان کے بعد مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ بکر کا بائیکاٹ کریں' اور اس سے تمام تعلقات اس وقت تک منقطع رکھیں جب تک وہ توبہ کر کے سنی مسلمان نہ ہو جائے۔

(فتاویٰ فیض الرسول جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۰۹، ناشر آن لائن مجموعہ فتاویٰ اہل سنت ایپ)

اور" فتاوی شارح بخاری" میں ہے:

''سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلاشبہ صحابی ہیں، ان کی صحابیت سے انکار کرنا گمراہی ہے۔۔۔ باتفاق اہل سنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں انہیں بُرا بھلا کہنے والا اہل سنت سے خارج گمراہ بد دین ہے۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلد دوم صفحہ ۳۰ تا ۳۲، عقائد متعلقہ صحابہ کرام، ناشر دائرۃ البرکات گھوسی ضلع مئو یوپی)

" فتاویٰ تاج الشریعہ" میں ہے:

''حضرات صحابہ سے سوئے ظن رکھنے والا بدعتی گمراہ ہے۔۔۔ ایسوں کے پیچھے نماز جائز بتانا اور اسے فرعی مسئلہ کہنا قائل کی نادانی ہے اور اگر عناداً کہتا ہے تو بلا شبہہ گمراہ ہے۔ صحابہ کی محبت اور تعظیم اور انہیں طعن و تشنیع سے مامون کرنا ضروریات اہلِ سنت سے ہے۔

(فتاویٰ تاج الشریعہ، ج ۳، ص ۳۷۱، ناشر آن لائن مجموعہ فتاویٰ اہل سنت ایپ)

صحابی کی تعریف:

علماء متقدمین و متاخرین نے صحابی کی تعریف میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر اس صاحب ایمان شخص کو صحابی کہا جائے گا جس نے ایمان کی حالت میں خاتم النّبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کیا اور اسی ایمان کے ساتھ وفات پائی، اور ظاہر ہے کہ وہ نابینا حضرات یا صحابہ کے نومولود بچے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں لائے گئے ان سب کو ملاقات حاصل ہے لہٰذا بلا تردد جماعت صحابہ میں ان کا شمار ہوگا۔

اس طرح کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کا پاکیزہ گروہ اس زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے جس کے بارے میں علمائے اہل سنت و جماعت اور ائمہ سلف کا بالاتفاق قول ہے کہ سب کے سب نجوم ہدایت ہیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ «

(مشکاۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۶۹۶، حدیث نمبر ۶۰۱۸، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، الناشر المكتبة الاسلامی بیروت)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کئی اقسام ہیں جیسے خلفائے اربعہ، عشرۂ مبشرہ، اصحابِ بدر، اصحاب اُحد، اصحابِ بیعتِ رضوان، اہلِ بیت وغیرھم۔ ان میں کئی اقسام ایک دوسرے میں داخل بھی ہیں۔ صحابۂ کرام کی افراد کی تعداد کے اعتبار سے ایک بڑی تقسیم تو مہاجرین و انصار ہے اور دوسری تقسیم ہے فتحِ مکّہ سے پہلے والے اور بعد والے۔ ذیل کی آیت میں ہے اسی تقسیم کا بیان ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [الحدید: 10]

تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، وہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے مرتبے میں بڑے ہیں اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

معلوم ہوا۔۔۔ تمام صحابہ عادل و متقی ہیں کیوں کہ سب سے رب نے جنت کا وعدہ فرمالیا، جنت کا وعدہ فاسق سے نہیں ہوتا جو تاریخی واقعہ ان میں سے کسی کا فسق ثابت کرے وہ جھوٹا ہے، قرآن سچا ہے۔

(تفسیر نور العرفان سورۃ الحدید آیت ۱۰ کے تحت)

بتاتا چلوں کہ اس آخری تقسیم کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام میں درجہ بندی فرمادی کہ فتحِ مکّہ سے پہلے والے، بعد والوں سے افضل ہیں۔ یہ معاملہ افضلیت کا ہے لیکن جہاں تک بارگاہِ خداوندی میں ان کے مقبول اور جنّتی ہونے کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز (جنّت) کا وعدہ فرمالیا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ جنّتی اور خدا کے مقبول بندے ہیں۔ ہر صحابی، نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی صحابیت کی نسبت سے ہمارے لیے واجبِ تعظیم ہے اور کسی بھی صحابی کی گستاخی حرام اور گمراہی ہے۔ قرآن وحدیث عظمتِ صحابہ کے بیان سے معمور ہیں اور کوئی صحابی بھی اس عظمت و شان سے خارج نہیں کیا جاسکتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ﴾ [التوبة: 100]

اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کررکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ"

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۶۷۳)

یعنی: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرڈالے تو ان کے ایک کلوگرام یا اس کے نصف کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «اللَّهَ اللَّهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ، وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ»

(ترمذی شریف، ت شاکر، ج ۵، ص ۶۹۶، حدیث نمبر ۳۸۶۲، ابواب المناقب، بَابٌ فِيمَنْ سَبَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الناشر شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی - مصر)

یعنی: حضرت عبداللہ بن مغفل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشادفرمایا ''میرے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَل سے ڈرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو۔ میرے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرو، اللہ عَزَّوَجَل سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا کیوں کہ جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ عَزَّوَجَل کو ایذا دی اور جس نے اللہ عَزَّوَجَل کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَل اس کی پکڑ فرمالے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ بِي أَصْحَابًا فَجَعَلَ لِي مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ

لَعۡنَةُ اللّٰهِ وَالۡمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجۡمَعِينَ لَا يُقۡبَلُ مِنۡهُ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ صَرۡفٌ وَلَا عَدۡلٌ«

(المستدرک للحاکم، ج۳،ص۷۳۲، حدیث نمبر۶۶۵۶، کتاب معرفة الصحابة رضی اللہ عنھم اجمعین، ذِكۡرُ عُوَيۡمِ بۡنِ سَاعِدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

یعنی: حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے چن لیا، اور میرے لیے اصحاب کو چن لیا، پس ان میں بعض کو میرے وزیر اور میرے مددگار اور میرے سسرالی بنادیا، پس جو شخص ان کو برا کہتا ہے، ان پر اللہ کی لعنت اور سارے انسانوں کی لعنت، قیامت کے دن نہ ان کا کوئی فرض قبول ہوگا، اور نہ ہی نفل۔

اسی طرح صحابہ کرام کی عظمت وفضیلت پر کثرت کے ساتھ احادیث موجود ہیں طوالت کے خوف سے اتنے پر اکتفا کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ واہل بیت کرام علیہم الرضوان کی سچی محبت عطا فرمائے اور صحابہ اور اہل بیت کرام علیہم الرضوان پر طعن کرنے والوں کے سایہ سے بھی محفوظ فرمائے ، اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر
اس نظر کی بَصارت پہ لاکھوں سلام

چند عقائد ظنیات کی تفصیلات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم غیب کلی عطائی حاصل ہے سے متعلق

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے علم غیب عطائی کلی یعنی علم ما کان و ما یکون کا تفصیلی علم کا عقیدہ رکھنا یہ نہ تو ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت و جماعت سے بلکہ یہ عقیدہ ظنیات میں سے ہے۔

چناں چہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ "فتاوی رضویہ" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علم غیب کثیر ووافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے صرف احاطۂ جمیع ما کان و ما یکون میں کلام کرے اور ان میں ادب وحرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۶،ص۱۳۶، مسئلہ نمبر ۶۶۷، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

"رسالہ رماح القھار علی کفر الکفار" "تمہید" رسالہ خالص الاعتقاد" میں ہے:

۱: رسول للہ صلی للہ تعالٰی علیہ وسلم کو تعیینِ وقتِ قیامت کا بھی علم ملا۔ ۲ حضور کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمس کا علم ہے۔ ۳: جملہ مکنونات قلم ومکتوبات لوح بالجملہ روزِ اول سے روزِ آخر تک تمام ما کان و ما یکون مندرجہ لوحِ محفوظ اور اس سے بہت زائد کا عالم ہے جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افراد خمس داخل اور دربارہ قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیین وقت بھی درج لوح ہے تو اسے بھی شامل، ورنہ دونوں احتمال حاصل۔ ٤: حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حقیقتِ روح کا بھی علم ہے۔ ٥: جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی علم ہے، یہ پانچوں مسائل قسم سوم (عقیدہ ظنیات) سے ہیں کہ ان میں خود علماء وآئمہ اہل سنت مختلف رہے ہیں جس کا بیان بعونہ تعالٰی عنقریب واضح

ہوگا ان میں مثبت ونافی کسی پر معاذ للہ کفر کیا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہوسکتا۔

(رسالہ رماح القھار علی کفر الکفار ۱۳۲۸ھ قہار کا نیزہ مارنا کافروں کے کفر پر "تمہیدِ" خالص الاعتقاد، بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج۔ ۳، ص ۴۱۶، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور حضرت علامہ سید سعید احمد کاظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اب اس مسلک کو لیجئے کہ حضور سید عالم ﷺ کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمسہ کا علم (جس میں تعیین وقت قیامت کا علم بھی شامل ہے) اور روزِ اول سے آخر تک ما کان وما یکون'' مندرجہ لوحِ محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اہل سنت کے درمیان مختلف فیہ ہے لیکن جو لوگ محض بغض وعناد کی وجہ سے اس وسعت علم کا انکار کرتے ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں نعوذ باللہ گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں یا گستاخوں کی گستاخیوں پر مطلع ہو کر ان میں ناپاک تاویلیں کر کے ان توہینوں پر راضی ہوتے ہیں وہ اہل سنت کجا مسلمان بھی نہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ سے العیاذ باللہ بغض وعناد رکھنا یا ان کی شانِ مقدس میں توہین کرنا کفر خالص ہے۔

(مقالات کاظمی حصہ دوم، بعنوان علم غیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اور "حبیب الفتاوی" میں علامہ مولانا مفتی حبیب اللہ خان نعیمی اشرفی بھاگل پوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''رہا علم غیب کا ایسا علم عطائی کہ ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر تا قیام قیامت جتنی چیزیں ہوچکیں اور ہورہی ہیں اور ہونیوالی ہیں ان تمام امور کا ایسا تفصیلی علم کہ کوئی چیز کوئی ذرہ مخفی نہ رہے اور سب ظاہر وآشکار ہو اور تمام کلیات اور جزئیات کا علم ہو اور سب روشن وہویدا ہو ایسے علم غیب کلی کا نبیٔ مکرم رحمت عالم ﷺ کے لئے ثابت کرنا فضائلِ مصطفی احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا میں سے ہے اس کے لئے نصوصِ قطعیہ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ یہ صحیح احادیث سے بھی ثابت ہوسکتا ہے''

(حبیب الفتاویٰ، ج ۱، ص ۳۱ تا ۳۳، مسئلہ نمبر ۲۲، بحوالہ مجموعہ فتاویٰ اہل سنت آن لائن ایپ)

اس عقیدہ علم غیب کلی عطائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ہم اہل سنت و جماعت مانتے ہیں اس کی مکمل وضاحت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل عبارت میں موجود ہے لکھتے ہیں:

''بے شک حضرت عزت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا۔ ملکوت السموت والارض کا شاہد بنایا، روزِ اول سے روزِ آخر تک سب ما کان وما یکون انہیں بتایا، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا۔ نہ صرف اجمالاً بلکہ صغیر وکبیر، ہر رطب ویابس، جو پتہ گرتا ہے، زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، للہ الحمد کثیرًا۔ بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ کا پورا علم نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین وکرّم، بلکہ علم حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے، ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار دو ہزار بے حد وکنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک ومولیٰ جل وعلا الحمد للہ العلی الاعلیٰ''

(رسالہ اِنباءُ المصطفیٰ بحال سِرّ واخفیٰ ۱۳۱۸ھ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دینا پوشیدہ کی اور پوشیدہ ترین کی) بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۹، ص ۴۸۶ تا ۴۸۷، مسئلہ نمبر ۱۴۸، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اس عقیدہ کو مزید سمجھنے کے امام قسطلانی علیہ الرحمہ کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

لا فرق بين موته وحياته في مشاهدته لأمته ومعرفته بأحوالهم وعزائمهم وخواطرهم، وذلك عنده جلي لا خفاء به

(المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ج ج ۳، ص ۵۹۵، المقصد العاشر، الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف ومسجدہ المنیف، الناشر المکتبۃ التوفیقیۃ القاھرۃ المصر)

یعنی: امام قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: رسول للہ صلی للہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حالت دنیوی اور اِس وقت (بعد وصال) کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے اس

بات میں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں ان کے ہر حال، ان کی ہر نیت، ان کے ہر ارادے، ان کے دلوں کے ہر خطرے کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب چیزیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جن میں اصلاً کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔

قرآن سے دلائل: رب عزوجل فرماتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ تِبۡيَٰنٗا لِّكُلِّ شَيۡءٖ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٗ وَبُشۡرَىٰ لِلۡمُسۡلِمِينَ﴾ [النحل: 89] (اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت رحمت وبشارت)۔ وقال اللہ تعالیٰ {مَا كَانَ حَدِيثٗا يُفۡتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصۡدِيقَ ٱلَّذِي بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيلَ كُلِّ شَيۡءٖ} [یوسف: ۱۱۱] (قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شی کا صاف صاف جدا جدا بیان)۔ وقال اللہ تعالیٰ {مَّا فَرَّطۡنَا فِي ٱلۡكِتَٰبِ مِن شَيۡءٖ} [الانعام: ۳۸] (ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی)۔ جب قرآن مجید ہر شی کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل اور اہل سنت کے مذہب میں شی ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطہ میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتاب لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورۃ یہ بیانات محیط اسکے مکتوبات کو بھی شامل ہوئے۔

اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ {وَكُلُّ صَغِيرٖ وَكَبِيرٖ مُّسۡتَطَرٌ} [القمر: ۵۳] (اور ہر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے)۔ وقال اللہ تعالیٰ {وَكُلَّ شَيۡءٍ أَحۡصَيۡنَٰهُ فِيٓ إِمَامٖ مُّبِينٖ} [یٰس: ۱۲] (ہر شئے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی ہے)۔ وقال اللہ تعالیٰ {وَلَا حَبَّةٖ فِي ظُلُمَٰتِ ٱلۡأَرۡضِ وَلَا رَطۡبٖ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مُّبِينٖ} [الانعام: ۵۹] (کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے)۔ ان آیاتِ بینات میں

لفظ کل شی اور من شی موجود ہے۔ اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ تحتِ نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہ ہوا اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے لہٰذا قرآن کریم میں ساری کائنات جملہ موجودات ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر تا قیام قیامت ہر چیز حتیٰ کہ لوح محفوظ کی بھی تمام اشیاء کا مکتوبہ روشن اور واضح بیان ہے اور یہ قرآن کریم ہی سے پوچھئے کہ ان تمام امور مذکورہ کا علم اللہ رب العزت نے کسے عنایت فرمایا۔ قال اللہ تعالیٰ {اَلرَّحۡمَٰنُ عَلَّمَ ٱلۡقُرۡءَانَ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ عَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَ} [الرحمٰن: ۱، ۲، ۳] (حضرت رحمٰن جل وعلا نے قرآن کریم کی تعلیم فرمائی۔ انسان کامل ومکمل جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کر کے انکو جملہ ما کان وما یکون کے بیان کی تعلیم فرمائی)۔ اس آیت کی تفسیر میں تفسیرِ معالم التنزیل میں یوں ہے۔ قال ابن کیسان خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ یعنی محمدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَ۔ یعنی بیان ما کان وما یکون۔ ابن کیسان نے کہا۔ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ میں انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور عَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَ میں بیان سے مراد ما کان وما یکون کا بیان ہے۔ تو بالیقین جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جملہ اشیاء تمام کائنات ما کان وما یکون کے غیب داں ہوئے۔

((ماخوذ از حبیب الفتاویٰ، ج۱، ص۳۱ تا ۳۳، مسئلہ نمبر ۲۲، بحوالہ مجموعہ فتاویٰ اہل سنت آن لائن ایپ)

ان دلائل سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے علم غیب کلی عطا فرمایا ہے۔

احادیث سے دلائل ملاحظہ فرمائیں! حدیث شریف میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ،

(ترمذی شریف ت شاکر، ج۵، ص۳۶۸، حدیث نمبر ۳۲۳۵، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، الناشر شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔ مصر)

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دستِ قدرت میری پشت پر رکھا

کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَتَانِي اللَّيْلَةَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، - قَالَ أَحْسَبُهُ فِي الْمَنَامِ - فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ " قَالَ: " قُلْتُ: لَا "، قَالَ: »فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ« أَوْ قَالَ: " فِي نَحْرِي، فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ،

(ترمذی شریف ت شاکر، ج ٥، ص ٣٦٦، حدیث نمبر ٣٢٣٣، ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، الناشر شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر)

یعنی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا بزرگ وبرتر رب بہترین صورت میں میرے پاس آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: -خواب میں (میں نے اپنے رب کو دیکھا تو) رب کریم نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تمہیں معلوم ہے کہ »الْمَلَأُ الْأَعْلَى« (اونچے مرتبے والے فرشتے) کس بات پر آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے بیچ میں رکھ دیا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنی چھاتیوں کے درمیان محسوس کی، یا اپنے سینے میں "محسوس کی" حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم »نحری« کہا، (یعنی اللہ تعالیٰ نے جب اپنا دست قدرت میرے کندھے پر رکھا تو اس کے بعد) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آ گیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ" شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات" میں اس

حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین ہا بود عبارت است از حصولِ تمامہ علوم جزوی وکلّی واحاطہ آں۔

چناں چہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ تعبیر ہے تمام علوم کے حصول اور ان کے احاطہ سے چاہے وہ علوم جزوی ہوں یا کلی۔

(اشعۃ اللمعات کتاب الصلوۃ باب المساجد ومواضع الصلوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ج ١، ص ٣٣٣)

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذِهِ، جِلِيَّاناً مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ جَلَّاهُ لِنَبِيِّهِ كَمَا جَلَّاهُ لِلنَّبِيِّينَ قَبْلَهُ«

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج ٦، ص ١٠١، فمن الطبقہ الاولی من التابعین، حُدَيْرُ بْنُ كُرَيْبٍ وَمِنْهُمْ حُدَيْرُ بْنُ كُرَيْبٍ أَبُو الزَّاهِرِيَّةِ مُخَوِّفُ الْعُصَاةِ بِانْتِقَامِ الْقَاهِرِيَّةِ، الناشر دار الکتاب العربی بیروت)

یعنی: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: بے شک میرے سامنے اللہ عزوجل نے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے محمد "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" سے پہلے انبیاء کے لیے روشن کی تھی۔

حدیث شریف میں ہے:

قَالَ أَبُو ذَرٍّ: »لَقَدْ تَرَكَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا أَذْكَرَنَا مِنْهُ عِلْمًا«

(مسند احمد بن حنبل، ج ٣٥، ص ٢٩٠، حدیث نمبر ٢١٣٦١، مسند الأنصار، حدیث ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، الناشر موسسۃ الرسالۃ لبنان)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پَر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی نے علمِ غیب کلی دیا ہے مگر اختصاراً اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مزید دلیلوں کے لیے" ٹرواسلام" ایپ ڈاؤن لوڈ کریں اور علم غیب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم والا چیپٹر پڑھے۔

نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا سے متعلق اہل سنت و جماعت عقیدہ

قارئین حضرات: اولا یہ یاد رکھیں کہ: ہم اہل سنت و جماعت کا جو یہ عقیدہ اور نظریہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یہ عقیدہ باب فضائل میں سے ہے یعنی عقائد ظنیات کے قبیل سے ہے، اوراس عقیدہ کی وضاحت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یعنی: اگر اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا تو کچھ بھی پیدا نہ کرتا اس لیے ہم اہل سنت و جماعت یہ بھی عقیدہ و نظریہ رکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اول الخلق ہیں یعنی سب سے پہلے اللہ تعالی نے نور محمدی کو پیدا کیا اور یہ عقیدہ اور نظریہ بھی باب فضائل میں سے ہے یعنی عقائد ظنیات کے قبیل سے ہے۔

آیئے اب دلائل کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہم اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ و نظریہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا کیا دلائل سے ثابت ہے یا نہیں؟ تو بتاتا چلوں الحمدللہ ہمارا یہ عقیدہ بھی دلائل سے ثابت ہے۔

اب ذیل میں **"تنظیم علمائے اہل سنت راج محل"** کے زیر اہتمام چلنے والا **" مرکز دارالافتاء والقضاء راج محل"** کا ایک فتویٰ جو کہ ایک بہترین مقالہ ہے نقل کرتا ہوں

جس میں اسی عقیدہ کے تعلق سے سوال وجواب موجود ہے ملاحظہ فرمائیں!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ۔

مفتیان کرام کی بارگاہ میں میرا سوال یہ ہے کہ "ہمارے نبی ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا" کیا یہ بات کسی حدیث سے ثابت ہے؟ ایک وہابی مولوی نے کہا ہے کہ یہ بالکل جعلی (من گڑھت) بات ہے اور یہ سراسر بدعت وگمراہی ہے۔ رہنمائی فرمائیں، کرم ہوگا۔ **سائل: محمد بہاء الدین قادری**

مدرس مدرسہ رشیدیہ سنیہ بیرم پور مرشدآباد مغربی بنگال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

الجواب: ہمارے نبی ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا" یہ بات متعدد احادیث کے مضمون ومعنی سے ثابت ہے، اسے جعلی، بدعت وگمراہی کہنا خود بڑی گمراہی ہے۔

وہابی مولوی کی بات سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ تمام محدثین اور اسلافِ امت بدعتی وگمراہ ہوں جنہوں نے اس بات کو صحیح مانا ہے۔ وہابی مولویوں کی بڑی جرأت وبے باکی ہے کہ وہ علما ومشائخ اہل سنت واسلاف امت کے ہر اس نظریہ کو مردود ونامقبول اور شرک وبدعت ٹھہراتے ہیں جو وہابی مذہب کے خلاف ہے۔۔ وہابی مولویوں کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ ان کے حملے کی زد میں سلفِ صالحین اور ائمہء دین آتے ہیں۔ ان مولویوں کی بے ادبی وگستاخی سے انبیاء بلکہ شان الوہیت بھی محفوظ نہیں ہے تو اور کسی کی بات کوئی کیا کرے!

سب سے پہلے یہاں اُن احادیث کا فنی جائزہ پیش کیا جارہا ہے جن کے مضمون سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ مقصود کائنات ہیں، آپ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ اس کے بعد کتبِ اسلاف کے حوالے سے اور آخر میں وہابی دیوبندی علما کے اقوال سے بھی اس عقیدے کو ثابت کیا جائے گا، ان شاءاللہ تبارک وتعالیٰ۔

حدیث لولاك لما خلقت الافلاك کا فنی جائزہ:

اس عقیدے کی دلیل میں عام طور پر ایک حدیث قدسی پیش کی جاتی ہے، وہ یہ ہے: **لولاك لما خلقت الافلاك** ۔اے پیارے نبی! اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

یہ صحیح ہے کہ اِن الفاظ کے ساتھ کوئی حدیث کسی صحیح یا ضعیف سند کے ساتھ کتبِ احادیث میں منقول نہیں ہے۔ بعض ناقدینِ حدیث نے اِسے موضوع بھی کہا ہے، لیکن کثیر علمائے متقدمین مثلاً نظام الدین حسن بن محمد بن حسین قُمی نیساپوری متوفی: 850ھ نے ''غرائب القرآن ورغائب الفرقان معروف تفسیر النیسابوری'' میں، شہاب الدین أحمد بن محمد بن عمر خفاجی مصری حنفی متوفی: 1069ھ نے ''حاشیة الشھاب علی تفسیر البیضاوی'' میں، اِسماعیل حقی بن مصطفی استانبولی حنفی خلوتی متوفی ۱۱۲۷ھ نے ''تفسیر روح البیان'' میں، شہاب الدین محمود بن عبداللہ حسینی آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ''روح المعانی'' میں اور بیہقیِ زماں قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ نے ''تفسیر مظہری'' میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ علامہ آلوسی نے اسے نقل فرما کر یہ لکھا ہے:

ماروی فی کتب الصوفیة من الحدیث القدسی: لولاك لما خلقت الأفلاك۔

یعنی یہ حدیث قدسی صوفیہءکرام کی کتابوں میں مروی ہے۔

(تفسیر روح المعانی، ج۱۵،ص۲۱۹،تحت سورۃ النباء، آیت ۱۵ تا ٤٠،الناشر دار الکتب العلمیۃ)

محدث علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ نے صغانی کے حوالے سے اِسے موضوع لکھنے کے بعد یہ لکھا ہے:

لَكِنَّ مَعْنَاهُ صَحِيحٌ فَقَدْ رَوَى الدَّيْلَمِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوعًا: أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ

وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَسَاكِرَ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔

ترجمہ: اگرچہ یہ حدیث الفاظ کے اعتبار سے موضوع ہے لیکن اس کا معنی (مضمون) صحیح ہے۔

دیلمی نے اِسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

اتانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ۔

ترجمہ: میرے (رسول پاک ﷺ کے) پاس جبرئیل آئے، انھوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنایا: اے محمد! اگر آپ کو پیدا نہ کیا ہوتا تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

نیز ابن عساکر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لولاك لما خلقت الدنیا۔

اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

(الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الکبری۔ص۲۹۵، فصل، ناشر دار الامانة مؤسسة الرسالة-بیروت۔)

علاء الدین علی بن حسام الدین ابن قاضی خان القادری الشاذلی الھندی البرھانفوری ثم المدنی المعروف بالمتقی الھندی التوفی 975ھ نے ''کنز العمال'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے اِسی حدیث کو نقل کیا ہے۔

ملاحظہ کریں! کنز العمال ج ۱۱،ص ۴۳۱، رقم حدیث ۳۲۰۲۵، حرف الفاء، کتاب الفضائل من قسم الأفعال، الباب الأول فی فضائل نبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم واسمائه وصفاته البشریة، الفصل الثالث فی فضائل متفرقة تنبیء عن التحدث بالنعم، الناشر موسسة الرسالة)

امام جلال الدین سیوطی نے بھی اس کو جامع الاحادیث میں نقل کیا ہے اور اس پر کوئی جرح ذکر نہیں کیا ہے۔

ملاحظہ کریں! جامع الأحاديث، ج ١، ص ٢١٤، رقم حديث ٣٣٨، حرف الهزة، الهمز ة مع التاء۔

اِس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت موضوع نہیں ہے۔

معمر بن عبد الواحد معروف بہ ابن الفاخر سمرقندی متوفی: 564ھ، علم حدیث وتاریخ میں جن کی عظمت کی دلیل یہ ہے کہ اُن سے ابن الجوزی جیسے عظیم ناقدِ حدیث نے سماع کیا ہے اور اُن کے علم وفضل کا اعتراف امام ذہبی نے بھی کیا ہے، انھوں نے اپنی کتاب ''موجبات الجنة'' میں ایک باب قائم فرمایا ہے: بابٌ أن الجنة خلقت لنبينا صلى الله عليه وسلم۔ (جنت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب پیدا ہوئی ہے) اس عنوان کے تحت حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تعالى أوحى إلي: وعزتي وجلالي لولاك ما خلقت الجنة، ولولاك ما خلقت الدنيا۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی کہ میری عزت وجلال کی قسم، اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں جنت پیدا نہ کرتا، دنیا پیدا نہ کرتا۔

(موجبات الجنة۔ ص ٢٨٢، بابُ أن الجنة خلقت لنبينا صلى الله عليه وسلم، ناشر مکتبة عباد الرحمٰن بیروت ١٤٢٣ھ۔)

اِسماعیل بن محمد بن عبد الهادی عجلونی دمشقی، متوفی: 1162ھ نے صغانی کے حوالے سے "لولاك لما خلقت الافلاك" کو لفظا موضوع لکھنے کے بعد یہ لکھا ہے:

وأقول: لكن معناه صحيح وإن لم يكن حديثًا۔

میں کہتا ہوں لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے اگرچہ اِسے لفظاً حدیث (قدسی) نہ مانا جائے۔

(کشف الخفاء ومزيل الإلباس۔ ج ٢، ص ١٦٤، حرف اللام، ناشر: المكتبة القدسي القاهرة، عام النشر ١٣٥١ھ)

اس معنیٰ کی ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل فرمائی ہے، اُس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عِيسَى آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَأْمُرْ مَنْ أَدْرَكَهُ مِنْ أُمَّتِكَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَسَكَنَ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی، اے عیسیٰ! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم دو جو ان کا زمانہ پائیں ان پر ایمان لائیں۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آدم (علیہ الصلاۃ والسلام) کو پیدا نہ کرتا، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں نہ جنت بناتا نہ دوزخ۔ میں نے عرش کو پانی پہ رکھا تو وہ ہلنے لگا، میں نے اس پہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ سکون میں آ گیا۔ **امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، لیکن صحیحین میں نہیں ہے۔**

(الحاکم المستدرک، ج ٢، ص ٦٧١، حدیث نمبر ٤٢٢٧، کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین، وَمِنْ كِتَابِ آيَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ دَلَائِلُ النُّبُوَّةِ، الناشر دار الکتب العلمیة)

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر ریمارک اور اس کا تنقیدی جائزہ:

اِس حدیث کے تعلق سے امام ذہبی کی تعلیقات کے حوالے سے یہ کہا جاتا ہے کہ امام ذہبی نے یہ فرمایا ہے: أظنه موضوعا على سعيد۔ میرا گمان ہے کہ یہ روایت سعید پر موضوع ومن گڑھت ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ امام ذہبی کی جانب منسوب یہ قول لفظ ''ظن'' سے منقول ہے اور ظن وگمان سے کسی حدیث کو موضوع نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اِسے موضوع قرار دیا جائے تو سوال یہ ہے کہ موضوع ہونے کا سبب کیا ہے؟ پھر سعید سے مراد سعید بن ابوعروبہ ہیں یا سعید بن مسیب؟ اگر سعید بن ابوعروبہ ہیں تو اُن سے روایت کرنے والے عمرو بن اوس انصاری یا اُن سے روایت کرنے والے یا سند کے کسی راوی کا کذاب ہونا ثابت کرنا ہوگا اور یہ ثابت نہیں۔ اگر سعید سے مراد سعید بن مسیب ہیں تو اُن سے روایت کرنے والے قتادہ ہیں اور قتادہ تو پھر قتادہ ہیں۔

بہر حال! اِس حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس حدیث کو انھیں الفاظ کے ساتھ امام ابوبکر الخلال حنبلی متوفی ۳۱۱ھ نے اپنی کتاب "السنة" میں نقل کیا ہے، اس میں یاعیسیٰ آمِن بمحمد کے بجائے صدِّق بمحمد ہے۔

ملاحظہ کریں! السنة لابی بکر بن خلال، ج ۱، ص ۲۶۱، حدیث نمبر ۳۱۶، ذکر المقام المحمود، الناشر دار الرایة الریاض۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مرکزی راوی جندل بن والق کوفی متوفی ۲۳۰ھ ہے۔ انھیں ابوحاتم رازی نے صدوق کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، بعض ناقدین نے حافظہ کے لحاظ سے ان پر جرح بھی کیا ہے لیکن وہ جرحِ شدید نہیں، اُن کی حدیث فی نفسہٖ درجۂ حسن میں ہوتی ہے۔ جندل سے روایت کرنے والے دو راوی ہیں۔ ہارون بن عباس ہاشمی متوفی ۲۸۰ھ، یہ مستدرک حاکم کی سند میں ہیں، انھیں خطیب بغدادی نے ثقہ کہا ہے اور ذہبی نے اُس کو برقرار رکھا ہے اور دوسرے راوی محمد بن عصمہ متوفی ۲۹۰ھ ہیں، انھیں ذہبی وغیرہ نے بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔

ابوبکر خلال کے مطابق یہ حدیث موضوع نہیں، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

فَأَلْقَيْتُهُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرِ بْنِ شَرِيكٍ فَأَقَرَّ بِهِ، وَقَالَ: هُوَ عِنْدِي عَنْ جَنْدَلِ بْنِ وَالِقٍ۔

ترجمہ: میں نے یہ حدیث ابوعبداللہ محمد بن بشر بن شریک کو پیش کی تو انھوں نے اس کی تائید کی اور کہا کہ یہ حدیث مجھے جندل بن والق کی سند سے ملی ہے۔

(السنة لابی بکر بن خلال، ج۱، ص۲۶۱، ذکر المقام المحمود، الناشر دار الرایة الریاض)

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔ چناں چہ امام ابن حجر ہیتمی نے اس کو نقل فرمانے کے بعد اس کو حدیث حسن قرار دیتے ہوئے یہ فرمایا:

وَمثل هَذَا لَا يُقَال من قبل الرَّأْی، فَإِذا صَحَّ عَن مثل ابْن عَبَّاس يكون فِي حكم الْمَرْفُوع إِلَى النَّبِی صلی الله عَلَيْهِ وَسلم كَمَا قرّره أَئِمَّة الْأُصُول والْحَدِيث وَالْفِقْه۔

ترجمہ: اس طرح کی بات (جو حضرت ابن عباس وغیرہ نے فرمائی ہے) اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ جب یہ بات حضرت ابن عباس وغیرہ سے صحیح روایت سے منقول ہے تو یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہے۔ جیسا کہ اصول، حدیث اور علم فقہ کے اماموں کے یہاں یہ قاعدہ ثابت ہے۔

(الفتاوی الحدیثیة لابن حجر الھیتمی، ص ۱۳۴، الناشر دار الفکر)

حضور علیہ الصلاۃ والسلام باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔

اسلافِ امت کا نظریہ:

۱۔ شیخ ابوبکر دمیاطی شافعی متوفی ۱۳۱۰ھ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

ولا شك بأنه - صلى الله عليه وسلم - الواسطة العظمى لنا فى كل نعمة، بل هو أصل الإيجاد لكل مخلوق، كما قال ذو العزة والجلال: لولاك لولاك لما خلقت الأفلاك.

(مقدمہ اعانة الطالبین۔ ج۱، ص۱۳، ناشر: دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نبی ﷺ ہر نعمت کے لیے سب سے بڑا وسیلہ ہیں، بلکہ ہر مخلوق کے وجود کی اصل ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: اے میرے نبی اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

۲۔ شیخ نعمت اللہ بن محمود معروف شیخ علوان متوفی ۹۲۰ھ نے یہ لکھا ہے:

وَبالجملة ما أَرْسَلْنَاكَ یا أکمل الرسل وأفضل البرایا مع انك لولاك لما خلقنا الأفلاك إذ كل ما فی العالم من المظاهر مربوط منوط بمرتبتك المحیطة الجامعة للكل ومع ذلك ما جعلناك عَلَیۡهِمۡ وَكِیلًا لیكون أمورهم كلها موكولا إلیك بحیث إذا أردت أنت هدایة بعض وضلال آخرین فیقع مرادك بلا خلف بل ما أرسلناك الا مبلغا بشیرا ونذیرا وما علیك الا البلاغ وعلینا الإصلاح او الإفساد إذ نحن بكمال استغنائنا عن مطلق مظاهرنا ومصنوعاتنا مستقلون فی تدبیرات امور ملكنا وملكوتنا وشهادتنا وغیبنا وجبروتنا وناسوتنا ولاهوتنا

(الفواتح الإلهیة والمفاتح الغیبیة الموضحة للكلم القرآنیة والحكم الفرقانیة، ج۱، ص ۴۵۶، سورۃ الإسراء، تحت آیت ۵۸۔ ناشر دار رکابی للنشر، الغوریۃ، مصر ۱۴۱۹ھ۔)

ترجمہ: ماحاصل یہ ہے کہ اے سب سے کامل رسول اور سب سے افضل مخلوق! آپ کی شان یہ ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم آسمانوں کو نہ بناتے، دنیا میں جتنے مظاہر قدرت ہیں سب آپ کے رتبہ عالیہ سے مربوط و متعلق ہیں، آپ کا مرتبہء عالیہ سب کو محیط و جامع ہے (کہ سب آپ کے طفیل عالم وجود میں آئے ہیں) باوجود اس کے بندوں کے سارے امور ہم نے آپ کے ذمہ نہیں کئے ہیں، کہ جس بندے کی ہدایت آپ چاہیں تو بہرحال اسے ہدایت مل جائے اور جس کی گمراہی چاہیں وہ گمراہ ہو، بلکہ ہم نے آپ کو مبلغ، مبشر و نذیر بنایا ہے، آپ پر بس اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے، کسی کو ہدایت دینا یا گمراہی پہ ڈالنا ہمارا کام ہے، کیوں کہ ہم اپنے مظاہر

و مصنوعات سے مکمل مستغنی ہیں، اپنی دنیوی و اخروی بادشاہت، عالم شہود و غیب، عالم جبروت و ناسوت میں تدبیر امور میں مستقل ہیں (محتاج نہیں)۔

۳۔ امام نیساپوری متوفی ۸۵۰ھ نے حضور ﷺ کے لقبِ ''امّی'' کی توجیہ میں یہ لکھا ہے:

ومعنی الأمی أنه أم الموجودات وأصل المكوّنات كما قال صلی الله علیه وسلم: »أول ما خلق الله روحی،

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان۔ ج۳، ص۳۳۳، التاویل، سورۃ الأعراف، تحت ۱۵۵ تا ۱۵۹، ناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۶ھ)

ترجمہ: امی کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ تمام موجودات و کائنات کی اصل ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: اللہ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا۔

۴۔ شیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۲۷ھ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

فلما كان هو أول الموجودات وأصلها سمی امیا كما سمیت مكة أم القری لانها كانت مبدأ القری وأصلها۔

(روح البیان۔ ج۳۔ ص۲۵۵۔ سورۃ الاعراف، تحت آیت ۱۵۶، تا ۱۶۰، ناشر دار الفکر بیروت)۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلاۃ والسلام سب سے پہلی مخلوق اور اصل موجودات ہیں، اس لیے آپ کو اُمّی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ مکہ کو اُمّ القُریٰ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ تمام شہروں کی اصل اور سب کا مبدا ہے۔

۵: شیخ محمود بن حمزہ کرمانی متوفی ۵۰۵ھ نے یہ لکھا ہے:

خاطبه بقوله لولاك یا مُحَمَّدُ مَا خلقت الكائنات۔

(أسرار التكرار فی القرآن المسمی البرهان فی توجیه متشابه القرآن لما فیه من الحجة والبیان۔ ج۱۔ ص۱۸۸، سُورَۃ الفُرقان۔ ناشر دار الفضیلۃ، بیروت)

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یوں خطاب فرمایا: اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

٦۔امام سخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے حدیث لولاك کے مفہوم میں یہ اشعار نقل کیے ہیں:

أناديك يا خير الخلائق والذی ۔به ختم النبيين والرسلا ۔۔نبی الهدی لولاك لم يعرف الهدی ۔ولولاك لم نعرف حراماً ولا حلا ۔ولولاك لا والله ما كان كائن۔ ولم يخلق الرحمن جزأ ولا كلا

(القول البديع فی الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ ۔ج١ص١٦٩، الباب الرابع فی تبليغه، فوائد نختم بها الباب الرابع۔ناشر: دار الريان للتراث، بيروت)۔

ترجمہ:اے خیر البریہ، خاتم النبیین وخاتم رسولاں، نبیِ ہدایت! اگر آپ نہ ہوتے تو ہدایت نہ پہچانی جاتی، آپ نہ ہوتے تو ہم نہ جانتے حرام کیا ہے، حلال کیا ہے۔اگر آپ نہ ہوتے تو بخدا کائنات نہ ہوتی اور رحمٰن سبحانہ وتعالیٰ کائنات کے جز وکل کو پیدا نہ فرماتا۔

٧۔محمد بن احمد بن ضیا محمد قرشی عمری مکی حنفی متوفیٰ ۸۵۴ھ نے روضہء اطہر کی زیات کے وقت مذکورہء بالا اشعار کو پڑھنے کی تلقین کی ہے۔

(تاریخ مكة المشرفة والمسجد الحرام والمدينة الشريفة والقبر الشريف ۔ج١۔ص٣٤٠۔واما كيفيه زيارته صلی اللہ علیہ وسلم وزيارة ضجيعيه رضی اللہ عنہما، ناشر: دار الكتب العلمية ۔بيروت١٤٢٤ھ)

٨۔ابن ابو یعلی حنبلی متوفی ۵۲۶ھ نے یہ لکھا ہے:

لولاك ما كانَ للدنيا وساكنها ... معنی ولا عرفت طرق الهدی الأمم

(طبقات الحنابلة ۔ج١۔ص٢٢١۔ناشر: الطبقة الخامسة، دار المعرفة ۔بيروت۔)

ترجمہ:اگر آپ نہ ہوتے دنیا اور اہل دنیا کا وجود بے معنی ہوتا اور بندے راہِ ہدایت نہ جانتے۔

٩۔شیخ عبد الرحمن جامی متوفی ۸۹۴ھ نے یہ تحریر فرمایا ہے:

لولاك ما كان لا عرش ولا فلك ... يا من غدا رحمة للناس كلهم

هذا المقام الذی ما ناله أحد ...سوی محمد المبعوث بالحكم۔

(نزهة المجالس ۔ج٢۔ص١٢٦، فصل فی المعراج۔ناشر: المطبعه الكاستلية ۔مصر ١٢٨٣ھ)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی، نہ عرش ہوتا نہ فلک ہوتا۔آپ تمام انسانوں کے لیے رحمت بن کے آئے ہیں۔یہ مقام سوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کو نہیں ملا ہے، جو کہ خدا کی حکمتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔

١٠۔علی بن ابراہیم بن احمد حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ نے یہ تحریر کیا ہے:

وذكر صاحب كتاب شفاء الصدور فی مختصره عن علی بن أبی طالب رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم عن الله عز وجل أنه قال: يا محمد وعزتی وجلالی لولاك ما خلقت أرضی ولا سمائی، ولا رفعت هذه الخضراء ولا بسطت هذه الغبراء وفی رواية عنه ولا خلقت سماء ولا أرضا ولا طولا ولا عرضا وبهذا يرد علی من رد علی القائل فی مدحه صلی الله عليه وسلم:

لولاه ما كان لا فلك ولا فلك... كلا ولا بأن تحريم و تحليل بأن قوله لولاه ما كان لا فلك ولا فلك مثل هذا يحتاج إلی دليل، ولم يرد فی الكتاب ولا فی السنة ما يدل علی ذلك، فيقال له: بل جاء فی السنة ما يدل علی ذلك، والله أعلم.

(إنسان العيون فی سيرة الأمين المأمون المعروف السيرة الحلبية ۔ج١۔ص٣١٧۔باب: ما جاء من أمر رسول الله صلی الله عليه وسلم عن أحبار اليهود وعن الرهبان من النصاری وعن الكهان من العرب علی ألسنة الجان وعلی غير ألسنتهم، وما سمع من الهواتف ومن بعض الوحوش ومن بعض الأشجار، وطرد الشياطين من استراق السمع عند مبعثه بكثرة، ناشر: دار الكتب العلمية ۔بيروت١٤٢٧ھ۔)

ترجمہ: صاحب شفاء الصدور نے اپنی مختصر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے: انھوں نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا: اے محمد، میری

عزت وجلال کی قسم اگر آپ نہ ہوتے تو میں زمین وآسمان پیدا نہ کرتا، نہ آسمان کو بلندی عطا کرتا نہ زمین کو پھیلاتا۔ایک روایت میں ہے کہ نہ زمین پیدا کرتا نہ آسمان ،نہ طول نہ عرض ہوتا۔(نہ جواہر ہوتے نہ اعراض)۔اِس روایت سے اُس شخص کا اعتراض دفع ہوجاتا ہے جو مدحِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کہے گئے درج ذیل اشعار پر وارد کرتے ہوئے یہ کہتا ہے ان کی صحت محتاج دلیل ہے،اس کی کوئی دلیل نہ کتاب میں ہے نہ سنت میں۔اس شخص کے جواب میں یہ کہا جائے گا،ہاں!اس کی دلیل سنت میں موجود ہے۔واللہ اعلم۔

۱۱۔شہاب الدین أحمد تلمسانی متوفی ۱۰۴۱ھ نے یہ لکھا ہے:

لولاك ما أشرقت شمس ولا قمر ... لولاك ما راقت الأفلاك
ملتمحا صدعت بالنور تجلو كل داجية ... حتى نهج الحق واتضحا

(أزهار الرياض فی أخبار القاضی عیاض۔ج ۲۔ص ٥٤۔ناشر:مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر۔ القاہرة ۱۳۵۸ھ)۔

ترجمہ:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے تو چاند وسورج روشن نہ ہوتے۔آپ نہ ہوتے تو افلاک کی رونمائی نہ ہوتی۔آپ نے ہر قسم کی تاریکی کو نور ہدایت سے چھانٹ دیا،یہاں تک کہ حق کا راستہ واضح ہوگیا۔

یہ گیارہ اسلافِ امت کے نام بطور نمونہ کے لکھے گئے ورنہ اس سے زیادہ کے نام مع اقوال ذکر کیے جاسکتے ہیں۔مثلاً مزید چند نام یہ ہیں:

محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی:942ھ نے ''سبل الھدیٰ والرشاد'' میں،أبو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی معروف زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ نے ''شرح مواھب لدنیہ '' میں،صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی متوفی ۷۶۴ھ نے ''أعیان العصر وأعوان النصر اور الوافی بالوفیات'' میں،عبد القادر بن محمد بن نصر حنفی متوفی ۷۷۵ھ نے ''الجواھر المضیة فی طبقات الحنفیة'' میں،أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ''الدرر الکامنة فی أعیان المائة الثامنة'' میں،محی الدین عبد القادر

بن شیخ بن عبد اللہ العَیدَرُوس متوفی ۱۰۳۸ھ نے ''النور السافر عن أخبار القرن العاشر '' میں،اور ان علمائے اہل سنت کے علاوہ کثیر علمائے اہل سنت نے حدیثِ لولاک کے معنی ومفہوم کو اپنی کتابوں میں،اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

وہابی مولوی کے نزدیک کیا وہ سارے اسلافِ امت،علمائے اہل سنت بدعتی وگمراہ ہیں؟

اللہ رب العزت نے صالحینِ امت کے راستے کو صراط مستقیم فرمایا ہے،اور یہ وہابی بے ادب مولوی اپنی قبیح بات سے صالحین امت کو گمراہ بدعتی ٹھہراتا ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے گمراہوں کے مکر وفریب سے امت کو محفوظ رکھے۔

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وجہِ تخلیق کائنات ہیں،آپ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا،یہ نظریہ اسلافِ امت کا ہے،یہ متعدد احادیث کے معنی ومضمون سے ثابت ہے جیسا کہ سابقہ صفحات میں اس کے ثبوت پر احادیث اور اقوال سلف پیش کیے گیے،لہذا اس نظریہ کو بدعت کہنا سراسر باطل ہے۔

حدیث لولاک شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی نظر میں:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ،بانی وہابیت شاہ اسماعیل دہلوی کے دادا حضور تھے،اس لیے مناسب ہے کہ بانی وہابیت کے مورث اعلیٰ کی شہادت سے حدیث لولاک کی شان اعتبار کو اجاگر کردیا جائے،ہوسکتا ہے وہابی مولوی کے لیے یہ سامان ہدایت بن جاے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نظر ہے،اور گویا یہی وہ نظر ہے جو حاصل مقصود ہے آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ ''اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک (آسمانوں) کو پیدا ہی نہ کرتا''۔یہ معلوم کر کے میرے دل میں اس نظر کا بڑا اشتیاق پیدا ہوا اور مجھے اس نظر سے محبت ہوگئی۔چناں

چہ اس سے یہ ہوا کہ میں آپ کی ذات اقدس سے متصل ہوا اور آپ کا اس طرح طفیلی بن گیا جیسے جوہر کا عرض طفیلی ہوتا ہے (جیسے کسی چیز کا رنگ اس کا طفیلی یعنی تابع ہوتا ہے)۔غرض یہ کہ میں اس نظر کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے اس کی حقیقت معلوم کرنی چاہی اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ میں خود اس نظر (رحمت) کا محلِ توجہ اور مرکز بن گیا۔۔الخ۔

(فیوض الحرمین، تئیسواں مشاہدہ ص ۱۸۷۔ترجمہ: پروفیسر محمد سرور۔ناشر: دارالاشاعت کراچی)

حاصل جواب: ''ہمارے نبی ﷺ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا'' یہ بات متعدد احادیث کے مضمون سے ثابت ہے۔مثلاً:

۱۔حدیث قدسی،لولاك لما خلقت الافلاك۔

اللہ نے فرمایا: اے نبی ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

ان الفاظ کے ساتھ اگرچہ یہ حدیث ثابت نہیں،لیکن اِس کے معنی کو ثابت کرنے والی متعدد حدیثیں ہیں۔جیسے:

۲۔لولاك ما خلقت الجنة،ولولاك ما خلقت الدنیا۔

اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں جنت نہ بناتا، دنیا نہ بناتا۔

یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،جیسا کہ ما قبل میں حوالہ جات گزرے۔

۳۔اول ما خلق اللہ نوری۔

سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔

یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے کثیر کتب اسلاف میں منقول ہے۔

۴۔إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَأَنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ۔

میں اللہ کے یہاں لوح محفوظ میں اس وقت خاتم النبیین تھا جب آدم (علیہ

السلام) اپنی مٹی میں تھے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ملاحظہ کریں! (الحاکم المستدرک، ج ۲، ص ٦٥٦، حدیث نمبر ٤١٧٥، کتاب تواریخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين،ذكر أخبار سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد بن عبد الله بن عبد المطلب المصطفى صلوات الله عليه وعلى آله الطاهرين من وقت ولادته إلى وقت وفاته ما يصح منها على ما رسمنا في الكتاب لا على ما جرينا عليه من أخبار الأنبياء قبله إذ لم نجد السبيل إليها إلا على الشرط،الناشر دار الكتب العلمية)

یہی حدیث مسند احمد میں بھی ہے، اور اس میں ایک روایت میں عنداللہ کی جگہ عبداللہ ہے، یعنی میں لوح محفوظ میں عبداللہ (اللہ کا بندہ) اور خاتم النبیین اس وقت لکھا ہوا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی میں تھے۔

ملاحظہ فرمائیں: مسند احمد، ج ۲۸، ص ۳۷۹، وص ۳۹۵، حدیث نمبر ۱۷۱۵۰، و حدیث نمبر ۱۷۱۵۱، اور حدیث نمبر ۱۷۱۶۳، مسند الشاميين ،حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الناشر موسسۃ الرسالۃ)

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ لوح محفوظ میں عبداللہ اور خاتم النبیین لکھے ہوئے تھے اور بلاشبہہ حضور کی عبدیت بھی سب بندوں کی عبدیت سے اکمل واعلیٰ ہے اور آپ کی نبوت بھی تمام نبیوں کی نبوت سے اعلیٰ واکمل ہے۔قرآن حکیم کے مطابق جن وانس کی تخلیق سے مقصود اللہ کی معرفت حاصل کرانا ہے، اس کے لیے سب سے کامل واکمل وسیلہ حضور ﷺ ہیں، کیوں کہ آپ سے زیادہ اللہ کی معرفت کائنات میں کسی کو حاصل نہیں، تو بلاشبہ ذات وصفات الٰہی کی معرفت کا سب سے بڑا

ذریعہ حضور کی تخلیق ہے اور یہی مقصود تخلیق کائنات ہے۔اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مقصود تخلیق کائنات معرفت الٰہی کا حصول ہے اور معرفت الٰہی کا حصول موقوف ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر تو نتیجہ یہ نکلا کہ مقصودِ تخلیق کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے کیوں کہ مقصود کا موقوف علیہ ہی دراصل مقصود ہے۔

قرآن حکیم کی آیت: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (سورۃ الزاریات آیت ٥٦) میں غور وتدبر کیا جائے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جن وانس اور ساری کائنات کی تخلیق کا مقصود یعنی معرفت الٰہی، تخلیقِ حقیقتِ محمدی کے تابع ہے، اس مفہوم کی وضاحت حدیث لولاک سے ہوتی ہے، لیکن وہابیہ نے اپنی کج فہمی سے اس نظریہ کو بدعت بلکہ بعض نے شرک تک کہہ دیا ہے۔ العیاذ باللہ العظیم۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔

٥۔مستدرک حاکم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیتِ دعا کی ایک حدیث منقول ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پائے میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا دیکھا تو سمجھا کہ یہ نام اللہ کو ضرور سب سے زیادہ محبوب ہوگا، چناں چہ نام پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو ان کی دعا قبول ہوئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

يَا آدَمُ، إِنَّهُ لَأُحِبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔

ترجمہ: اے آدم! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، ان کے واسطے سے دعا کی تو میں نے معاف کر دیا، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ج ٢، ص ٦٧٢، حدیث نمبر ٤٢٢٨، کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین، وَمِنْ كِتَابِ آيَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ دَلَائِلُ النُّبُوَّةِ، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس حدیث کو نقل کر کے امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد لکھا ہے۔اس پر امام ذہبی

نے موضوع کہا ہے، لیکن اس کے موضوع ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔زیادہ سے زیادہ اس کے راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے ضعیف ہونے کے سبب موجودہ سند کے ساتھ یہ روایت ضعیف ہوگی لیکن جب اس کے متعدد شواہد موجود ہیں، جنھیں امام صالحی شامی نے سبل الھدیٰ والرشاد میں نقل کیا ہے، تو کم سے کم یہ حسن کے درجے میں ہے۔جیسا کہ ابن کثیر نے بیہقی کے حوالے سے اس راوی کو ضعیف لکھا ہے، کذاب یا متہم بالکذب نہیں۔

(مسند الفاروق: ج ٢۔ص ٦٧١ تا ٦٧٢، کتاب المعجزات والمناقب والفضائل۔ناشر دار الوفاء المنصورۃ۔١٤١١ھ۔)

٦۔ابن ابو عاصم نے السنۃ میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے، اُس میں ہے:

يَا مُوسَى وَعِزَّتِي وَجَلَالِي مَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْهُ كَتَبْتُ اسْمَهُ مَعَ اسْمِي فِي الْعَرْشِ قَبْلَ أَنْ أَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ بِأَلْفَيْ أَلْفِ سَنَةٍ۔

ترجمہ: اے موسیٰ! میری عزت وجلال کی قسم مخلوق میں کوئی بھی میرے نزدیک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ باکرامت نہیں ہے۔میں نے آسمان، زمین، سورج چاند کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے اپنے نام کے ساتھ اُن کے نام کو عرش میں لکھ رکھا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء: ج ٣۔ص ٣٧٥۔فمن الطبعۃ الاولیٰ من التابعین، الزُّهْرِيُّ وَمِنْهُمُ الْعَالِمُ السَّوِيُّ، وَالرَّاوِي الرَّوِيُّ، أَبُوبَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ، كَانَ ذَا عِزٍّ وَسَنَاءٍ، وَفَخْرٍ وَسَخَاءٍ. وَقِيلَ: إِنَّ التَّصَوُّفَ دِرَايَةٌ وَصِدْقٌ، وَسَخَاوَةٌ وَخُلُقٌ، ناشر: السعادۃ۔بجوار محافظۃ مصر، 1394ھ)

بعض حضرات نے اِسے بھی موضوع لکھ دیا ہے، حالاں کہ اِس کے موضوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں، ہاں اِس کے ایک راوی جبابری کے بارے میں خود ابو نعیم نے لکھا ہے: فی حدیثه لین و نکارۃ۔لیکن اس حدیث کے بارے میں یہ لکھا ہے:

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، لَمْ نَكْتُبْهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رَبَاحِ بْنِ مَعْمَرٍ وَرَبَاحٌ فَمَنْ فَوْقَهُ عُدُول۔

ترجمہ: یہ حدیث زہری کی سند سے غریب ہے، ہم نے اسے صرف رباح بن معمر کی سند سے لکھا ہے اور رباح اور ان سے اوپر کے راوی عادل ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء: ج ۳۔ص ۳۷۵۔فمن الطبعۃ الاولیٰ من التابعین، الزُّہرِیُّ وَمِنْھُمُ الْعَالِمُ السَّوِیُّ، الخ، ناشر: السعادۃ۔بجوار محافظۃ مصر، 1394ھ)

اسی معنی کی روایت ابن المنذر نے بھی نقل کی ہے،

(الدر المنثور: ج ۱۔ص ۱۴۲۔ناشر: دار الفکر بیروت)

اس کی ہم معنی روایت ابن ابی الدنیا نے بھی سعید بن جبیر سے نقل کی ہے، نیز امام صالحی شامی نے یہ فرمایا ہے کہ ابن الجوزی نے ''سند جید'' کے ساتھ میسرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی روایت نقل کی ہے۔

(سبل الھدی والرشاد: ج ۱۔ص ۸۶، الباب الخامس فی کتابۃ اسمہ الشریف مع اسم اللہ تعالی علی العرش وسائر ما فی الملکوت وما وجد علی الحجارۃ القدیمۃ من نقش اسمہ صلّی اللہ علیہ وسلم، الناشر دار الکتب العلمیۃ)

امام زرقانی نے یہ تحریر فرمایا ہے:

ومنها: أن آدم وجميع المخلوقات خلقوا لأجله رواه البيهقي وغيره". كشيخه الحاكم، وصححه عن ابن عباس: "أوحى الله إلى عيسى أن آمن بمحمد وأمر أمتك أن يؤمنوا به، فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنة والنار" الحديث، وهو لا يقال رأيًا، فحكمه الرفع.

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ، ج ۷، ص ۱۸۶، تابع المقصد الرابع الخ، الفصل الرابع: ما اختص بہ صلی اللہ علیہ وسلم من الفضائل والکرامات: الناشر دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولی ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶م)

ترجمہ: حضور کے خصائص میں سے یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور تمام مخلوقات حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے سبب پیدا کیے گیے ہیں۔اس کو بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے، جیسا کہ ان کے شیخ حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح کہا ہے، حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کرو اور اپنی امت کو حکم دو کہ ان کی تصدیق کریں۔اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آدم (علیہ السلام) کو پیدا نہ کرتا، اگر محمد نہ ہوتے تو جنت ودوزخ نہ بناتا۔الخ۔حدیث میں جو بات مذکور ہے وہ رائے سے بولی نہیں جاسکتی لہٰذا وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

اور خدائی (مخلوق) کی پیدائش بطفیل حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا، لولاک لما خلقت الدنیا۔حضور تخمِ وجود واصلِ موجود ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاوی رضویہ مترجم، ج ۱۵، ص ۳۰۶، مسئلہ نمبر ۵۲ تا ۵۸، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔

ایک اور مقام پہ تحریر فرمایا:

حضرت حق عز جلالہ، نے تمام جہان کو حضور پرنور محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔لولاك لما خلقت الدنیا۔اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ارشاد ہوا: لولا محمد ما خلقتك ولا ارضا ولا سماء۔اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تمھیں بناتا نہ زمین وآسمان۔تو سارا جہان ذات الٰہی سے بواسطہ حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوا، یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے حضور کے طفیل میں۔

(فتاوی رضویہ ج۔ ۳۰، ص ۶۵۷، مسئلہ نمبر ۴۱، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حدیث لولاک کے بارے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایک رسالہ تلألأ الافلاك بجمال احادیث لولاك ہے، لیکن اس کا سراغ نہیں مل سکا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا: لولاك لما خلقت الافلاك کو

علمائے دین ہمیشہ سے محفل میلاد شریف میں بیان کرتے آئے اور اب بھی بیان کرتے ہیں اور اکثر علمائے دین نے برسرِ مجلس اس حدیث کو بتلایا کہ یہ حدیث قدسی ہے اور بہت سی اردو میلاد کی کتابوں میں یہی لکھا ہے اور تمام دنیا کے میلاد خواں اسی کو پڑھتے ہیں مگر کسی عالم نے کبھی اس کی نسبت کچھ اعتراض نہ کیا اور مولانا غلام امام شہید کے میلاد شریف شہیدی میں یہی حاشیہ پر لکھا ہے کہ حدیثِ قدسی ہے، اسی طرح بہت سی اردو کی میلاد کی کتابوں میں ہے، اور لغاتِ کشوری میں بھی لکھا ہے کہ حدیث قدسی ہے، برعکس اس کے مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس حدیث کی بابت بیان کیا ہے کہ یہ حدیث قدسی نہیں ہے اور نہ کسی حدیث میں ہے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے اکثر بزرگانِ دین سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بے شک یہ کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ اس کے معنی صحیح ہیں۔ اس حدیث کی نسبت جو کچھ حکم خدا اور رسول کا ہو بیان فرمائیں۔

سوالِ مذکور کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ تحریر فرمایا:

الجواب: یہ ضرور صحیح ہے کہ اللہ عزوجل نے تمام جہان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بنایا، اگر حضور نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا۔ یہ مضمون احادیث کثیرہ سے ثابت ہے جن کا بیان ہمارے رسالہ ''تلالؤ الا فلاك بجمال احاديث لولاك'' میں ہے اور اِن ہی لفظوں کے ساتھ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھی ،مگر سندًا ثابت یہ لفظ ہیں: خلقت الدنیا واھلھالاعرفھم کرامتك ومنزلتك عندی ولولاك یا محمد ماخلقت الدنیا۔ (یعنی اللہ عزوجل اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ) میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے بنایا کہ تمھاری عزت اور مرتبہ جو میری بارگاہ میں ہے ان پر ظاہر کروں، اے محمد! اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا۔ اُس میں تو فقط افلاک کا لفظ تھا، اِس میں ساری دنیا کو فرمایا جس میں افلاک و زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب داخل ہیں، اسی کو حدیث قدسی کہتے ہیں کہ وہ

کلامِ الٰہی جو حدیث میں فرمایا گیا۔ ایسی جگہ لفظی بحث پیش کر کے عوام کے دلوں میں شک وشبہہ ڈالنا اور ان کے قلوب کو متزلزل کرنا ہرگز مسلمانوں کی خیرخواہی نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الدین النصح لکل مسلم۔ دین یہ ہے کہ آدمی ہر مسلمان کی خیرخواہی کرے۔ واللہ اعلم

(فتاوی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۱٤ تا ۱۱۵، مسئلہ نمبر ٤۹، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اب یہاں سائل کے جواب کے آخر میں فتاوی دارالعلوم دیوبند کا حوالہ بھی نقل کر دینا مناسب ہے تاکہ معترض وہابی مولوی دیکھ لے کہ اس کے فتوے کی زد میں علمائے دیوبند بھی آتے ہیں۔ دیوبند کے دارالافتا سے سوال ہوا:

''کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نا لاتے تو دنیا کائنات وجود میں نہ آتی؟ اصلاح فرمائیں۔ تو دارالعلوم دیوبند کے مفتی نے جواب دیتے ہوئے اولا ہیڈنگ لگایا:

کیا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بنایا جاتا تو دنیا وجود میں نہ آتی؟

پھر لکھا: جواب نمبر: 607266

بسم اللہ الرحمن الرحیم 1443/H-Mulhaqa=4/81-Fatwa:72

بعض علما بعض روایات کی بنا پر سوال میں مذکور بات کی تصحیح فرماتے ہیں، جن میں محدث عجلونی (کشف الخفا، ۲: ۱۹۱، حدیث نمبر: ۲۱۲۴) اور ملا علی قاری (الاسرار المرفوعه، ص: ۲۸۸، حدیث نمبر: ۳۸۵) بھی ہیں؛ جب کہ بعض علما فرماتے ہیں کہ جن روایات کی بنا پر سوال میں مذکور بات کی تصحیح کی جاتی ہیں، وہ محدثانہ حیثیت سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں (الیواقیت الغالیه، ۲: ۶۵، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۸، ۲۱۲)،

اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی اول اور سابق مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد عزیز الرحمن صاحب دیوبندی ایک فتوے میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہ (لولاك لما خلقت الأفلاك) حدیث نہیں ہے اور کسی کتاب

حدیث مثل صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور نہیں ہے بلکہ بزرگوں کے مکشوفات میں سے ہے اور مضمون اس کا عند المحققین صحیح ہے جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ نے اپنے قصیدہ مدحیہ میں یہ شعر بھی لکھا ہے:

”جوتو اُسے نہ بناتا تو سارے عالم کو۔۔
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار۔

اسی طرح دیگر اکابر امت نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند، ۱۸: ۱۹۷، ۱۹۸، جواب سوال: ۲۰۵، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم دیوبند) واللہ تعالی اعلم دارالافتاء دیوبند۔

ملاحظہ کریں! آنلائن، دارالافتاء دارالعلوم دیوبند الہند، عقائد وایمانیات، سوال نمبر:607266، جواب نمبر:607266)

خود وہابیوں کے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی اپنی کتاب "الشمامة العنبرية من مولد خير البرية " میں حدیث لولاک کے معنی کو صحیح قرار دیا ہے۔اب وہابی مولوی دیکھے کہ اس کی بدعت کے فتوے کی زد میں صرف اسلافِ امت ہی نہیں آتے بلکہ خود اس کی جماعت کے مولوی بھی آجاتے ہیں۔۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ:(مفتی) رضاء الحق مصباحی راج محلی
(صدر مفتی وقاضی شرع) مرکزی دارالافتاء والقضاء راج محل وسابق شیخ الحدیث وصدر مفتی جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔
تخریج:۔شبیر احمد راج محلی۔
جنرل سیکریٹری:۔تنظیم علمائے اہل سنت راج محل۔
شائع کردہ: مرکزی دارالافتاء والقضاء راج محل
زیرِ اہتمام: تنظیم علمائے اہل سنت راج محل، صاحب گنج، جھارکھنڈ۔

نبی اکرم ﷺ نوری بشر ہیں سے متعلق

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

قارئین! اولاً تو یہ جان لیں کہ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک نورانیت مصطفیٰ کا عقیدہ نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت سے بلکہ یہ باب فضائل میں سے یعنی عقائد ظنیات کے قبیل سے ہے۔

ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے حکیم الاُمّت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

حضور ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی یعنی نوری بشر ہیں۔حقیقت حضور ﷺ کی نور ہے اور لباس (ظاہری جسم شریف) بشری ہے۔

(رسائل نعیمیہ، ص۸۷، رسائل نور ص ۳۰، دوسری فصل۔اعتراضات اور جوابات، نعیمی کتب خانہ لاہور)

ایک شبہ کا ازالہ:

وہابیہ زمانہ اس عقیدے پر یہ شبہ پیدا کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں کہ ہم اہل سنت و جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا جز مانتے ہیں۔معاذ اللہ!

یاد رکھیں! ہم اہل سنت و جماعت کا قطعاً یہ عقیدہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کا جز ہے۔

چناں چہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ سے جب سوال ہوا کہ:

”بعض مولود شریف میں جو نور محمدی کو نور خدا سے پیدا ہوا لکھا ہے اس میں زید کہتا ہے بشرط صحت یہ متشابہ کے حکم میں ہے اور عمرو کہتا ہے یہ انفکاک ذات سے ہوا ہے، بکر کہتا ہے کہ یہ مثل شمع سے شمع روشن کر لینے کے ہوا ہے۔اور خالد کہتا ہے متشابہات میں مذہب اسلم رکھتا ہوں اور سالم کو برا نہیں جانتا، اس میں چون و چرا بیجا ہے الخ"

تو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عمرو کا قول سخت باطل و شنیع وگمراہی قطعیی بلکہ سخت تر امر کی طرف منجّر ہے، اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جدا ہو کر مخلوق بنے، اور قول زید میں لفظ بشرط صحت بوئے انکار دیتا ہے، یہ جہالت ہے، باجماع علماء دربارۂ فضائل صحت مصطلحہ محدثین کی حاجت نہیں۔..... بکر نے جو کہا وہ دفع خیال ضلال عمرو کے لئے کافی ہے، شمع سے شمع روشن ہوجاتی ہے بے اس کے کہ اس شمع سے کوئی حصہ جدا ہو کر یہ شمع بنے اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے کہ نور شمس نے جس پر تجلی کہ وہ روشن ہوگیا اور ذات شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں، جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہوگا، بلاشبہ طریق اسلم قول خالد ہے اور وہی مذہب ائمہ سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۔ ۳، ص ٦٦١، مسئلہ نمبر ۳۹، رسالہ صلات الصفاء فی نور المصطفیٰ (۱۳۲۹ھ) ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا امام احمد رضا روڈ پور بندر گجرات)

اور حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے نہ یہ کہ حضور علیہ السلام خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں۔ نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں سرایت کر گیا ہے تا کہ شرک و کفر لازم آئے۔ بلکہ صرف یہ معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسط رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی۔ جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر دوسرے چراغ سے ہزاروں چراغ لگا لو۔ یا ایک شیشہ سورج کے سامنے رکھو کہ وہ چمک جاوے پھر اسے ان شیشوں کی طرف کر دو۔ جو تاریک کوٹھری میں ہیں تو اس کے عکس سے تمام شیشے جگمگا جاویں گے۔ ظاہر ہے کہ پہلے شیشے میں نہ تو سورج اتر کر آ گیا نہ اس کا ٹکڑا کٹ کر شیشہ میں سما گیا۔ بلکہ صرف یہ ہوا کہ پہلے شیشے نے بلا واسطہ سورج سے روشنی

حاصل کی اور باقی تمام نے اس شیشہ سے کہ اگر یہ پہلا شیشہ درمیان میں نہ ہو تو ساری کوٹھری والے شیشے تاریک اور اندھیرے رہ جائیں۔

(رسائل نعیمیہ، ص ۵۴، رسائل نور ص ۴، مقدمہ، نعیمی کتب خانہ لاہور)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اللہ تعالیٰ کے نور کا جز نہیں مانتے، ساتھ ہی یہ بھی واضح ہے کہ یہ عقیدہ نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا باب فضائل میں سے ہے یعنی عقائد ظنیات کے قبیل سے ہے۔ نیز یہ بھی سمجھ آیا کہ اس عقیدے میں زیادہ تفصیل کرنے کی ضرورت نہیں بس اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا یہ حدیث سے ثابت ہے اس پر ہمارا عقیدہ ہے بس!

ہاں! جب کبھی وہابیہ اعتراض کرتے ہیں تو جوابا مثال دے کر سمجھانا پڑتا ہے وہ صرف سمجھانے کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نور الٰہی سے نور نبوی پیدا ہوا تو نور الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا، اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آجاتا۔ جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کر دیتا ہے تو اس نور الٰہی کا کیا کہنا، نور سے نور پیدا ہونے کا نام و روشنی میں مساوات بھی ضرور نہیں، چاند کا نور آفتاب کی ضیاء سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۔ ۳، ص ٦٦٣، مسئلہ نمبر ٤٠، رسالہ صلات الصفاء فی نور المصطفیٰ (۱۳۲۹ھ) ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

شبہ دوم کا ازالہ:

وہابیہ ہم اہل سنت و جماعت کے نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ کی غلط تشریح کر کے عوام الناس کو یہ بھی دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ نور من نور اللہ کا عقیدہ رکھنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں مانتے۔ نعوذ باللہ!

قارئین حضرات! خوب اچھی طرح یاد رکھیں کہ ہم اہل سنت و جماعت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر تو ضرور مانتے ہیں مگر اپنی طرح نہیں بلکہ بے مثال بشر مانتے ہیں بلکہ بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار ضرورت دین سے ہے مطلقاً بشریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کفر ہے۔

چناں چہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع واعلیٰ ہے یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۱۴،ص۳۶۶، مسئلہ ۹۶، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اب چلتے ہیں ان دلائل کی طرف جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نوری بشر ہونا ثابت ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

قرآن مجید میں ہے:

﴿قَدۡ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٞ وَكِتَٰبٞ مُّبِينٞ﴾ [المائدة: 15]

یعنی: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیت کے تحت "تفسیر جلالین شریف" میں ہے:

{قَدۡ جَاءَكُمۡ مِنَ اللّٰهِ نُور} هُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ۔

(تفسیر جلالین شریف، سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۵،ص ۱۳۹، الناشر دار الحدیث القاھرۃ)

یعنی: آیت میں " نُور" سے مراد نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اسی آیت کے تحت "تفسیر خازن" میں ہے:

قَدۡ جاءَكُمۡ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ يعني محمدا صلى الله عليه وسلم إنما سماه الله نورا لأنه يهتدى به كما يهتدى بالنور في الظلام۔

(تفسیر خازن، سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۵، ج۲،ص ۲۴، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یعنی: اس آیت میں نور سے مراد نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں رب العالمین نے انہیں نور اس لیے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے کہ

اندھیری میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔

اس آیت کے تحت "تفسیر روح البیان" میں ہے:

وقيل المراد بالأول هو الرسول صلى الله عليه وسلم وبالثاني القرآن۔

(تفسیر روح البیان، ج۲،ص۳۶۹، سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۵، الناشر دار الفکر بیروت)

یعنی: کہا گیا کہ نور سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

اس آیت کے تحت "تفسیر بیضاوی شریف" میں ہے:

وقيل يريد بالنور محمد صلّى الله عليه وسلّم۔

(تفسیر بیضاوی، ج۲،ص۱۲۰، سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۵، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: کہا گیا کہ یہاں آیت میں نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس آیت کے تحت: تفسیر نسفی" میں ہے:

أو النور محمد عليه السلام۔

(تفسیر نسفی، ج۱،ص۴۳۶، سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۵، الناشر دار الکلم الطیب بیروت)

یعنی: یا پھر آیت میں نور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں۔

حدیث شریف میں ہے جس کو امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے "مواہب لدنیہ" میں نقل کیا ملاحظہ فرمائیں:

وروى عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصارى قال: قلت يا رسول الله، بأبي أنت وأمي، أخبرني عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء. قال: يا جابر، إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره. الخ۔

یعنی: حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ تو حضور پُرنور ﷺ نے خود اپنی نورانیت کو یوں بیان فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(مواہب لدنیہ، ج۱، ص ۴۸، المقصد الأول، تشریف اللہ تعالی لہ صلی اللہ علیہ وسلم، الناشر المکتبۃ التوفیقیۃ القاھرۃ،)

مذکورہ حدیث کو امام بیہقی علیہ الرحمہ نے بھی "دلائل النبوۃ" اسی طرح روایت کی، اور اجلہ ائمہ دین مثلاً: علامہ زرقانی علیہ الرحمہ نے "شرح مواہب" میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے "مدارج النبوۃ" میں اس حدیث کو نقل کر کے اس سے استناد اور اعتماد فرمایا ہے۔

اسی طرح روایت ہے جس کو امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے "مواہب لدنیہ" میں نقل کیا ملاحظہ فرمائیں!

وفی أحكام ابن القطان، مما ذكره ابن مرزوق، عن علی بن الحسين عن أبيه عن جده أن النبی- صلى الله عليه وسلم- قال: » كنت نورا بين يدى ربی قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام «

(المواہب اللدینۃ بالمنح المحمدیۃ، ج۱، ص ۴۸، المقصد الأول، تشریف اللہ تعالی لہ صلی اللہ علیہ وسلم، الناشر المکتبۃ التوفیقیۃ القاھرۃ،)

یعنی: احکام ابن القحطان نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھے۔

ان تمام دلائل سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ نوری بشر ہیں۔

مزید نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلّق تفصیل جاننے کے لیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کا رسالہ "صِلَاتُ الصَّفَاءِ فِیْ نُوْرِ الْمُصْطَفٰی) اور حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ

کے "رسائلِ نعیمیہ" میں شامل "رسالۂ نور" کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ اور "ٹرو اسلام" ایپ میں بھی مزید معلومات اس عقیدہ کے تعلق سے حاصل کر سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا سے متعلق

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایہ نہیں تھا۔

چناں چہ حکیم الامت علامہ احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور صدہا معجزے بخشے وہاں یہ معجزہ بھی عطا فرمایا کہ حضور کے جسم شریف کو بے سایہ بنایا۔ دھوپ چاندنی چراغ وغیرہ کی روشنی میں آپ علیہ السلام کے جسم اطہر کا بالکل سایہ نہ پڑتا تھا بلکہ جو لباس حضور پہنے ہوتے تھے وہ لباس بھی بے سایہ ہو جاتا تھا۔

(رسائل نعیمیہ ص ۹۷، رسالہ نور ص ۴۹، دوسرا باب، ناشر نعیمی کتب خانہ لاہور)

یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایہ نہیں تھا یہ عقیدہ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت سے بلکہ یہ عقیدہ ظنیات اور باب فضائل کے قبیل سے ہے۔

دلائل ملاحظہ فرمائیں:

قرآن مجید میں ہے:

﴿قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ﴾ [المائدۃ: 15]

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیت میں نور سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جس پر ہم نے "عقیدہ نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں تفاسیر کی کتب سے دلائل نقل کر دی

ہے اسے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اسی طرح "قرآن مجید" میں ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ۝٤٥ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذۡنِهِۦ وَسِرَاجٗا مُّنِيرٗا ۝٤٦﴾[الأحزاب: 45-46]

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اب ذرا غور کریں پہلی آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا گیا اور دوسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کہا گیا اور ظاہر بات ہے نہ نور کا سایہ ہوتا ہے نہ سورج کا سایہ ہوتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایہ نہ تھا۔

"الخصائص الکبری" میں ہے:

اخْرُج الْحَكِيم التِّرْمِذِيّ عَن ذكْوَان ان رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لم يكن يرى لَهُ ظلّ فِي شمس وَلَا قمر قَالَ ابْن سبع من خَصَائِصه ان ظله كَانَ لَا يَقع على الأَرْض وَأَنه كَانَ نورا فَكَانَ إِذا مَشى فِي الشَّمْس أَو الْقَمَر لَا ينظر لَهُ ظلّ۔

(الخصائص الکبریٰ ج١،ص١١٦، ذکر المعجزات والخصائص فی خلقہ الشریف صلی اللہ عَلَیۡہِ وَسلم، بَاب الآیۃ فِی أنہ صلی اللہ عَلَیۡہِ وَسلم لم یکن یری لَہُ ظلّ، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

یعنی: علامہ جلال الدین السیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے نقل کیا کہ: حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا تھا نہ چاندنی میں۔

پھر لکھتے ہیں:

ابن سبیع نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ علیہ السلام کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔

"الشفاء شریف" میں ہے:

وَمَا ذُكِرَ من أَنَّهُ كَانَ لَا ظل شخصه فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِأَنَّهُ كَانَ نُورًا

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ج١،ص٣٦٨، القسم الأول، الباب الرابع، فصل ومن ذلک ما ظہر من الآیات عند مولدہ وما حکتہ أمہ ومن حضرہ من العجائب، الناشر دار الفکر بیروت)

یعنی: علامہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: یہ ذکر کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں یہ اس لیے ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

"المواہب اللدنیۃ" میں ہے:

ولم يكن له -صلى الله عليه وسلم- ظل فى شمس ولا قمر رواه الترمذى الحكيم عن ذكوان. وقال ابن سبع كان -صلى الله عليه وسلم- نورا، فكان إذا مشى فى الشمس أو القمر لا يظهر له ظل۔

(المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ج٢،ص٨٥، المقصد الثالث، الفصل الأول فی کمال خلقتہ وجمال صورتہ صلی اللہ علیہ وسلم وشرفہ وکرمہ، الناشر المکتبۃ التوفیقیۃ القاہرۃ المصر)

یعنی: أحمد بن محمد بن أبی بکر بن عبد الملک القسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں جیسا کہ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور ابن سبع نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نور تھے۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج یا چاندنی میں چلتے کوئی سایہ نظر نہ آتا۔

"سبل الہدی والارشاد فی سیرۃ خیر العباد" میں ہے:

رواه الإمام أحمد والترمذى فى الشمائل والبيهقى وابن عساكر من طرق، وقال ذكوان رحمه الله تعالى: لم ير لرسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر.
رواہ الحکیم الترمذی.وقال:مَعْنَاهُ لِئَلَّايَطَأَعَلَيْهِ كَافِرٌ فَيَكُوْنَ مَذِلَّةً لَهٗ.

(سبل الهدى والارشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۲، ص ۹۰، جماع ابواب صفۃ جسد الشریف صلی اللہ علیہ وسلم، الباب العشرون فی مشیہ صلی اللہ علیہ وسلم وأنہ لم یکن یری لہ ظل، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

یعنی:الإمام محمد بن یوسف الصالحی الشامی لکھتے ہیں کہ:امام احمد اور ترمذی نے الشمائل میں، اور البیہقی اور ابن عساکر نے مختلف طریقوں سے روایت کیا کہ:حضرت ذکوان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا تھا نہ چاندنی میں۔اور حضرت حکیم ترمذی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں:اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایۂ اقدس پر پاؤں نہ رکھے کیوں کہ اس میں نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کی توہین ہے۔

عقیدہ عدم سایہ کے منکر کا حکم:

غزالیِ زماں حضرت علامہ مولانا سیّد احمد سعید کاظمی امروہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
عقائد واعمال سے متعلق ہمارے بے شمار ایسے مسائل ہیں جنہیں ہم جزم ویقین کے مرتبہ میں شمار نہیں کرتے، بلکہ محض فضیلت ومنقبت کے درجہ میں مانتے ہیں، حتّٰی کہ اگر کوئی نیک دل طالبِ حق محض دلیل نہ ملنے کی وجہ سے ہمارے اس مسئلہ کو تسلیم نہ کرے تو ہم اسے بدعقیدہ نہیں کہتے، نہ اس کے حق میں برا بھلا کہنا جائز سمجھتے ہیں، بشرطیکہ اس کا انکار رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کی عداوت اور بغض وکینہ کی وجہ سے نہ ہو۔..........الحاصل نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے جسمِ اقدس کا سایہ نہ ہونا بھی بابِ فضائل ومناقب سے ہے جس پر کفر وایمان کا مدار (بنیاد) نہیں۔

(مقالاتِ کاظمی، حصہ ٤، ص ٥٧، بعنوان مسئلہ ظل النبی (سایہ رسول) صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم پر تحقیقی نظر اور دلائل نفی واثبات کا جائزہ)

ان تمام دلائل واضح ہوا کہ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے جسم پاک کا سایہ نہیں تھا۔مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت وجماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے!

نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے جسم اطہر کے سایہ کے اثبات میں پیش کی جانے والی دو حدیث کا جواب

قارئین! کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایہ ثابت کرنے کے لیے دو حدیث پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:
''ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان نماز پڑھ رہے تھے، تو صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہاتھ بڑھاتے ہوئے اور پیچھے ہٹاتے ہوئے دیکھا، بعد میں صحابہ کرام نے اس کی حکمت پوچھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے نماز میں ہاتھ آگے بڑھایا پھر پیچھے ہٹایا، یہ کیا معاملہ ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے مجھ پر جنت پیش کی گئی، پھر دوزخ پیش کی گئی، حَتّٰى رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ فِيهَا، یہاں تک کہ اس آگ میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔

[الحاکم، أبو عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حدیث نمبر ٨٤٠٨، ج ٤ ص ٥٠٣، کتاب الفتن والملاحم)

(حدیث تو بڑی ہے لیکن مخالفین جس پوئنٹ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ہم نے اس کو بیان کردیا اور حدیث کے الفاظ بھی نقل کردیا)

اس حدیث کے جواب میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اگر قرائن کی طرف نظر کیے بغیر صرف لفظ "ظل" کے اطلاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ثابت ہوتا ہے تو پھر دیکھیں حدیث پاک میں آیا ہے:
"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: سات شخص اللہ تعالیٰ کے سایے میں ہوں گے جس دن کسی کا سایہ نہ ہوگا، اس دن اللہ کا سایہ ہوگا۔

[صحیح البخاری، حدیث نمبر ٦٦٠، ج ١، ص ١٣٣، کتاب الاذان، بابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ]

تو بتایا جائے کہ کیا اب اس حدیث کی بنا پر نعوذ باللہ! رب العالمین کے بارے

میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے؟ بتائیں اس حدیث کا ظاہری معنیٰ مراد لیا جائے گا یا نہیں؟ اگر ہاں! تو ایسا عقیدہ تو کسی کا بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے، اگر نہیں! تو معلوم ہوا کہ ہر جگہ حدیث کا ظاہری لفظ دیکھ کر ظاہری معنی پر عقیدہ نہیں بنا لینا چاہیے بلکہ اس کی حقیقت ظاہری الفاظ کے مطابق ہے کہ نہیں! یہ دیکھنا ہوگا۔ اگر ہے! تو ٹھیک ورنہ ظاہری الفاظ کو مجازی معنی پر محمول کیا جائے گا۔

اسی طرح یہ حدیث پاک جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **حَتّٰى رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ فِيهَا** میں "ظل" اپنے معنی ظاہری پر محمول نہیں ہے بلکہ مجازی معنی پر محمول ہے، کیوں کہ دوزخ کی آگ دنیاوی آگ کی طرح روشن نہیں ہوتی، بلکہ جہنم کی آگ سیاہ اور اندھیری ہے جیسا کہ حدیث میں آیا: **فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ** « جہنم کی آگ سیاہ اور اندھیری ہے۔

[ترمذی شریف، أَبْوَابُ صِفَةِ جَهَنَّمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ مِنْهُ، حدیث نمبر ۲۵۹۱، ج ٤، ص ٤١ ٣، سنن ابن ماجہ شریف، كِتَابُ الزُّهْدِ، بَابٌ، صِفَةُ النَّارِ، حدیث نمبر ٤٣٢٠، ج ٥، ص ٦٨٧، مشکاة المصابیح، ج ٣، ص ١٥٨٠، حدیث نمبر ٥٦٧٣، كتاب احوال القيامة وبدء الخلق، باب صفة النار واهلها، الفصل الثانی)

معلوم ہوا کہ جہنم کی آگ سیاہ اور اندھیری ہے تو بھلا بتائیں کیا سیاہ اور اندھیری میں بھی سایہ دکھائی دیتا ہے؟ بالکل نہیں۔ بلکہ سایہ تو روشنی میں دکھائی دیتا ہے اور جہنم میں روشنی نہیں، بلکہ جہنم میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

پس ان قرائن سے معلوم ہوا کہ یہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **حَتّٰى رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ فِيهَا**، یہاں تک کہ اس آگ میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا،، یہاں بھی لفظ "ظل" اپنے ظاہری معنی پر نہیں بلکہ مجازی معنی پر استعمال ہوا ہے اور لفظ "ظل" مجازی طور پر شخص کے معنی میں آتا ہے۔

چناں چہ تفسیر بغوی میں ہے: **وَقِيلَ: ظِلَالُهُمْ أَيْ: أَشْخَاصُهُمْ**، اور کہا گیا ہے: تمہارے سایے یعنی تمہارے اشخاص۔

[، تفسیر البغوی، ج ٤، ص ٣٠٧، سورۃ الرعد، آیت ١٥ کی تفسیر کے تحت)

اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا معنی ہوا کہ: میں نے جہنم کو دیکھا اور اس میں اپنے اور تمہارے اشخاص کو دیکھا۔

معلوم ہوا اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کا سایہ ثابت کرنا درست نہیں۔

اب بھی اگر کوئی کہے، نہیں ہم تاویل نہیں کریں گے بلکہ حدیث کا جو ظاہری معنی ہے وہی مانیں گے تو پھر ایسے لوگوں سے گزارش ہے کہ ہم نے بخاری شریف سے حدیث پیش کر دیا جس میں ہے کہ: سات لوگ اللہ کے سایے میں ہوں گے اور اس دن اللہ کا سایہ ہوگا جس دن کسی کا سایہ نہ ہوگا، تو اب اللہ کے سایہ ہونے کا عقیدہ بھی رکھو نہ پھر!

(ماخوذ از توضیح البیان ص ٢٢٦ تا ٢٢٧، ناشر حامد اینڈ کمپنی لاہور)

اسی طرح ایک دوسری حدیث شریف بھی پیش کر کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایہ ثابت کرتے ہیں حدیث تو بڑی لمبی ہے مگر جہاں سے لوگ استدلال کرتے ہیں اس کا خلاصہ ہے کہ:

''ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناامید ہوگئی (یعنی ایک مرتبہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاص وجہ سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ناراض ہو گئے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس مقررہ باری کے دنوں میں بھی نہیں جاتے تھے اس وجہ سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناامید ہوگئی پھر ماہ ربیع الاول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے۔

فَرَأَتْ ظِلَّهُ، فَقَالَتْ: إِنَّ هَذَا لَظِلُّ رَجُلٍ، وَمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ هَذَا فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَدْرِي مَا أَصْنَعُ حِينَ دَخَلْتَ عَلَيَّ.

تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سایا آتے دیکھا، سوچنے لگیں کہ یہ سایہ تو کسی آدمی کا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آنے

والے نہیں تو یہ کون ہے؟ اتنی دیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر آ گئے، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خوشی سے مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ کی تشریف آوری پر کیا کروں؟

[مسند أحمد، ج ٤٤، ص ٤٣٥، حدیث نمبر ٢٦٨٦٦، الملحق المستدرک من مسند الأنصار بقیة خامس الانصار، حَدِیثُ صَفِیَّةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِینَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا]

حدیث بہت لمبی ہے اتنا نقل کر دیا یہی کافی ہے کیونکہ جو لوگ اس حدیث کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یہیں سے استدلال کرتے ہیں خیر!

اس حدیث کا بھی جواب ایک تو وہی ہے جو اوپر ذکر کیا جا چکا کہ "ظل" مجازی طور پر استعمال ہوا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں "ظل" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں بلکہ ذات پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال اور تصور مراد ہے، ورنہ واقعی اگر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کا سایہ دیکھتی تو ضرور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بھی دیکھتی اور ان کی باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دیکھ کر اتنی خوش ہوئیں جس کی کوئی انتہا نہ رہی، اور سارے لوگوں کو معلوم ہے کہ جسم کا سایہ جسم سے الگ نہیں ہوتا جہاں سایہ ہوگا وہاں جسم بھی ہوگا تو اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ دیکھتی تو رسول اللہ صلی اللہ کو بھی ضرور دیکھتی جب کہ حدیث میں سایہ دیکھنے کا تو ذکر ہے ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سایہ کے ساتھ دیکھنے کا ذکر نہیں اس کا مطلب صاف ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کے سایہ کو نہیں بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا، تو معلوم ہوا کہ اس حدیث سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہونا

ثابت نہیں ہوتا۔

(ماخوذ از، توضیح الدلائل بجواب پانچ اہم مسائل، ص ٨٧، از علامہ مفتی محمد عظیم نقشبندی،)

قارئین! ہم اہل سنت و جماعت کا اس تعلق سے عقیدہ کیا ہے پھر سے وہ جان لیں! تا کہ آپ کو کوئی گمراہ نہ کر سکے ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم سایہ سے متعلق یہ ہے جس کو شارح بخاری و مسلم مفسر قرآن حضرت علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ نے بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس کے لیے تاریک سایہ ثابت نہیں ہے، کیوں حضور علیہ السلام نور ہیں، اور نور کا سایہ نہیں ہوتا، اور نورانیت کا ثبوت یا سایہ کی نفی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) بشریت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے، کیوں کہ سایہ بشریت مطلقہ کے لوازم میں سے نہیں ہے، بلکہ بشریت کثیفہ کے لوازم میں سے ہے، اور نبی علیہ السلام کی بشریت کثافت سے منزہ ہو کر اس درجہ لطافت میں تھی کہ تاریک سایہ کا موجب نہ ہوتی تھی، **نیز یہ عقیدہ ظنی ہے، اور ظنیات کے باب میں، دلائل ظنیہ کافی ہوتے ہیں۔**

(توضیح البیان، ص ٢١٦، ناشر حامد اینڈ کمپنی لاہور)

واضح ہوا کہ یہ عقیدہ ہم اہل سنت کا ظنی ہے قطعی نہیں اور ظنی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے ہمیں ضعیف روایت بھی کافی ہوگی۔

چناں چہ ایک جگہ حضرت علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

کسی ضعیف روایت کو عقیدہ قطعیہ کے اثبات میں تو بے شک پیش نہیں کیا جا سکتا، لیکن ظنی عقیدہ میں ظنی دلائل کافی ہوتے ہیں۔

(توضیح البیان، ص ٢٢٠، ناشر حامد اینڈ کمپنی لاہور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا دور ونزدیک سے سننے کے متعلق اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

قارئین حضرات: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی غیر معمولی قوتِ سماعت یعنی سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان آوازوں کو بھی سُن لیتے ہیں جنہیں کوئی اور نہیں سنتا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دُور ونزدیک کے سننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام۔ (حدائق بخشش)

اور ''فتاویٰ رضویہ'' فرماتے ہیں:

''بعطائے الٰہی حضور (صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم) کی قوتِ سامِعہ (یعنی سننے کی طاقت) تمام شَرق وغَرب کو مُحِیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے، سب کی عَرضیں آوازیں خود سنتے ہیں، اگرچہ آدابِ دربارِ شاہی کے لیے ملائکہ عَرضِ دُرود وعرضِ اعمال کے لئے مُقرَّر رہیں۔ بلاشبہ عرش وفرش کا ہر ذرہ ان کے پیشِ نظر ہے اور اَرض و سَما (یعنی زمین وآسمان) کی ہر آواز ان کے گوش (کان) مبارک میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۲۹، ص۵٤٦، مسئلہ نمبر ١٦٠ تا ١٦٩، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

لیکن قارئین! بتا تا چلوں کہ یہ عقیدہ بھی ہم اہل سنت وجماعت کے نزدیک نہ تو ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت و جماعت سے بلکہ یہ عقیدہ ظنیات میں سے ایک ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم خصوصیت وفضیلت سے متعلق کچھ تفصیلات دلائل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں!

حدیث پاک میں ہے:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنِّي

أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ، وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ،

(ابن ماجہ شریف، ج۲، ص١٤٠٢، حدیث نمبر ٤١٩٠، کتاب الزہد، باب الحزن والبکاء، الناشر دار احیاء الکتب العربیۃ)

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر اس چیز کو دیکھتا ہوں جسے تم نہیں دیکھتے اور ہر اس آواز کو سنتا ہوں جسے تم نہیں سنتے۔

شارحِ بخاری صدرُ العلماء حضرت علامہ سیِّد غلام جیلانی میرٹھی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے تحت فرماتے ہیں:

''ہر وہ آواز اس میں داخل ہے جس کو مُخاطَبین (یعنی جن سے خطاب فرمایا) نہیں سنتے خواہ وہ عالَم کے کسی گوشے سے اٹھے، کُرّۂ زمین کی ہو یا کُرّۂ آب کی، کُرّۂ ہوا کی ہو یا کُرّۂ نار کی، کُرّۂ سماوات کی ہو یا عرش وکرسی کی، خواہ انسان کی آواز ہو یا حیوانات کی، نَباتات (پودوں وغیرہ) کی ہو یا جمادات (پتھر وغیرہ بے جان چیزوں) کی، جِنّات کی ہو یا فرشتوں کی یا ایسی مخلوق کی آواز ہو جس کو ہم نہیں جانتے۔ غرض کہ تمام عالَم کی جملہ آوازوں پر یہ کلمہ مشتمل ہے۔

(بشیر القادری بشرح صحیح البخاری، ص١٤، ناشر میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

حدیث پاک میں ہے:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: كَانَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ أَنَّ يَهُودِيَّةً، مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ أَهْدَتْهَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ، فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَكَلَ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ« وَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَدَعَاهَا، فَقَالَ لَهَا »أَسَمَمْتِ هَذِهِ الشَّاةَ« قَالَتِ الْيَهُودِيَّةُ: مَنْ أَخْبَرَكَ؟ قَالَ »أَخْبَرَتْنِي هَذِهِ فِي يَدِي« لِلذِّرَاعِ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ »فَمَا أَرَدْتِ إِلَى ذَلِكَ؟« قَالَتْ: قُلْتُ: إِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ يَضُرَّهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَرَحْنَا مِنْهُ، فَعَفَا عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ

يُعَاقِبُهَا، وَتُوُفِّيَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ، وَاحْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كَاهِلِهِ مِنْ أَجْلِ الَّذِي أَكَلَ مِنَ الشَّاةِ، حَجَمَهُ أَبُو هِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ، وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِي بَيَاضَةَ مِنَ الْأَنْصَارِ

یعنی: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملایا، پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں بھیجا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست کا گوشت لے کر اس میں سے کچھ کھایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے بھی کھایا، پھر صحابہ کرام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہاتھ روک لو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ کو بلا بھیجا، اور اس سے سوال کیا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ یہودیہ بولی: آپ کو کس نے بتایا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دست کے اسی گوشت نے مجھے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے وہ بولی: ہاں (میں نے ملایا تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس سے تیرا کیا ارادہ تھا؟ وہ بولی: میں نے سوچا: اگر آپ نبی ہوں گے تو زہر نقصان نہیں پہنچائے گا، اور اگر نہیں ہوں گے تو ہم کو ان سے نجات مل جائے گی، چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا، کوئی سزا نہیں دی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ جنہوں نے بکری کا گوشت کھایا تھا انتقال کر گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے گوشت کھانے کی وجہ سے اپنے شانوں کے درمیان پچھنے لگوائے، جسے ابو ہند نے آپ کو سینگ اور چھری سے لگایا، ابو ہند انصار کے قبیلہ بنی بیاضہ کے غلام تھے۔

(سنن ابی داؤد شریف، ج ٤، ص ص ١٧٣، حدیث نمبر ٤٥١٠، کتاب الدیات، بَابٌ فِيمَنْ سَقَى رَجُلًا سَمًّا أَوْ أَطْعَمَهُ فَمَاتَ أَيُقَادُ مِنْهُ، الناشر المكتبة العصرية صيدا بيروت)

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"معلوم ہوتا ہے کہ خود گوشت نے حضور (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خبر دی کہ مجھ میں زہر ملا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ٨، ص ١٧٨، حدیث نمبر ١٧٨ کے تحت، معجزات کا بیان، فصل ثانی،)

حدیث پاک میں ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: »إِنِّي لَأَسْمَعُ أَطِيطَ السَّمَاءِ،

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں آسمان کے چر چرانے کی آواز سنتا ہوں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج ٣، ص ٢٠١، حدیث نمبر ٣١٢٢، باب الحاء، صَفْوَانُ بْنُ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيُّ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، دار النشر: مکتبۃ ابن تیمیۃ - القاہرۃ)

حدیث پاک میں ہے:

اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَّلَ بِيْ مَلَكَيْنِ لَا اُذْكَرُ عِنْدَ عَبْدٍ مُسْلِمٍ فَيُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا قَالَ ذَانَاكَ الْمَلَكَانِ غَفَرَ اللهُ لَكَ،

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج ٣، ص ٨٩، حدیث نمبر ٢٧٥٣، باب الحاء، أُمُّ أُنَيْسٍ بِنْتُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهَا، دار النشر: مکتبة ابن تيمية - القاهرة)

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ پاک نے میرے ساتھ دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں۔ جب کسی مسلمان کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود بھیجے تو وہ فرشتے کہتے ہیں: اللہ تیری مغفرت فرمائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں فرشتے ہر اُمتی کا دُرُود سنتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے:

مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا، إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الحُورِ العِينِ: لَا تُؤْذِيهِ، قَاتَلَكِ اللَّهُ، فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا

(ترمذی شریف ت شاکر، ج ٣، ص ٤٦٨، حدیث نمبر ١١٧٤، ابواب الرضاع، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر)

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو حوروں میں سے اس شخص کی بیوی کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کرے! اسے تکلیف مت پہنچا! یہ تیرے پاس مہمان ہے اور عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آئے گا۔

امام النحو حضرت علامہ مولانا سیّد غلام جیلانی میرٹھی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں روایات کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

''جنت ساتویں آسمان سے اوپر ہے اور حسبِ ارشادِ نبوی زمین سے پہلے آسمان تک پانچ سو برس کی مَسافت ہے اور اتنا ہی پہلے آسمان کا دَل (یعنی موٹائی) ہے۔ اسی طرح ہر دو آسمان کے درمیان پانچ سو برس کی مَسافت ہے اور اسی قدر ہر آسمان کا دَل۔ تو زمین سے ساتویں آسمان تک سات ہزار برس کی مَسافت ہوئی اور زمین سے جنت تک کی مسافت اور زیادہ کیوں کہ وہ ساتویں آسمان کے اوپر ہے............ مقامِ غور ہے کہ جب ہر دو فرشتوں کی قوتِ سَماع اتنی قَوِی ہے کہ ہر مسلم اُمّتی کا درود سُن لیتے ہیں، اور حورانِ بہشت (یعنی جنتی حوروں) کی سَماعت کا یہ عالَم ہے کہ سات ہزار برس سے زیادہ مَسافت پر رہ کر کرۂ زمین کی آوازیں سن لیتیں ہیں تو محبوبِ خدا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہر اُمّتی کا دُرُود کس طرح نہ سُنیں گے! حالاں کہ آپ فرشتوں اور حُورانِ بہشت بلکہ سارے عالَم سے افضل ہیں، اور تمام عالَم کی تخلیق آپ کے طفیل میں ہوئی ہے اور آپ کے اور امتیوں کے درمیان اتنی مَسافت بھی نہیں جتنی مَسافت حورانِ بہشت اور زمین کے درمیان ہے۔ ایمانی عقل کسی طرح گوارا نہیں کر سکتی کہ طُفیلی یہ کمال پائیں اور اصل محروم رہے، بلکہ ایمانی عقل یہ حکم کرتی ہے کہ ہر مخلوق سے ہر کمال میں آپ فُزُوں تَر (یعنی بڑھ کر) ہیں اور ہر نعمت آپ کو بروجہِ اَتم دی گئی ہے اور تمام کمالات کے جملہ مَراتب آپ پر ختم ہیں۔

(بشیر القادری بشرح صحیح البخاری، ص ۱٦، ناشر میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

حدیث پاک میں ہے:

لیس من عبد یصلی علی إلا بلغتنی صلاتہ حیث کان،

(القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، المؤلف الامام السَّخاوی، ص ١٦٤، الباب الرابع: فی تبلیغہ ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ سلام من یسلم علیہ وردہ السلام، الناشر دار الریان للتراث)

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی شخص مجھ پر دُرُود پڑھتا ہے تو

اس کا درود مجھے پہنچتا ہے چاہے وہ کہیں بھی ہو۔

امام النحو صدرُ العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی اشرفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''بیشک سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، تاجدارِ انبیاء، محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ہر اُمتی کا درود وسلام بگوشِ خود (یعنی اپنے کانوں سے) سنتے ہیں خواہ وہ زمین کے کسی گوشے میں بسنے والا ہو یا فلک کے کسی حصے میں، خواہ خشکی اور دریا میں رہتا ہو یا زمین اور آسمان کی درمیانی فضا میں۔ غرض کہ عالَم کے کسی حصے میں بھی ہو، اس کا درود وسلام بگوشِ خود سنتے ہیں۔ پھر درود وسلام پر انحصار نہیں بلکہ ہر مخلوق کی ہر آواز سنتے ہیں اور ہر مخلوق کو بچشمِ خود (یعنی اپنی مبارک آنکھوں سے) دیکھتے ہیں۔

(بشیر القادری بشرح صحیح البخاری، ص ۱۳، ناشر میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

حدیث پاک میں ہے:

عَنِ ابْنِ الْحِمْيَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ اللَّهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ، فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ أَحَدٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَبْلَغَنِي بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ، هَذَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلَّى عَلَيْكَ«

(مسند البزار = البحر الزخار، ج ٤، ص ٢٥٤، حدیث نمبر ١٤٢٥، مسند عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، ابْنُ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ عَمَّارٍ، الناشر: مکتبۃ العلوم والحکم - المدینۃ المنورۃ)

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمار! بے شک اللہ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں فلاں شخص نے آپ علیہ السلام پر درود پڑھا ہے۔ پھر اللہ عز وجل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مقرر فرشتے کی سماعت

کس قدر وسیع اور کامل ہے کہ روئے زمین پر جو بھی جن یا انسان جس وقت اور جہاں سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر درود وسلام پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس درود و سلام کو سماعت کرتا ہے اور پھر اس کو بارگاہ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرتا ہے۔ ذرا غور کریں کہ اگر کوئی انسان اس حدیث کے مطابق یہ عقیدہ رکھ کر درود وسلام پڑے کہ قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موجود فرشتہ باذن اللہ میرے اس درود وسلام کو سماعت کرے گا تو کیا یہ شرک ہے؟ اگر یہ شرک ہے تو کیا العیاذ باللہ تعالیٰ اس حدیث میں فرشتہ کو خدا کا شریک کہا گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ جب فرشتہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ باذن اللہ میرے درود کو سماعت کرے گا چاہے میں جہاں سے پڑھوں یہ شرک نہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام موجودات ومخلوقات میں افضل، ارفع اور اکمل ہیں ان کے بارے میں ہم اہل سنت و جماعت یہ عقیدہ رکھ کر درود وسلام پڑھے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام باذن اللہ میرے درود وسلام کو سماعت فرمالیں گے تو یہ شرک کیسے بنے گا؟

اس حدیث نے اہل سنت وجماعت پر شرک کا فتویٰ لگانے والوں کا بالکل صفایا کر دیا ہے اور اہل سنت و جماعت کے عقیدے کی حقانیت وصداقت پر مہر تصدیق و توثیق ثبت کردی ہے۔

بعد وصال بھی نبی کریم ﷺ کا سماعت کرنا دور ونزدیک سے ثابت!

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ«

(سنن ابی داؤد، ۲، ص ۲۱۸، حدیث نمبر ۲۰۴۱، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، الناشر المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جو شخص بھی مجھ پر سلام عرض کرتا ہے اللہ عزوجل میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

قارئین حضرات: اس حدیث پاک میں احد نکرہ ہے اور نفی کے تحت داخل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ جب نفی کے تحت داخل ہو تو اس کی تعمیم میں مزید تاکید اور پختگی آجاتی ہے۔ تو گویا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی شان کا مطلب یہ ہے کہ میرا امتی خواہ وہ مشرق ومغرب شمال وجنوب زمین وآسمان اور عرب وعجم جہاں سے میری بارگاہ میں چاہے وصال سے پہلے یا وصال کے بعد سلام عرض کرتا ہے تو میں اس کا جواب اسے عطا فرماتا ہوں اور یہ جواب کا لوٹانا تب ہوگا جب حضور اقدس ﷺ اپنے اس امتی کے سلام کو سماعت فرمائیں۔

چناں چہ محققین امت کی تصریحات کے مطابق **"رد علی روحی"** کے مطالب و معانی میں سے ایک معنی ومطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور اقدس ﷺ کو غیر معمولی قوت سماعت عطا فرماتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کا سلام سماعت فرما کر اسے جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

چناں چہ امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رد روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا ہے تو اللہ عزوجل آپ کو غیر معمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء: بحوالہ: رسائل للأمام الحافظ جلال الدین السیوطی، ص ۱۳۲ تا ۱۴۲، ناشر المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت،)

اسی طرح حدیث شریف میں:

وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي«

(مسند احمد بن حنبل، ج ۱۴، ص ۴۰۳، حدیث نمبر ۸۸۰۴، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، الناشر موسسۃ الرسالۃ لبنان)

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو! بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے:

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ« قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ - يَقُولُونَ: بَلِيتَ -؟ فَقَالَ: »إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ«

(سنن ابی داؤد، ج۱، ص۲۷۵، حدیث نمبر ۱۰۴۷، تفریع ابواب الجمعة، بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، الناشر المكتبة العصرية صيدا بيروت)

یعنی: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سے سب سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن میں صور پھونکا جائے گا، اسی دن بے ہوشی ہوگی تم اس دن میں کثرت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھو کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ علیہ السلام پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالاں کہ آپ علیہ السلام کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کردیا ہے۔

یعنی: اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں زمین ان کے جسموں کو نہیں کھا سکتی ہے بلکہ حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ،

وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ، إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ، حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا« قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: »وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ«

(ابن ماجہ شریف، ج۱، ص۵۲۴، حدیث نمبر ۱۶۳۷، کتاب الجنائز، بَابُ ذِكْرِ وَفَاتِهِ وَدَفْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الناشر دار احياء الكتب العربية)

یعنی: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجو، اس لیے کہ جمعہ کے دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور جو کوئی مجھ پر درود بھیجے گا اس کا درود مجھ پر اس کے فارغ ہوتے ہی پیش کیا جائے گا میں نے عرض کیا: کیا وصال کے بعد بھی؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، وصال کے بعد بھی، بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کا جسم کھائے، اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کو روزی ملتی ہے۔

مذکورہ حدیثوں سے یہ بات تو یقینی طور پر ثابت ہوگئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد بھی آپ علیہ السلام کا امتی اور غلام جہاں سے بھی درود پڑھتا ہے وہ آپ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ درود پاک ملائکہ آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں اور حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود درود وسلام کو سماعت نہیں فرماتے کیوں کہ حدیث میں ملائکہ کے درود پہنچانے کا ذکر ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ: ملائکہ کے درود پہنچانے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود سماعت نہیں فرماتے؟

جب کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ فرشتے بندوں کے اعمال اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں: چناں چہ "صحیح مسلم" میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ، وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ"

(مسلم شریف، ج۱، ص۴۳۹، حدیث نمبر ۲۱۰ (۶۳۲) کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، بَابُ فَضْلِ صَلَاتَيِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ، وَالْمُحَافَظَةِ عَلَيْهِمَا، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس (آسمان سے) فرشتے رات دن آتے رہتے ہیں (جو تمہارے اعمال لکھتے ہیں اور انہیں بارگاہ الوہیت میں پہنچاتے ہیں) اور فجر وعصر کی نماز میں سب جمع ہوتے ہیں اور جو فرشتے تمہارے پاس رہتے ہیں وہ (جس وقت) آسمان پر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال جاننے کے باوجود ان سے (بندوں کے احوال واعمال) پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تو اس وقت بھی وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔

اب بتایا جائے! کیا العیاذ باللہ تعالیٰ یہاں بھی فرشتوں کے اعمال پہنچانے سے اللہ رب العزت کے سمیع وبصیر وعلیم ہونے کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ بالکل نہیں۔ تو جب فرشتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام واجلال کے پیش نظر آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں امت کا درود پہنچاتے ہیں تو اس سے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت اقدس کی وسعت کا کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے؟

بہر حال! دلیلوں سے واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبل وصال اور بعد وصال دور ونزدیک سے سنتے اور اپنے غلاموں کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت وجماعت کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں!

معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا سے متعلق اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری کے عالم میں اپنے چشمان مبارک سے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اور یہ عقیدہ بھی ہم اہل سنت وجماعت کے نزدیک نہ ضروریاتِ دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت سے بلکہ فروع عقائد از قبیل ظنیات باب فضائل سے ہے۔

چناں چہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ "فتاویٰ رضویہ" میں لکھتے ہیں کہ:

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الاصح الراجح انه صلى الله تعالى عليه وسلم راى ربه بعين راسه حين اسرى به كما ذهب اليه اكثر الصحابة۔

مذہب اصح وراجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب کو بچشم سر دیکھا جیسا کہ جمہور صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔

(نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما رؤیۃ لربہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲ / ۳۰۳، بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج۳۰، ص ۶۴۳، مسئلہ نمبر ۳۶، رسالہ منبہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرّؤیۃ ۱۳۲۰ھ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

پھر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

امام نووی شرح صحیح مسلم میں پھر علامہ محمد بن عبد الباقی شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔

الرَّاجِحُ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ إن رسول الله صلى الله عليه وسلم رَأَى رَبَّهُ بِعَيْنَيْ رَأْسِهِ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ

جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب

معراج اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

(شرح النووی علی مسلم، ج ۳، ص ۵، کتاب الإیمان، باب معنی قول اللہ عز وجل ولقد رآہ نزلة أخری، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، وفتاویٰ رضویہ مترجم ج ۳۰، ص ۶۴۳، مسئلہ نمبر ۳۶، رسالہ منبہ المنیة بوصول الحبیب الی العرش والرّؤیة ۱۳۲۰ھ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسی طرح جب جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ مولانا مفتی عبدالعزیز مرادآبادی اشرفی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ:

زید کہتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کو معراج شریف میں اللہ رب العزت کا دیدار نہیں، آیا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے؟

تو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

زید کا یہ قول صحیح نہیں مرجوح ہے صحیح وراجح ومختار یہ ہے کہ حبیب خدا اشرف انبیا محمد رسول اللہ ﷺ کو دیدار الٰہی ہوا............

پھر آگے لکھتے ہیں:

حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ «اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف» میں فرماتے ہیں:

شیخ محی الدین نووی گفتہ کہ راجح ومختار نزد اکثر علما کبار آنست کہ آنحضرت دید پروردگار خود را بچشم سر۔ شیخ محی الدین نووی نے فرمایا کہ اکثر اکابر علما کے نزدیک راجح اور مختار یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اپنے پروردگار کا سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ (ت۔ مصباحی).......

پھر لکھتے ہیں:

احادیث کریمہ واقوال ائمہ سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کو دیدار الٰہی ہوا اور شب معراج میں ظاہری آنکھوں سے آپ کو دیدار ہوا یہی مذہب راجح ومختار ہے۔ لہٰذا زید کا قول مرجوح ونامقبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ: عبدالعزیز عفی عنہ۔

(فتاویٰ حافظ ملت، المعروف فتاوٰی اشرفیہ ج ۱، ص ۶، تا ۸، بحوالہ مجموعہ فتاویٰ اہل سنت آن لائن ایپ)

معلوم ہوا یہ عقیدہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت سے بلکہ یہ فروع عقائد سے ہے جس میں اختلاف موجود ہے اور راجح قول یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

قارئین! اب اس سے پہلے کہ آپ حضرات کے سامنے وہ دلائل بیان کیے جائیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کا دیدار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کیا ہے اس سے پہلے آپ حضرات یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ایک فرقہ ہے جس کو معتزلہ کہا جاتا ہے ان کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے (دنیا میں بھی آخرت میں بھی) کیوں کہ معتزلہ کے نزدیک رویت (دیدار) اور ادراک (احاطہ) میں فرق نہیں۔

جب کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک رویت (دیدار) اور ادراک (احاطہ) میں بہت بڑا فرق ہے) اہل سنت وجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ رویت باری تعالیٰ (دیدار باری تعالیٰ) ممکن ہے اور ادراک باری تعالیٰ (احاطہ باری تعالیٰ) محال ہے) اس تمہید سے آپ حضرات کو یہ بات ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ قرآن کی وہ آیات بینات جس سے آج بھی کچھ لوگ قوم کو فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں مثلا ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ [الأنعام: 103] یعنی: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں [اس میں ادراک (احاطہ) کی نفی ہے رویت کی نہیں اگر رویت کی نفی ثابت کر دی جائے تو معتزلہ کا نظریہ وعقیدہ درست ہو جائے گا اسی طرح ہر وہ آیت جس سے لوگوں کو فریب دے کر یہ باور کرایا جاتا ہے کہ رویت باری تعالیٰ ممکن نہیں محال ہے تو پھر اللہ تعالیٰ عز وجل کا دیدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں کر ممکن ہوا؟ تو یاد رکھیں ان سب آیات اور ان آیات کے مفہوم سے ملتی جلتی ساری حدیثیں جس سے انکار ثابت ہوتا ہے اس سے انکار ادراک (احاطہ) باری تعالیٰ ثابت ہوتا (انکار رویت باری تعالیٰ ثابت نہیں ہوتا) ورنہ معتزلہ کا عقیدہ ونظریہ درست ثابت ہو جائے گا۔

اب ادراک (احاطہ) کے معنی ومفہوم کو بھی سمجھ لیں تا کہ کوئی فریب نہ دے سکے!

(ادراک) کے معنی ہیں کہ دیکھی جانے والی چیز کی تمام طرفوں اور حدوں پر واقف ہونا کہ یہ چیز فلاں جگہ سے شروع ہوکر فلاں جگہ ختم ہوگئی جیسے انسان کو ہم کہیں کہ سر سے شروع ہوکر پاؤں پر ختم ہوگیا، اسی کو احاطہ (گھیراؤ) کہتے ہیں۔ اور احاطہ اسی چیز کا ہوسکتا ہے جس کی حدیں اور جہتیں ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے حد اور جہت محال ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا (ادراک واحاطہ) ناممکن۔ یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ لیکن خارجی اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے ادراک اور رویت میں فرق نہیں کرتے، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا اور آخرت دونوں میں محال ہے جب کہ حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہے کہ آخرت میں مومنین کو بھی رب تعالیٰ عزوجل کا دیدار ہوگا اس سلسلے میں کثرت سے حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور دلیل ایک حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں ملاحظہ کریں!

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى القَمَرِ لَيْلَةً - يَعْنِي البَدْرَ - فَقَالَ: »إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ، كَمَا تَرَوْنَ هَذَا القَمَرَ، لاَ تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ،

(بخاری شریف، ج۱، ص ۱۱۵، حدیث نمبر ۵۵۴، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، الناشر دار طوق النجاۃ،)

یعنی: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: ”عنقریب تم اپنے رب عزوجل کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو اور اسے دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کروگے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آخرت میں مومنین کے لیے بھی دیدار باری تعالیٰ عزوجل ثابت ہے۔

اب ایک سوال اور باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ: اس دنیا میں رہتے ہوئے

بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے یا محال کہ ہو ہی نہیں سکتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات پر اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ اس دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے محال نہیں۔ اگر محال ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کا سوال نہ کرتے، کیوں کہ انبیائے کرام کو اس کا علم ہوتا ہے کہ فلاں چیز ممکن ہے اور فلاں چیز محال۔ اور محال چیز کے بارے میں سوال کرنا درست نہیں ہوتا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا سوال کیا اس لیے اہل سنت و جماعت کا ماننا ہے کہ اس دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی:

﴿رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ﴾ [الأعراف: 143] اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ اس پر انہیں جواب ملا ”﴿لَن تَرَانِي﴾ [الأعراف: 143]“ تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا دیدار ناممکن ہے کیوں کہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام عارف باللہ ہیں، اگر دیدار الٰہی ممکن نہ ہوتا تو آپ علیہ السلام ہرگز دیدار کا سوال نہ فرماتے، اس سے ثابت ہوا کہ دیدار الٰہی ممکن ہے دنیا میں بھی تبھی موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام دیدار باری تعالیٰ عزوجل کا سوال کیا ورنہ ایک نبی پر عبث سوال کا الزام عائد ہوگا جو کہ ایک نبی کی ذات کے شان کے خلاف ہے۔

ضروری تنبیہ! یاد رکھیں ہم اہل سنت و جماعت اس سلسلے میں وارد نہ تو کسی آیت کے منکر ہیں نہ حدیث کے بلکہ جن آیات اور جن احادیث سے انکار ثابت ہوتا ہے ہم اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ وہاں انکار (ادراک واحاطہ) کا ہے رویت (دیکھنے) کا نہیں اور اس طریقہ پر رہنے سے وہ تمام آیات جو اس سلسلے میں وارد ہیں اثبات پر یا انکار پر اس پر کوئی تضاد نہیں رہتا تطبیق ہوجاتی ہے اسی طرح ہر وہ حدیث جو اس سلسلے میں وارد ہیں اثبات یا انکار پر اس پر بھی تطبیق ہوجاتی ہے اور جو اس موقف پر نہیں وہ یا

توان حدیث کا انکار کردیتے ہیں جس سے رویت باری تعالیٰ کا اثبات ہوتا ہے یا یہ کہہ دیتے ہیں کہ ضعیف ہے اور قرآن کی تفسیر کو بھی ضعیف کہہ کر انکار کردیتے ہیں۔

اب آپ حضرات وہ دلائل ملاحظہ فرمائیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار باری تعالیٰ عزوجل ہوا اور یہ خصوصیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے (ھذا من فضل ربی)

شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیدار پرانوار کی نعمت لازوال سے مشرف ہوئے اس کا ذکر قرآن کریم کی آیات مبارکہ میں موجود ہے چناں چہ واقعہ معراج کے ضمن میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿۱۰مَا كَذَبَ ٱلْفُؤَادُ مَا رَأَىٰٓ ۱۱﴾[النجم: 11]

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

نیز ارشاد الٰہی ہے ﴿أَفَتُمَٰرُونَهُۥ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ﴾[النجم: 12]

ترجمہ: توکیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔

﴿وَلَقَدْ رَءَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ﴾[النجم: 13]ت

رجمہ: اور انہوں نے تو وہ جلوا دوبار دیکھا۔

﴿مَا زَاغَ ٱلْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ﴾[النجم: 17]

ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

﴿لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ ءَايَٰتِ رَبِّهِ ٱلْكُبْرَىٰٓ﴾[النجم: 18]

ترجمہ: بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں

حضرات! اب سورۃ النجم کی تفسیر میں ایک حدیث ملاحظہ کرلیں تا کہ اوپر جو ترجمہ کیا گیا وہ سمجھنے میں آسانی ہو چناں چہ:

ترمذی شریف میں ہے:

فَقَالَ كَعْبٌ: إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوسَى،

فَكَلَّمَ مُوسَى مَرَّتَيْنِ، وَرَآهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ.

(ترمذی شریف ت شاکر، ج ٥، ص ٣٩٤، حدیث نمبر ٣٢٧٨، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النجم، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ۔ مصر)

یعنی: حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام سے دوبار کلام فرمایا اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کے دادا استاذ حضرت عبدالرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 211ھ) نے سورۃ النجم کی تفسیر میں رقم فرمایا ہے:

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أرنا ابْنُ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ، قَالَ: »كَانَ الْحَسَنُ يَحْلِفُ بِاللَّهِ ثَلَاثَةً لَقَدْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ«

(تفسیر عبدالرزاق سورۃ النجم، ج ٣، ص ٢٥١، حدیث نمبر ٣٠٣٣، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

یعنی: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ تین بار اللہ تعالیٰ کی قسم ذکر کرکے فرمایا کرتے تھے کہ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

نیز اسی طرح کی تفسیر بہت سے مفسرین کی ہیں مثلاً:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 327ھ) ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی (متوفی 510ھ) علامہ جمال الدین ابن الجوزی (متوفی 597ھ) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (وصال 606ھ) علامہ عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی (متوفی 660ھ) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی (متوفی 671ھ) امام علاء الدین خازن رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 741 ھ) ابوزید عبدالرحمن ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 876ھ) حضرت سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1204ھ) علامہ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (وصال 1241ھ) امام جلال الدین سیوطی (وصال 911ھ)

یہ سارے محدثین نے بھی وہ روایت جو اوپر مذکور ہوئی کہ ''حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ تین بار اللہ تعالیٰ کی قسم ذکر کرکے فرمایا کرتے تھے کہ یقیناً نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے'' اپنی کتب تفسیر میں لکھی ہیں۔سورۃ النجم کی آیت ۱۳ کی تفسیر کے تحت ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

یہاں ایک بات عرض کرتا جاؤں کہ روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔اس کا جواب بھی یاد رہے کہ ہم اہل سنت و جماعت اِن حدیثوں کے منکر نہیں جن میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اُن کی اصلی صورت میں دیکھا ہم اہل سنت و جماعت حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنے کے منکر ہوتے تب یہ حدیثیں ہمارے خلاف ہوتیں جب کہ ہم اہلِ سنت و جماعت یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے قریب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور معراج کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کا دیدار بھی کیا تو یاد رہے جبرئل علیہ السلام کو دیکھنے والی حدیثیں ہمارے خلاف نہیں پھر بھی ان حدیثوں کو ہمارے خلاف پیش کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے!اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج وہیں سدرۃ المنتہیٰ پر ختم نہیں ہوا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ المنتہیٰ سے بھی آگے تشریف لے گئے ماوراءِ عرش پہنچے اور اللہ تعالیٰ کے قرب سے مالا مال ہوئے اور اپنے ماتھے کی آنکھوں سے اللہ تعالی کا دیدار فرمایا۔

اس کی دلیل بھی ملاحظہ کرتے چلیں!

کتب صحاح وسنن، معاجم اور مسانید میں اس سے متعلق متعدد روایتیں موجود ہیں، چنانچہ "صحیح بخاری" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے جس کے الفاظ ہیں:

وَدَنَا لِلْجَبَّارِ رَبِّ الْعِزَّةِ، فَتَدَلَّى حَتَّى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى،

(صحیح بخاری شریف، کتاب التوحید، باب قَوْلِ اللهِ (وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا،) ج۹،ص ۱۴۹، حدیث نمبر:۷۵۱۷، الناشر دار طوق النجاۃ)

ترجمہ: پھر اللہ رب العزت سے نزدیک ہوئے' پھر اور نزدیک ہوئے' یہاں

تک کہ اس (یعنی اللہ تعالیٰ) سے دو کمان کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔

یہاں حدیث کا جملہ "وَدَنَا لِلْجَبَّارِ رَبِّ الْعِزَّةِ" بار بار پکار کر کہہ رہا ہے کہ معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے قریب ہوئے اتنے قریب کہ دو کمان کا فاصلہ یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا اس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے ہوا کہاں تک اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اسی طرح صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، مسند ابویعلی، جامع الاحادیث، الجامع الکبیر، مجمع الزوائد، کنزل العمال، مستخرج ابوعوانہ ان ساری کتب حدیث میں یہ حدیث پاک موجود ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ أَيِّ شيء كُنْتَ تَسْأَلُهُ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُ فَقَالَ: ((رَأَيْتُ نُورًا))

(صحیح مسلم، کتاب الإيمان، باب فِي قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نُورٌ أَنَّى أَرَاه.وَفِي قَوْلِهِ رَأَيْتُ نُورًا. حدیث نمبر ۲۹۲ (۱۷۸) ج۱،ص۱۶۱، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا! اگر مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی سعادت حاصل ہوتی تو ضرور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا، انہوں نے فرمایا تم کس چیز سے متعلق دریافت کرتے؟ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرتا کہ کیا آپ علیہ السلام نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تھا' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نور حق کو دیکھا ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے کیوں کہ نور حق سے مراد یہاں کوئی اور نہیں بلکہ اللہ رب العزت ہے۔

مخالفین کی طرف سے پیش کردہ ایک حدیث کا جواب:

جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ ہمارے مخالفین یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ بیان کرے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رب کو دیکھا ہے وہ جھوٹا ہے۔

جواب میں عرض ہے اولا پہلے اس کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

صحیح بخاری شریف میں روایت ہے: **عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ يَقُولُ: {لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ}** (الانعام آیت ۱۰۳)

ترجمہ: مسروق بیان کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو شخص تم کو یہ بتائے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو احاطہ کے ساتھ دیکھا ہے تو اس نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تدرکہ الابصار۔ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔

(صحیح بخاری شریف، ج ۹، ص ۱۱٦، حدیث نمبر ۷۳۸۰، کتاب التوحید، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {عَالِمُ الغَيْبِ فَلاَ يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا} [الجن: 26] الخ۔ الناشر دار طوق النجاۃ)

اس حدیث پاک میں مطلق دیدار الٰہی کی نفی نہیں ہے بلکہ احاطہ کے ساتھ دیدار کرنے کی نفی ہے (اور اس کی طرف اشارہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قرآن کی اس آیت کو پیش کرنا جس میں (ادراک و احاطہ باری تعالیٰ کی نفی ہے یعنی: لا تدرکہ الابصار:) اور اللہ تعالیٰ کا دیدار احاطہ کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کی صفات لامحدود ہیں اس لیے احاطہ کے ساتھ دیدارِ خداوندی محال ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر احاطہ کے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، ورنہ پھر اس حدیث کا کیا جواب ہوگا جو کہ "جامع ترمذی" مسند احمد" مستدرک علی الصحیحین" عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" تفسیر ابن کثیر" اور سبل الهدی والرشاد میں ہے:

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ. قُلْتُ أَلَيْسَ اللَّهُ يَقُولُ: {لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ} قَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ إِذَا تَجَلَّى بِنُورِهِ الَّذِي هُوَ نُورُهُ وَقَدْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک و احاطہ کرتا ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم پر تعجب ہے! جب اللہ تعالیٰ اپنے اُس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اُس کا غیر متناہی نور ہے اور بے شک سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دو مرتبہ دیدار کیا ہے۔

(ترمذی شریف ت شاکر۔ ج ۵، ص ۳۹۵، حدیث نمبر ۳۲۸۹،، ابواب التفسیر ،باب ومن سورۃ النجم، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر)

اسی طرح یہ روایت بھی ملاحظہ کرتے جائیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ رَآهُ النَّبِيُّ ﷺ۔ ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یقیناً حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔

(ترمذی شریف ت شاکر، ج ۵، ص ۳۹۵، حدیث نمبر ۳۲۸۰، کتاب التفسیر، ابواب ومن سورۃ والنجم، الناشر: شرکۃ مکتبۃ مصطفی مصر)

آخری گزارش! حضرات اہل سنت و جماعت یہ بات یاد رکھیں آج کل فتنے کا دور ہے آج اپنے ایمان کو بچانا بڑا مشکل ہوگیا ہے اس بنا پر اگر کوئی شخص چاہے کوئی بھی ہو آپ کے ذہن کو خراب کرتا ہے اور آپ کو قرآن و حدیث کے نام پر فریب دیتا ہے تو آپ اپنے علماء کرام کی طرف رجوع کریں تا کہ آپ کا ایمان محفوظ رہے یاد رکھیں آج کچھ لوگ عوام الناس کو علماء کرام سے دور کرتے ہیں کیونکہ ان کو معلوم ہے جب تک عوام الناس علمائے کرام پر بھروسہ کرتی رہے گی علمائے کرام کے پاس بیٹھتی رہے گی ان کا ایمان خراب نہیں کیا جا سکتا اس سبب آپ حضرات سے گزارش ہے کوئی مسئلہ سمجھ نہیں آرہا ہے تو علمائے کرام کے پاس جائیں سنی صحیح العقیدہ علمائے کرام کے پاس اور اپنے مسئلہ کو رکھیں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی تشفی ہوجائے گی ہم نے آپ حضرات کی تشفی کے لیے دلائل نقل کر دیئے ہیں دلائل تو اور بھی بہت ساری ہیں لیکن کہیں مضمون لمبا نہ ہوجائے اس سبب اتنے پر اکتفا کرتے ہیں کیوں کہ ماننے والوں کے لیے ایک دلیل بھی کافی ہوتی ہے نہیں ماننے والوں کے لیے

سمندر بھی کافی نہیں ہوتا اللہ آپ کا ہمارا اور سارے سنیوں کا ایمان سلامت رکھے! آمین

مزید تفصیلات کے لیے "ٹرو اسلام" ایپ کو گوگل پلے اسٹور سے ڈاؤن لوڈ کیجیے اور وہاں "دیدار خدا بچشم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کا مطالعہ کیجیے۔ اور مزید پختگی کے لیے امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کا رسالہ "منبه المنية بوصول الحبيب الى العرش و الرّؤية ۱۳۲۰ھ" کا مطالعہ فرمائیں!

اختیارات مصطفیٰ ﷺ سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں۔

اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں۔

مذکورہ بالا دونوں شعر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہم اہل سنت و جماعت کا جو عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے مختار کل ہیں اسی کی طرف اشارہ اور اسی عقیدہ اہل سنت و جماعت کی ترجمانی ہے۔

اس عقیدہ کی وضاحت پر اکابرین اہل سنت و جماعت سے چند عبارات نقل کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں!

حکیم الامت علامہ احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ "رسالہ سلطنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھتے ہیں:

''سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم بحکم پروردگار کونین کے مالک و مختار ہیں زمان کے مالک آسمان کے مالک اپنے رب کی عطا سے جحیم کے مالک جہاں کے مالک

رب کے احکام کے مالک انعام کے مالک جس کو چاہیں اپنے رب کی عطا سے عطا فرمائیں جس کو چاہیں جس سے محروم کر دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال فرما دیں اور جو چاہیں حرام، غرض کہ دونوں جہاں کے شہنشاہ کونین کے مالک و مولی ہیں۔

(رسالہ نعیمیہ ص ۱۲۶، رسالہ سلطنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱٤، ناشر نعیمی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

اسی طرح مفتی اعظم مراد آباد حضرت علامہ مولانا مفتی حبیب اللہ خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''سید کونین سردار دارین جناب مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء بلا شک و شبہ بالیقین بعطائے مالک حقیقی خلاق عالم جل شانہ ساری خدائی کے مالک مجازی ہیں۔ ساری کائنات پر حکومت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ و جاری ہے اور جملہ مخلوقات کے مختار کل ہیں اور تمام نعم الٰہیہ کے تقسیم فرمانے والے ہیں۔ حدیث صحیح "**اللہ المعطی و انما انا قاسم**" اس پر دال ہے۔ حضور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسے جو چاہیں عنایت فرمائیں۔ سرکار کی یہ فضیلت اور اس پر اعتقاد کثیر نصوص شرعیہ اور ادلہ قویہ سے ثابت و متحقق ہے۔ امام صاحب کا اتنا بیان حق و صواب اور صحیح و درست ہے۔ اس کو شرک و بدعت قرار دینا یا فسق و گمراہی بتانا باطل محض ہے۔ اور وہابیہ دیابنہ اعدائے رسول و دشمنان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعار و طریقہ ہے۔

(حبیب الفتاوی المعروف فتاوی نعیمیہ، ج۱، ص ۳٤، مسئلہ نمبر ۲٤، بحوالہ مجموعہ فتاویٰ اہل سنت آن لائن ایپ)

اب پھر سے ذہن نشین کر لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مختار کل کا عقیدہ ہم اہل سنت و جماعت کا نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت سے ہے بلکہ یہ عقیدہ از قبیل ظنیات اور باب فضائل میں سے ہے۔

چناں چہ مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمٰن رضوی مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

''مختار کل سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دے دیا ہے کہ آپ کائنات میں جس طرح اور جیسے چاہیں

تصرف فرمائیں۔ یہ عقیدہ بھی بنیادی نہیں کہ تسلیم نہ کرنے پر تکفیر کی جاتی ہو۔

(تحقیق وتعاقب، ص۲۱۹، از علامہ مطیع الرحمٰن، ناشر امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف)

اب یہاں ایک بات اور ذہن نشین کرلیں کہ: اختیارات کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) تشریعیہ (۲) تکوینیہ

(۱) تشریعیہ: یعنی کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کردینا۔

(۲) تکوینیہ: جیسا کہ زندہ کرنا، مارنا، کسی کی حاجت پوری کردینا، کسی سے مصیبت دور کردینا وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے اختیارات اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے چناں چہ اعلی حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”ائمہ محققین تشریح فرماتے ہیں کہ احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سپرد ہیں۔ جو بات چاہیں واجب کریں جو چاہیں ناجائز فرمادیں جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔

(فتاوہ رضویہ مترجم، ج۳۰، ص۵۱۸، (رسالہ ضمنی) منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب ۱۳۱۱ھ، ناشر رضا فاونڈیشن لاہور)

اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحت تصرف کردیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں ان کا حکم پھیرنے والا کوئی نہیں۔ تمام جہان ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں، تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوت سنت سے محروم رہے۔ تمام زمین میں ان کی ملک ہے۔ تمام جنت ان کی جاگیر ہے۔ ملکوت السمٰوات والارض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر فرمان ہیں۔ جنت ونار کی کنجیاں ان کے دست اقدس میں دے دی گئی ہے۔ رزق وخیر اور

ہر قسم کی عطائیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار سے تقسیم ہوتے ہیں۔ دنیا وآخرت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کا ایک حصہ ہے۔ احکام تشریعیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضے میں کر دیے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کردیں، جو فرض چاہیں معاف کردیں۔

(بہار شریعت۔ حصہ اول ص۸۱ تا ۸۵، عقیدہ نمبر ۵۰، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

اب یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ:

تشریعی اختیارات کی دو صورتیں ہیں:

(الف) حکم عام میں کسی کی تخصیص کردینا اس کے ثبوت پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

روزے کا کفارہ:

صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَلَكْتُ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: »وَمَا أَهْلَكَكَ؟« قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: »هَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً؟« قَالَ: لَا، قَالَ: »فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟« قَالَ: لَا، قَالَ: »فَهَلْ تَجِدُ مَا تُطْعِمُ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟« قَالَ: لَا، قَالَ: ثُمَّ جَلَسَ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: »تَصَدَّقْ بِهَذَا« قَالَ: أَفْقَرَ مِنَّا؟ فَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ إِلَيْهِ مِنَّا، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: »اذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ«

(مسلم شریف، ج۲، ص۷۸۱، حدیث نمبر ۸۱ (۱۱۱۱) کتاب الصیام، بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الْجِمَاعِ فِي نَهَارِ رَمَضَانَ عَلَى الصَّائِمِ، وَوُجُوبِ الْكَفَّارَةِ الْكُبْرَى فِيهِ وَبَيَانِهَا، وَأَنَّهَا تَجِبُ عَلَى الْمُوسِرِ وَالْمُعْسِرِ وَتَثْبُتُ فِي ذِمَّةِ الْمُعْسِرِ حَتَّى يَسْتَطِيعَ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس

میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہوگیا، فرمایا: کیا ہوا؟ عرض کی میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی، فرمایا غلام آزاد کرسکتا ہے؟ عرض کی نہیں، فرمایا لگاتار دو مہینے روزہ رکھ سکتا ہے؟ عرض کی نہیں، فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاسکتا ہے؟ عرض کی نہیں، اتنے میں کھجوریں خدمت اقدس میں لائی گئ حضور نے فرمایا انہیں خیرات کردو۔ (عرض کی کس پر، فرمایا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر۔) عرض کی مدینے بھر میں ہمارے برابر کوئی محتاج نہیں۔ رحمت عالم ﷺ یہ سنکر ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا جا اپنے گھر والے کو کھلادے (تیرا کفارہ ادا ہوجائے گا۔)

حکم عام یہ ہے کہ جو شخص قصدا روزہ توڑے تو اس پر لازم ہے کہ یا تو وہ غلام آزاد کرے یا پھر دو مہینے کا روزہ رکھے یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے لیکن حضور ﷺ نے ان کو اس حکم سے مستثنی فرمادیا۔

صرف دو نمازیں: مسند امام احمد میں ہے:

عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْلَمَ عَلَى أَنَّهُ لَا يُصَلِّي إِلَّا صَلَاتَيْنِ، فَقَبِلَ ذَلِكَ مِنْهُ«

(مسند احمد بن حنبل، ج ۳۳ ص ۴۰۷، حدیث نمبر ۲۰۲۸۷، اول مسند البصریین، حدیث رجال من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، الناشر موسسة الرسالة لبنان)

یعنی: ایک صاحب خدمت اقدس حضور ﷺ میں حاضر ہوکر اس شرط پر ایمان لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کرونگا، نبی پاک ﷺ نے قبول فرمالیا۔

پوری امت کے لیے حکم یہ ہے کہ روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے مگر نبی مختار ﷺ نے اس شخص کو اس حکم عام سے مستثنی کردیا۔

چھ ماہ کی بکری کی قربانی جائز فرمادی: صحیحین (بخاری ومسلم) میں ہے:

عَنِ البَرَاءِ، قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: »إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ، فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ

مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ«، فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ: "اجْعَلْهَا مَكَانَهَا - أَوْ قَالَ: اذْبَحْهَا - وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ"

(بخاری شریف، ج۲ ص۱۹، حدیث نمبر ۹۶۸، کتاب العیدین، باب التکبیر الی العید، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت براء بن عاذب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ان کے ماموں ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ تعالی عنہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی تھی، جب معلوم ہوا کہ یہ کافی نہیں، عرض کی! یا رسول اللہ! وہ تو میں کرچکا اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی جگہ اسے کردو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد کسی دوسرے کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔

(ب) کسی چیز کے حلال وحرام ہونے کی نسبت اپنی طرف کرنا۔

اس پر دلائل ملاحظہ فرمائیں! اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿قَٰتِلُواْ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ﴾[التوبة: 29]

یعنی: لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

شراب وغیرہ کی حرمت: صحیحین میں ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ: سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عَامَ الفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: »إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الخَمْرِ، وَالمَيْتَةِ وَالخِنْزِيرِ وَالأَصْنَامِ«

(بخاری شریف، ج۳ ص۸۴، حدیث نمبر ۲۲۳۶، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے انہوں نے سال فتح میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: بیشک اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کردیا۔ شراب اور مردار اور سور اور بتوں کا بیچنا۔

مدینہ منورہ کو حرم بنایا: صحیحین میں ہے:

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ، قَالَ: حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا بَيۡنَ لَابَتَيِ الۡمَدِينَةِ قَالَ أَبُو هُرَيۡرَةَ: »فَلَوۡ وَجَدۡتُ الظِّبَاءَ مَا بَيۡنَ لَابَتَيۡهَا مَا ذَعَرۡتُهَا«، وَجَعَلَ اثۡنَيۡ عَشَرَ مِيلًا حَوۡلَ الۡمَدِينَةِ حِمًى

(مسلم شریف، ج۲، ص۱۰۰۰، حدیث نمبر ۴۷۲ (۱۳۷۲) کتاب الحج، بَابُ فَضۡلِ الۡمَدِينَةِ، وَدُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِيهَا بِالۡبَرَكَةِ، وَبَيَانِ تَحۡرِيمِهَا، وَتَحۡرِيمِ صَيۡدِهَا وَشَجَرِهَا، وَبَيَانِ حُدُودِ حَرَمِهَا، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، بخاری شریف، ج۳، ص۲۰، حدیث نمبر ۱۸۶۹، کتاب فضائل المدینۃ، باب حرم المدینۃ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: تمام مدینہ طیبہ کو حرم کر دیا اور اس کے آس پاس بارہ بارہ میل سبزہ درخت کو لوگوں کے تصرف سے اپنی حمایت میں لے لیا۔

فرض فرما دیتے اگر چاہتے: بخاری شریف میں ہے:

وَقَالَ أَبُو هُرَيۡرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: " لَوۡلَا أَنۡ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرۡتُهُمۡ بِالسِّوَاكِ عِنۡدَ كُلِّ وُضُوءٍ۔

(بخاری شریف، ج۳، ص۳۱، کتاب الصوم، تحت بَابُ سِوَاكِ الرَّطۡبِ وَالۡيَابِسِ لِلصَّائِمِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرما دیتا کہ ہر وضو کے وقت مسواک کریں۔۔

تکوینی اختیارات کے ثبوت پر دلائل ملاحظہ فرمائیں:

اپنے فضل سے غنی کر دیا: اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا نَقَمُوٓاْ إِلَّآ أَنۡ أَغۡنَىٰهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ مِن فَضۡلِهِۦۚ﴾ [التوبۃ: 74]

اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

چاند کو دو ٹکڑے فرما دیا: بخاری شریف میں ہے:

عَنۡ أَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ، »أَنَّ أَهۡلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ أَنۡ يُرِيَهُمۡ آيَةً، فَأَرَاهُمُ الۡقَمَرَ شِقَّتَيۡنِ، حَتَّى رَأَوۡا حِرَاءً بَيۡنَهُمَا«

(بخاری شریف، ج۵، ص۴۹، حدیث نمبر ۳۸۶۸، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ مکہ والوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو سرکار دو عالم ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے فرما کر انہیں دکھا دیا، یہاں تک کہ مکہ والوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ﴾ [الحشر: 7]

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو۔ اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

بلکہ بخاری شریف کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنۡ عُقۡبَةَ بۡنِ عَامِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوۡمًا، فَصَلَّى عَلَى أَهۡلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الۡمَيِّتِ، ثُمَّ انۡصَرَفَ إِلَى الۡمِنۡبَرِ، فَقَالَ: »إِنِّي فَرَطٌ لَكُمۡ، وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيۡكُمۡ، وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنۡظُرُ إِلَى حَوۡضِي الآنَ، وَإِنِّي أُعۡطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الأَرۡضِ - أَوۡ مَفَاتِيحَ الأَرۡضِ - وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيۡكُمۡ أَنۡ تُشۡرِكُوا بَعۡدِي، وَلَكِنۡ أَخَافُ عَلَيۡكُمۡ أَنۡ تَنَافَسُوا فِيهَا«

(بخاری شریف، ج۲، ص۹۱، حدیث نمبر ۱۳۴۴، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ دیکھو میں تم سے پہلے جا کر تمہارے لیے میر ساماں بنوں گا اور میں تم پر گواہ رہوں گا۔ اور قسم اللہ کی میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا (یہ فرمایا کہ) مجھے

زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں اور قسم اللہ کی مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے۔

اب ایک حدیث اور ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس کے تحت علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی تشریح ملاحظہ فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ بات میں سمجھ آجائے گی۔

مسلم شریف میں ہے:

حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ، قَالَ: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي: »سَلْ« فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: »أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ« قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: »فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ«

(مسلم شریف، ج۱، ص ۳۵۳، حدیث نمبر ۲۲۶ (۴۸۹) کتاب الصلاۃ، بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استنجا اور وضو کے لئے پانی لایا کرتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا اے ربیعہ مانگ۔ تو میں نے عرض کیا میں جنت میں آپ علیہ السلام کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ میں نے عرض کیا بس یہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اپنے معاملہ میں سجود کی کثرت کے ساتھ میری مدد کر۔

اسی حدیث کے تحت حضرت علامہ ملا علی قاری "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح" میں لکھتے ہیں:

وَيُؤْخَذُ مِنْ إِطْلَاقِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْأَمْرَ بِالسُّؤَالِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى مَكَّنَهُ مِنْ إِعْطَاءِ كُلِّ مَا أَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ،

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۲، ص ۷۲۳، حدیث نمبر ۸۹۶ کے تحت، کتاب الصلاۃ، باب السجو دوفضلہ، الناشر دار الفکر بیروت)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے

مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔

اب آخر میں محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی ایک عبارت نقل ہے ملاحظہ فرمائیں:

''تصرف و قدرت سلطنت وے صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ براں بود و ملک و ملکوت جن و انس و تمامۂ عوالم بتقدیر و تصرف الٰہی عز و علا در حیطۂ قدرت و تصرف وے بود۔

یعنی: حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا تصرف اور آپ کی قدرت اور سلطنت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور قدرت سے زیادہ تھی، ملک و ملکوت جن اور انسان اور سارے جہان اللہ تعالیٰ کے تابع کر دینے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصرف اور قدرت کے احاطے میں تھے (اور ہیں)۔

(أشعۃ اللمعات''، ج۱، ص ۴۶۳، بحوالہ حاشیہ بہار شریعت حصہ اول، ص ۸۲، عقیدہ نمبر ۵۰ کے تحت، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

ان تمام دلائل و براھین سے بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختار بنا کر بھیجا ہے وہ جو چاہیں فیصلہ کریں اور جس کو جو چاہیں حکم کریں اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ انہیں عطا فرمایا ہے۔

مزید اس عقیدہ سے متعلق معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ فرمائیں!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

اولا پھر سے بتا دوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ و نظریہ باب فضائل اور ظنیات میں سے ہے نہ کہ ضروریات دین سے اور نہ ہی ضروریات اہل سنت سے ہے۔

اس عقیدہ اور نظریہ کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب نبی کریم، رءوفٌ رَّحیم ﷺ کو بے شُمار کمالات عطا فرمائے ہیں انہیں میں سے ایک نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا حاضِر و ناظِر ہونا بھی ہے۔ اور اس تعلق سے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے۔ جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک وقت میں متعدد جگہوں پر شریف لے جانا چاہیں تو یہ بھی ممکن ہے۔ یہی حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم ہے نہ یہ کہ آپ اپنے مخصوص جسم کے ساتھ ہر جگہ بالفعل موجود ہوتے ہیں جیسا کہ وہابیوں نے اہل سنت و جماعت پر افتراء باندھا ہے اور پھر اسے بنیاد بنا کر لغو اور لایعنی اعتراضات کا سلسلہ شروع کردیا۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(حاشیہ: سعید الحق فی تخریج جاء الحق، مسئلہ حاضر و ناظر کا بیان، ص ۳۴۹، ناشر مکتبہ غوثیہ کراچی)

حاضِر و ناظِر ہونے کا معنیٰ:

عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صدہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اس جسم سے ہو جو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، مسئلہ حاضر و ناظر کا بیان، ص ۳۴۹، ناشر مکتبہ غوثیہ کراچی)

حاضِر و ناظِر کے مفہوم کو ایک مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح آسمان کا سورج اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر ہے لیکن اپنی روشنی اور نورانیت کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے اسی طرح (بلاتشبیہ) آفتابِ نبوت، ماہتابِ رسالت صلّی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسلّم اپنے جسمِ اَقدس کے ساتھ مدینہ شریف میں اپنے مزارِ پُراَنوار میں موجود ہیں لیکن ساری کائنات کو یوں دیکھتے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی کو، نیز اُمّتیوں کے اعمال کو دیکھتے ہیں اور اللہ کے حکم سے تصرُّف بھی فرماتے ہیں۔

دلائل ملاحظہ فرمائیں! اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا﴾ [الفتح: 8]

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر "بنا کر" اور خوشی اور ڈر سناتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

بیشک ہم نے تمھیں بھیجا گواہ "بنا کر" اور خوشی اور ڈر سناتا کہ جو تمہاری تعظیم کرے اُسے فضلِ عظیم کی بشارت دو اور جو مَعَاذَ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذابِ اَلیم کا ڈر سناؤ، اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مُناسِب ہوا کہ اُمّت کے تمام افعال و اقوال و اعمال و احوال اُن کے سامنے ہوں۔ (اور اللہ پاک نے آپ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ) طبرانی کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے: رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں:

إِنَّ اللهَ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ.

بے شک اللہ کریم نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں دیکھ رہا ہوں اُسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

(کنز العمال، جز: 11، ج 6، ص 189، حدیث: 31968، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج 15، ص ۲۰، مسئلہ نمبر 29، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيدٗاۗ﴾ [البقرۃ: 143]

اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیّدُ نا امام ابنِ جَرِیر طَبَری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیّدُ نا ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا -- بِمَا عَمِلْتُمْ أَوْ فَعَلْتُمْ

یعنی: تم جو جو اعمال و افعال کرتے ہو رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُن سب پر گواہ ہوں گے۔

(تفسیر طبری، پ2، البقرۃ، تحت الآیۃ: 143، ج2، ص631، الناشر دار ھجر للطباعۃ والنشر والتوضیع والاعلان)

دلیل احادیث سے:

نبیِّ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کثیر فرامین میں "حاضر و ناظر" کا مفہوم موجود ہے:

مثلاً حدیث میں ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔

حضرت سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاک نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں (یعنی تمام جوانب و اطراف) کو دیکھ لیا۔

(مسلم شریف، ج٤، ص٢٢١٥، حدیث: ٢٨٨٩، کتاب الفتن، بَابُ هَلَاكِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

حدیث میں ہے:

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هٰذِهِ،

حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حُضور نبیِّ کریم، رءوفٌ رَّحیم صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے میرے سامنے دنیا پیش فرما دی، میں دنیا اور اس میں پیش آنے والے قیامت تک کے واقعات کو اپنی اس ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

(مجمع الزوائد، ج٨، ص٢٧٨ حدیث: ١٤٠٦٧، کتاب علاماتِ النبوۃ، بَابُ إِخْبَارِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُغَيَّبَاتِ، الناشر المکتبۃ القدسی القاھرۃ)

مُحَقِّقِین بُزُرگانِ دین کے ارشادات:

(1) حضرت امام جلالُ الدّین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابومنصور عبدُ القاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

قَالَ الْمُتَكَلِّمُونَ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ، وَأَنَّهُ يَسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ وَيَحْزَنُ بِمَعَاصِي الْعُصَاةِ مِنْهُمْ،

یعنی: ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین فرماتے ہیں: بے شک ہمارے نبی صلَّی اللہ علیہ وسلَّم اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنی اُمّت کی نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور ان کی نافرمانیاں دیکھ کر غمزدہ ہوتے ہیں۔

(الحاوی للفتاوی، ج٢، ص١٨٠، کتاب البعث، مبحث النبوات، أَنْبَاءُ الْأَذْكِيَاءِ بِحَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ، الناشر دار الفکر بیروت)

(2) شارح بخاری حضرت امام احمد بن محمد قَسطَلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ فِي مُشَاهَدَتِهِ لِأُمَّتِهِ، وَمَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ، وَذٰلِكَ عِنْدَهُ جَلِيٌّ لَا خَفَاءَ بِهِ۔

یعنی: اپنی اُمّت کا مشاہدہ فرمانے، ان کے حالات، دِل کے ارادوں، نیّتوں اور ان کے راز جاننے میں نبیِّ پاک صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وفات اور حیات میں کوئی فرق نہیں۔ یہ تمام چیزیں رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہاں ظاہر ہیں ان میں سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

(مواھبِ لدنیہ، ج٣، المقصد العاشر، ص٥٩٥، الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف ومسجدہ المنیف، الناشر المکتبۃ التوفیقیۃ القاھرۃ مصر)

(3) شیخ محقق علّامہ عبدُ الحق مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقیست و بر اعمال امت حاضر و ناظر۔

عُلمائے اُمّت میں اس مسئلہ میں ایک شخص کا بھی اختلاف نہیں کہ نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم حقیقی زندگی کے ساتھ دائم و باقی ہیں، اس بات میں کسی قسم کا شبہ یا

کوئی تاویل نہیں اور آپ صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم اُمّت کے حالات پر حاضر و ناظر ہیں۔

(اقرب السبل بالتوجہ الی سیّد الرسل برہامش اخبار الاخیار، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۵۵، مطبع مجتبائی دہلی)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: شاہد کا معنی ہے اُمّت کے حال، ان کی نجات و ہلاکت اور تصدیق وتکذیب پر حاضر اور عالم۔

(مدارج النبوۃ، ج1، ص260)

(4) حضرت شاہ عبدُ العزیز مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے لوگو تم پر تمہارے رسول صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم قیامت کے دن اس لئے گواہی دیں گے کہ وہ نُورِ نبوت سے ہر پرہیزگار کے مرتبہ ومقام کو جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ فلاں میرا اُمّتی کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور یہ کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ میرے فلاں اُمّتی کی ترقّی میں فُلاں چیز رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ پس نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم تمہارے گناہوں، ایمان کے درجات، اچّھے بُرے اَعْمال اور تمہارے خُلوص ومُنافَقت کو پہچانتے ہیں۔

(تفسیر عزیزی، پ2، البقرۃ، تحت الآیۃ:143، ج1، ص636)

اب ذرا یہ بھی سمجھ لیں کہ: اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے یا نہیں؟ تو بتا تا چلوں کہ اللہ رب العزت کے لیے حاضر و ناظر کا اطلاق ہی منع ہے۔ جیسا کہ" فتاویٰ رضویہ" میں امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''حاضر و ناظر کا اطلاق بھی باری عزوجل پر نہ کیا جائے گا۔ علماء کرام کو اس کے اطلاق میں یہاں تک حاجت ہوئی کہ اس پر سے نفی تکفیر فرمائی، شرح الوہبانیہ و درمختار میں ہے۔ وَیَا حَاضِرُ یَا نَاظِرُ لَیْسَ یَکْفُرُ

[بحوالہ:۔ ابن عابدین، الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) ج ٤، ص ٢٥٩، کتاب الجہاد، مطلب المعصیۃ تبقی بعد الردۃ، الناشر دار الفکر بیروت: تخریج شبیر احمد راج]

یعنی اللہ عزوجل کو حاضر یا ناظر کہنے سے کافر نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ تیس جلدوں والی مترجم جلد نمبر ٢٩، ص ٥٤، رسالہ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''اُسے (یعنی اللہ عزوجل کو) حاضر و ناظر بھی نہیں کہہ سکتے، وہ شہید و بصیر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ تیس جلدوں والی مترجم جلد نمبر ٢٩، ص ٣٣٤، رسالہ التحبیر بباب التدبیر، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور" فتاوی فیض الرسول" میں ہے:

''حاضر و ناظر خدا تعالیٰ کے اسمائے توقیفیہ میں سے نہیں ہیں اور ان الفاظ کے بعض معانی شان الوہیت کے خلاف ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر نہیں کہنا چاہئے لیکن اگر کسی نے کہا تو کفر نہیں۔

[فتاویٰ فیض الرسول جلد ١، ص ٤، عقیدہ کے بیان، ناشر دار الاشاعت دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف یوپی،]

مذکورہ عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت کے لیے حاضر و ناظر کا اطلاق تک درست نہیں ہے۔ تو پھر اللہ رب العزت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حاضر و ناظر جاننا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حاضر و ناظر جاننا تو کفر ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مخلوق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ صفات بھی مخلوق اور اللہ کی ذات خالق ہے اس کی جملہ صفات قدیم ہے غیر مخلوق غیر حادث غیر عطائی ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حاضر و ناظر جاننا گویا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایک حادث غیر قدیم غیر ذاتی اور عطائی صفت ماننا ہے جو کہ کفر ہے۔

جیسا کہ:۔" جاء الحق" میں ہے:

''ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ (کیوں کہ) خدائے پاک جگہ اور مکان سے پاک ہے۔۔۔۔۔خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہے اور اگر (بالفرض اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر) مان بھی لیا جائے تو بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطائی ہے۔ حادث مخلوق قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی ہے قدیم ہے غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں نہیں۔

[جاء الحق ص ١٦١ تا ١٦٢، مسئلہ حاضر و ناظر پر اعتراضات کے بیان میں، ناشر خواجہ بکڈ پو دہلی)

مگر وہابیت کو عقل کہاں کہ ان کو سمجھ آئے وہابیہ یہی ضد کرتے رہتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ حاضر و ناظر ہے اور ہم سنیوں کے اس عقیدہ کو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہے جو کہ قرآن و حدیث سلف صالحین سے ثابت ہے شرک و کفر تک کہہ ڈالتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔ ساتھ ہی وہابیہ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ہجرت ختم۔ ان وہابیہ سے پوچھنا چاہتا ہوں بتائیں رسول اللہ ﷺ نے ہجرت جسم و روح کے ساتھ کیا یا نہیں؟

تو ہر عقل و فہم رکھنے والے کا جواب ہوگا کی رسول اللہ ﷺ نے جو ہجرت کی وہ جسم و روح کے ساتھ کی ہے تو بتایا جائے جب سنی مسلمانوں نے کبھی یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ جسم روح کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو اب ہجرت اس عقیدہ سے کیسے ختم؟

قارئین! جب آپ کو یہ بات سمجھ آ گئی تو پھر میں سمجھتا ہوں اس بات کے سمجھنے کے بعد وہابیہ کے ہر اعتراض کا جواب بخوبی آپ کو سمجھ آگیا ہوگا۔

اب دوسری طرف چلتے ہیں جب ہم کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر تو وہابیہ جھٹ پٹ کہتا ہے۔ نہیں! ہر جگہ حاضر اور ناظر ہونا اللہ کی شان ہے گویا ان وہابیہ کے نزدیک ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ کی صفت ہے تو اب ہمارے کچھ سوالات کے جوابات وہابیہ دینے کی کوشش کریں سوالات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

1: اگر ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ کی صفت ہے تو کیا اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک نہیں، کیا جگہ ازلی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت تو ازلی ہے؟

2: کیا قران و حدیث میں کہیں اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ حاضر و ناظر اللہ کی صفت ہے؟

3: کیا سلف صالحین امت میں سے کسی نے حاضر و ناظر لفظ کو اللہ تعالیٰ کی صفت کہا ہے؟

4: اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر ناظر ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ

رمضان کے ماہ میں اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر آتا ہے تو بطریق وہابیت اگر اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر تو اللہ کا آنا جانا ختم؟

5: وہابیہ کا دعویٰ ہے اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو جب اللہ ہر جگہ ہے تو بتائیں اللہ قریب سے ہی سنتا ہے یا دور سے تو بطریق وہابیت کہا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ دور سے سنتا ہے تو قریب نہیں اور قریب سے سنتا تو دور نہیں؟

6: جب اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو بتائیں پھر وہابیت کا ایک نعرہ اللہ صرف عرش پر ہے تو بطریق وہابی کہا جائے اگر اللہ صرف عرش پر ہے تو ہر جگہ نہیں اور ہر جگہ ہے تو صرف عرش پر نہیں؟

7: جب اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو پھر حدیث میں اتا ہے فرشتے اللہ کی بارگاہ میں اعمال پہنچاتے ہیں تو بطریق وہابی کہا جائے کہ ہر جگہ اللہ حاضر و ناظر ہے تو فرشتے کا پہنچانا ختم اور پہنچایا جانا صحیح تو ہر جگہ کا عقیدہ ختم؟

8: جب ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ کی صفت ہے تو بتایا جائے کیا ہر جگہ کو فنا ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو جب ہر جگہ فنا ہو جائیگی تو کیا اللہ کی اس صفت میں فنا لازم نہیں ہوگی؟

مزید معلومات کے لیے "ٹرو اسلام" ایپ میں جا کر پڑھیں!

نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان سے متعلق ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ وہ موحّد یعنی توحید پر قائم، مسلمان تھے اور جنتی ہیں۔ اور ہمارا یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اسلاف کے اقوال کی روشنی میں ثابت ہے یہاں چند دلائل نقل کیے جا رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں!

لیکن! دلائل سے پہلے یہ جان لیں کہ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان

والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت سے بلکہ ظنیات میں سے ہے، فروع عقائد میں سے ہے۔

چناں امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اپنا مسلک اس باب میں یہ ہے:

ومن مذهبی حب الدیار لاهلها

وللناس فیما یعشقون مذاهب

میرا مذہب تو شہر والوں کی وجہ سے شہر سے محبت کرنا ہے

اورلوگوں کے لیے ان کی پسندیدہ چیزوں میں مختلف طریقے ہیں

جسے یہ (عقیدہ) پسند ہو فبہا، ونعمت ورنہ آخر اس سے تو کم نہ ہو کہ زبان روکے، دل صاف رکھے، "اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِي ((سورة الأحزاب آیت ٥٣) بیشک یہ بات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتی ہے۔ امام ابن حجر مکی شرح میں فرماتے ہیں: ما احسن قول بعض المتوقفین فی هٰذه المسئلة الحذر الحذر من ذکر هما بنقص فان ذٰلك قد یؤذیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لخبر الطبرانی لاتؤذوا الاحیاء بسبب الاموات۔ یعنی کیا خوب فرمایا بعض علماء نے جنہیں اس مسئلے میں توقف تھا کہ دیکھ بچ والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے کہ اس سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذاء ہونے کا اندیشہ ہے کہ طبرانی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ دو۔ (ت۔ افضل القرٰی لقراء ام القرٰی شعر ٦ المجمع الثقافی ابوظبی ١ / ١٥٤) یعنی حضور تو زندہ ابدی ہیں ہمارے تمام افعال واقوال پر مطلع ہیں اور اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٦١﴾ [التوبة: 61]۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیتے ہیں

ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ عاقل کو چاہئے ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے۔...... یہ مانا کہ مسئلہ قطعی نہیں، اجماعی نہیں، پھر ادھر کون سا قاطع کون سا اجماع ہے؟ آدمی اگر جانب ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذ اللہ اس کی خطا جانب گستاخی جائے۔۔۔۔ ادھر کونسی دلیل قاطع (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو کافر کہنے کی) پائی؟ حاش اللہ! ایک حدیث بھی صحیح وصریح نہیں، جو صریح ہے ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے ہرگز صریح نہیں جس کی طرف ہم نے اجمالی اشارات کر دئے تو اقل درجہ وہی سکوت وحفظ ادب رہا، آئندہ اختیارات بدست مختار۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ص ٢٩٠ تا ٢٩١، مسئلہ نمبر ٣٤، رسالہ؛ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام ١٣١٥ھ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اب اس عقیدہ سے متعلق دلائل دیکھیں!

" قرآن مجید میں ہے: وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ

ترجمہ: اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔ (سورۃ البقرۃ پارہ ٢، آیت ٢٢١)

یہ مسئلہ بالکل قطعی، یقینی ہے کہ مسلمان چاہے حسب ونسب میں کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو لیکن وہ کمزور مسلمان بھی اعلیٰ قوم واولیٰ نسب والے مشرک سے ہزاروں درجہ افضل ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ«

ترجمہ: مجھے ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج ٤، ص ١٨٩، حدیث نمبر ٣٥٦٧)

اب اس حدیث پاک کو اور جو آیت پاک اوپر لکھی گئی دونوں کو ملایا جائے تو والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا عقیدہ اور دعویٰ بالکل واضح اور صاف ہو جائے گا۔

ذرا غور کریں آیت پاک میں فرمایا گیا ہے کہ مشرک سے مومن غلام بہتر و افضل ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک سے پتا چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیر قرون سے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کی پشت سے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَلَمْ يَزَلْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ سَبْعَةٌ مُسْلِمُونَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذَلِكَ هَلَكَتِ الْأَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا "

یعنی: روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان رہے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہوجاتے۔

(مصنف عبد الرزاق الصنعانی، بَابُ بُنْيَانِ الْكَعْبَةِ، ج ٥، ص ٩٥، حدیث نمبر ٩٠٩٩، اور یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط پر۔)

اب دونوں حدیثوں کو ملایا جائے تو نتیجہ نکلے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و امہات کا ایمان ثابت ہے۔

ذرا غور کریں! پہلی حدیث میں صاف طور پر فرمایا گیا کہ ''میں خیر قرون سے ہوں'' اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ ''روئے زمین پر ہمیشہ کم از کم سات مسلمان رہے ہیں'' اور قرآن میں کہا گیا کہ: مومن غلام بھی مشرک سے افضل اعلیٰ ہے۔

تو اب نتیجہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیشہ خیر سے خیر کی طرف منتقل ہوتا رہا اور خیر مومن ہوتا ہے، مشرک و کافر، خیر نہیں ہوتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب مومنین سے ہے مشرکین سے نہیں۔

اور شرعاً کافر ہرگز اس کا اہل نہیں ہوسکتا کہ وہ خیر قرن سے ہو۔ خیر قرن سے مومن ہی ہوسکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خیر قرن سے ہوں جیسا کہ اوپر حدیث بیان کردی گئی لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول (آباء و امہات) سب مومن ہیں۔

اب آگے دیکھیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ۔ (سورۃ التَّوْبَة، آیت ۲۸، پارہ ۱۰)

ترجمہ: مشرکین تو سراپا ناپاک ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لم أزل أنقل من أصلاب الطاهرين إلى أحارم الطاهرات

(المواھب اللدنیۃ المقصد الأول ناشر دار المعرفۃ بیروت ج ا ص ١٧٤، بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس)

میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

آیت اور حدیث کو آپس میں ملایا جائے تو مطلب بالکل واضح ہوجائے گا کہ قرآن عظیم نے بلاشبہ مشرکین کے ناپاک ہونے کا فیصلہ فرمایا اور حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباء و امہات کو پاک و طاہر فرمایا۔ تو مشرکین ناپاک ہیں پاک نہیں ہوسکتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا و اجداد اور امہات و جدات پاک ہیں ناپاک نہیں ہوسکتے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد اور امہات و جدات مومن موحد تھے، کبھی مشرک و کافر نہیں ہوسکتے۔

اور قرآن پاک میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔

بے شک جو لوگ اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور مشرکین (سب) دوزخ کی آگ میں (پڑے) ہوں گے وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں، یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی لوگ ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔

(سورۃ الْبَيِّنَة آیت ٦ اور ٧، پارہ ٣٠)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا مُحَمَّدُ، بْنُ عَبْدِ اللهِ، بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، بْنِ هاشم، بن عبد مناف، ابن قُصَيِّ، بْنِ كِلَابِ، بْنِ مُرَّةَ، بْنِ كَعْبِ، بْنِ لُؤَيِّ، بْنِ غَالِبِ، بْنِ

فهر، ابن مَالِكِ، بْنِ النَّضْرِ، بْنِ كِنَانَةَ، بْنِ خُزَيْمَةَ، بْنِ مُدْرِكَةَ، بْنِ إِلْيَاسَ، بْنِ مُضَرَ، بْنِ نِزَارٍ«. وَمَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ إِلَّا جَعَلَنِي اللهُ فِي خَيْرِهِمَا. فَأُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ أَبَوَيْنِ، فَلَمْ يُصِبْنِي شَيْءٌ مِنْ عُهْرِ الْجَاهِلِيَّةِ. وَخَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ، وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ، مِنْ لَدُنْ آدَمَ، حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى أَبِي وَأُمِّي، فَأَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا، وَخَيْرُكُمْ أَبًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ج۱،ص ۱۷٤ تا ۱۷٥، جماع الأبواب والتراجم التی اشتمل الخ، جماع ابواب مولد النبی صلی الله علیه وسلم، بَابُ ذِكْرِ شَرَفِ أَصْلِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَسَبِهِ، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ۔۔۔(یوں اکیس پشت تک نسب نامہ مبارک بیان کر کے فرمایا) کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں پیدا کیا تو میں اپنے ماں باپ سے اس طرح پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے ابوین تک تو میرا نفس کریم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر''

اس کی تائید میں یہ حدیث بھی ملاحظہ کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان کے سب سے بہتر مخلوق میں کیا، پھر ان کے دو گروہ کئے تو مجھے ان کے بہتر گروہ میں کیا، پھر انہیں قبیلوں میں بانٹا تو مجھے ان کے سب سے بہتر قبیلہ میں کیا، پھر ان کے کئی گھر کیے تو مجھے ان کے سب سے بہتر گھر میں کیا اور شخصی طور پر بھی مجھے ان میں سب سے بہتر بنایا''

(ترمذی شریف ج٥، ص٥٨٤، حدیث نمبر ۳٦۰۸، ابواب المناقب، بَابٌ فِي فَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،)

امام ترمذی علیہ الرحمہ کہتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

آیت مذکورہ میں رب العزت نے کفار اور مشرکین کو شر البریہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: میں تم میں سے ذات اور باپ کے اعتبار سے اور قبیلہ اور گھر کے اعتبار سے اچھا ہوں''

پس یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ عیاں ہوگئی کہ نسب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی کافر مشرک داخل نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا (آبا و اجداد کے اعتبار سے) خیر (بہتر) ہونا کس طرح ثابت ہوسکتا ہے۔

اس عقیدہ پر مزید تفصیلات کے لیے علمائے اہل و جماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے! خصوصاً حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے یہ چند رسائل:

۱: مسالك الحنفاء فی والدی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔
۲: التعظیم والمنة فی ان ابوی النبی فی الجنة صلی اللہ علیہ وسلم۔
۳: الدرج المنیفه فی الآباء الشریفة۔
۴: نشر العلمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین۔
٥: المقامة السندسیة فی النسبة المصطفویة۔
٦: السبل الجلیة فی الآباء العلیة۔

وامام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کا رسالہ ''شمول الاسلام لا صول الرسول الکِرام'' یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والدین کریمین اور آباءواجداد کے مسلمان ہونے کا ثبوت

اور "اعلی حضرت فاؤنڈیشن ٹٹوالہ کلیان تھانے مہاراشٹر" کی جانب سے شائع ہونے والا رسالہ "ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" جس کے مرتب: علامہ فیض احمد چشتی مدظلہ العالی ہیں، جس میں تخریج و تسہیل اور اِضافات کا کام: راقم شبیر احمد راج محلی نے انجام دیا ہے۔ جس کی پی ڈی ایف گوگل میں موجود ہے "ایمان والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" لکھ کر سرچ کر کے لوڈ کریں اور مطالعہ کیجیے!

حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما میں افضل کون ہے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں" افضلیت شیخین" کے عقیدہ کی تفصیل میں بیان ہو چکا کہ خلفاء اربعہ میں سب سے افضل شیخین کریمین ہیں ۔یعنی: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور اس عقیدہ پر اہل سنت و جماعت میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ اس عقیدہ پر اجماع قائم ہے اور افضلیت شیخین ضروریات اہل سنت و جماعت میں سے ہے اس لیے اس کا منکر گمراہ و بدمذہب ہے یعنی سنیت سے خارج ہے۔مگر جہاں تک حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین افضلیت کا مسئلہ ہے تو اس میں بعض علما نے اختلاف کیا ہے۔

جیسا کہ" شرح السنة للبغوی" کی درج ذیل عبارت سے ظاہر ہے چناں چہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا اخْتَلَفُوا فِي تَقْدِيمِ عُثْمَانَ عَلَيْهِ. فَذَهَبَ الْجُمْهُورُ مِنَ السَّلَفِ إِلَى تَقْدِيمِ عُثْمَانَ عَلَيْهِ، وَذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِلَى تَقْدِيمِهِ عَلَى عُثْمَانَ،

(شرح السنة للبغوی، ج۱۴،ص۸۱، کتاب فضائل الصحابة،بَابُ فَضَائِلِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،الناشر المكتبة الاسلامی دمشق بیروت)

یعنی: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر افضل قرار دینے کے بارے میں اختلاف کیے ہیں، پس اسلاف کی اکثریت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فوقیت دی اور اکثر اہل کوفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فوقیت دی۔

مطلب صاف ہے کہ یہ نظریہ اورعقیدہ نہ ضروریات دین سے نہ ضروریات اہل سنت سے بلکہ ظنیات کے قبیل سے ہے،لیکن ہاں! جمہور اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس پر مزید چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

" بخار شریف" میں ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ : كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

(بخاری شریف کتاب فضائل اصحاب النبی ،بَابُ فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،حدیث نمبر ۳۶۵۵)

یعنی: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں جب ہمیں صحابہ کرام کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے۔

"کنز العمال" میں ہے:

عن عمرو بن حريث قال سمعت علی بن أبي طالب على المنبر يقول: إن أفضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر وعمر وعثمان-وفی لفظ: ثم عمر ثم عثمان

(کنز العمال، ج۱۳،ص۲۳۱، حدیث نمبر ۳۶۶۹۶ ،حرف الفاء،تابع كتاب الفضائل من قسم الأفعال، تتمة العشرة رضی اللہ عنہم اجمعین، جامع الخلفاء، الناشر موسسة الرسالة لبنان)

یعنی: عمرو بن حریث سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو منبر پر فرماتے سنا: بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ ہیں، اور بالفاظ دیگر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

"فقہ اکبر" میں ہے:

وَأفضل النَّاس بعد النَّبِيين عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام أَبُو بكر الصّديق ثمَّ عمر بن الْخطاب الْفَارُوق ثمَّ عُثْمَان بن عَفَّان ذُو النورين ثمَّ عَليّ بن أبي طَالب المرتضى رضوَان الله عَلَيْهِم أَجْمَعِينَ

(الفقہ الاکبر، ص ٤١، المفاضلة بَين الصَّحَابَةِ، الناشر مکتبۃ الفرقان الامارات العربیۃ)

یعنی: انبیائے کرام کے بعد تمام لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان ذوالنورین، پھر علی ابنِ ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

''شرح العقائد النسفية''میں ہے:

وأفضل البشر بعد نبيّنا (أي: بعد الأنبياء) أبوبكر الصديق، ثم الفاروق، ثم عثمان ذوالنورين، ثم علي المرتضى)، ملخصاً

(شرح العقائد النسفية، مبحث أفضل البشر بعد نبينا۔۔۔الخ، ص ١٤٩ تا ١٥٠)

یعنی: انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

"العقیدۃ الطحاویۃ" میں ہے:

وَنُثْبِتُ الْخِلَافَةَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلًا لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه تفضيلا له وتقديما على جميع الأمة ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه ثم لعثمان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه،

(العقیدۃ الطحاویۃ، ص ٨١، الناشر المکتبۃ الاسلامی بیروت)

یعنی: ہم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرتے ہیں اس وجہ سے کہ آپ کو تمام اُمّت پر افضلیت وسبقت حاصل ہے، پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان بن عفان، پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے خلافت ثابت کرتے ہیں۔

"الصواعق المحرقۃ" میں ہے:

اعْلَم أَن الَّذِي أطبق عَلَيْهِ عُظَمَاء الْملَّة وعلماء الْأمة أَن أفضل هَذِه الْأمة أَبُو بكر الصّديق ثمَّ عمر ثمَّ اخْتلفُوا فالأكثرون وَمِنْهُم الشَّافِعِي وَأحمد وَهُوَ الْمَشْهُور عَن مَالك أَن الْأَفْضَل بعدهمَا عُثْمَان ثمَّ عَليّ رَضِي الله عَنْهُم وَجزم الْكُوفِيُّونَ وَمِنْهُم سُفْيَان الثَّوْرِيّ بتفضيل عَليّ على عُثْمَان۔

(الصواعق المحرقۃ ابن حجر ہیتمی، ج ١، ص ١٦٩، الْفَصْل الأول فِي ذكر أفضليتهم على هَذَا التَّرْتِيب وَفِي تَصْرِيح عَليّ بأفضلية الشَّيْخَيْنِ على سَائِر الْأمة وَفِي بطلَان مَا زعمه الرافضة والشيعة من أَن ذَلِك مِنْهُ قهر وتقية، الناشر موسسة الرسالة لبنان)

یعنی: جان لو کہ بزرگان دین اور علمائے کرام جس چیز پر کاربند ہیں وہ یہ ہے کہ اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ان کے درمیاں اختلاف ہوئے اور ان میں سے اکثر نے جن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات مشہور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعد سب سے افضل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور کوفیوں بشمول سفیان الثوری نے جزم کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

"فتح الباری" میں ہے:

وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ الِاخْتِلَافِ فِي أَيِّ الرَّجُلَيْنِ أَفْضَلُ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ

وَعُمَرَ عُثْمَانُ أَوْ عَلِيٌّ وَأَنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ بِآخِرِهِ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ تَرْتِيبَهُمْ فِي الْفَضْلِ كَتَرْتِيبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ۔

(فتح الباری لابن حجر عسقلانی، ج ۷، ص ۳٤، قَوْلُهُ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا، الناشر دار المعرفة بیروت)

یعنی: اختلاف پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں میں سے کون افضل ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کے درمیان اس بات پر اجماع ہے کہ خلفاء راشدین میں فضیلت اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب سے خلافت ہے (یعنی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سب سے افضل ہیں کہ وہ سب سے پہلے خلیفہ ہیں اس کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں۔

تارک السلطنت حضرت سید مخدوم اشرف سمنانی چشتی رضی اللہ عنہ اپنے "رسالہ قبریہ" میں لکھتے ہیں:

"و نعتقدُ افضلِ اصحابه و احق الخلافة ابو بكر بن قحافةَ سائر المسلمينَ والتابعينَ ثم افضل من اصحابه و احق الخلافةِ عمر ثم عثمان ثم علی "رضی الله عنهم اجمعین"

مذکورہ عبارت کا ترجمہ بھی سلسلہ اشرفیہ چشتیہ کے عظیم بزرگ عالم ربانی ہم شبیہ غوث جیلانی حضرت سید علی حسین اشرفی میاں المعروف اعلی حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے ملاحظہ کریں وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''صحائف اشرفی'' میں ''رسالہ قبریہ'' کی عبارت نقل کرنے کے بعد ترجمہ کچھ یوں کرتے ہیں:

''اور اعتقاد رکھتا ہوں فضیلت اصحاب رسول پر اور مستحق زیادہ خلافت میں ابو بکر بن قحافہ تمام مسلمان اور تابعین پر پھر ان کے بعد افضل اور زیادہ مستحق خلافت عمر ہیں پھر عثمان پھر علی راضی ہوا اللہ تعالی ان سب سے)

[حوالہ۔ صحائف اشرفی حصہ دوم صفحہ ۱۳۹ تا ۱٤۰. ناشر ادراہ فیضان اشرف سنی دار العلوم محمدیہ منارہ مسجد محمد علی روڈ ممبئ]

''المعتقد المنتقد'' میں ہے:

(والإمام الحق بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أبو بكر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علی رضی الله تعالى عنهم أجمعين، والفضيلة على ترتيب الخلافة)

یعنی: اور امام برحق رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین ہیں، اور (ان چاروں کی) فضیلت ترتیب خلافت کے موافق ہے۔

(المعتقد المنتقد" الباب الرابع في الإمامة، ص۱۹۱)

''فتاوی رضویہ'' میں ہے:

''پھر ان میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی، پھر مولی علی صلی اللہ تعالی علی سیدہم، و مولاہم و آلہ وعلیہم و بارک وسلم۔ اس مذہبِ مہذب پر آیاتِ قرآنِ عظیم و احادیثِ کثیرہ حضور پرنور نبی کریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم و ارشادات جلیلۂ واضحۂ امیر المؤمنین مولی علی مرتضی و دیگر ائمۂ اہلبیت طہارت وارتضا و اجماعِ صحابۂ کرام و تابعین عظام و تصریحاتِ اولیائے امت و علمائے امت رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے وہ دلائل باہرہ و حجج قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہوسکتا۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۸، ص ٤۷۸، مسئلہ نمبر ۲۲، رسالہ غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

"بہار شریعت" میں ہے:

''بعد انبیا و مرسلین، تمام مخلوقاتِ الہی انس و جن و مَلک سے افضل صدیق اکبر ہیں، پھر عمر فاروقِ اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(بہار شریعت، ح ۱، ص ۲٤۳، عقیدہ نمبر ۲، امامت کا بیان، ناشر المکتبۃ المدینہ کراچی)

''سوانح کربلا'' از علامہ سید نعیم الدین قادری اشرفی علیہ الرحمہ" میں ہے:

''اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام

کے بعد تمام عالم سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ہیں اُن کے بعد حضرت عمر اُن کے بعد حضرت عثمان اور اُن کے بعد حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم "

(سوانح کربلا، ص ١٦، بعنوان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، باب افضلیت، ناشر جمیعت اشاعت اہل سنت، کراچی)

اسی طرح اور بھی دیگر اکابرین اہل سنت و جماعت کی عبارات موجود ہیں جس سے واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں طوالت کے خوف سے اتنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے!

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں سے کون افضل ہے؟ سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں سے کون افضل ہے؟ اس متعلق اہل سنت و جماعت کے درمیان اختلاف موجود ہے جمہور کے نزدیک مکہ مکرمہ افضل ہے مدینہ منورہ سے اور بعض کے نزدیک مدینہ منورہ افضل ہے مکہ مکرمہ سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ نہ ضروریات دین سے ہے نہ ہی ضروریات اہل سنت و جماعت سے ہے بلکہ یہ عقیدہ از قبیل ظنیات سے۔ تاہم بتاتا جاؤں کہ بعض حضرات جو مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ سے افضل مانتے ہیں ان میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی ہیں اور یہی نظریہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

چناں چہ امام اہل سنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

طیبہ نہ سہی افضل مکّہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے (حدائق بخشش)

اب ذیل میں اس عقیدہ سے متعلق چند عبارات اکابرین ملاحظہ فرمائیں!

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے:

هَذَا الحَدِيث حجَّة لمن فضل الْمَدِينَة على مَكَّة..... وَإِلَيْهِ ذهب مَالك وَأهل الْمَدِينَة، وروى عَن أَحْمد خلافًا لأبي حنيفَة وَالشَّافِعِيّ،

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ١٠، ص ٢٣٥، کتاب فضائل المدینۃ، بَابُ فَضْلِ المَدِينَةِ وأنَّها تَنْفِي النَّاسَ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: امام مالک رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے۔

"الدرالمختار" میں ہے:

وَمَكَّةُ أَفْضَلُ مِنْهَا عَلَى الرَّاجِحِ إلَّا مَا ضَمَّ أَعْضَاءَهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فَإِنَّهُ أَفْضَلُ مُطْلَقًا حَتَّى مِنْ الْكَعْبَةِ وَالْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ۔

(بحوالہ ردالمحتار مع الدرالمختار، ج ٢، ص ٢٢٦، کتاب الحج، فروع فی الحج، حرم المدینۃ والمکۃ، الناشر دار الفکر بیروت)

یعنی: قول راجح کے مطابق مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے الا یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارک جس مٹی سے مس ہیں مدینہ منورہ کی وہ مٹی افضل ہے مکہ مکرمہ سے حتی کہ کعبہ عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے۔

"ردالمحتار" میں ہے:

أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ أَفْضَلَ الْبِلَادِ مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ زَادَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى شَرَفًا وَتَعْظِيمًا. وَاخْتَلَفُوا أَيُّهُمَا أَفْضَلُ، فَقِيلَ مَكَّةُ وَهُوَ مَذْهَبُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ وَالْمَرْوِيُّ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ، وَقِيلَ الْمَدِينَةُ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ الْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ،

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج ٢، ص ٢٢٦، کتاب الحج، فروع فی الحج، حرم المدینۃ والمکۃ، الناشر دار الفکر بیروت)

یعنی: اس بات پر تو اتفاق اور اجماع ہے کہ اللہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو تمام شہروں سے افضل بنایا اور شرف و تعظیم سے مالا مال کیا ہے۔ لیکن پھر اس میں اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں زیادہ افضل کون ہے؟ تو بعض نے کہا مکہ

مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اور یہ آئمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اور بعض صحابہ سے مروی ہے۔ اور بعض نے کہا مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے اور یہ قول ہے بعض مالکی اور بعض شافعی علماء کا۔

"جذب القلوب الی دیار المحبوب" میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''امت کے تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ زمین بھر کے سب شہروں میں سب سے زیادہ فضیلت اور بزرگی رکھنے والے دو شہر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہیں لیکن اس بارے اختلاف ہے کہ ان دونوں شہروں میں سے کس شہر کو کس شہر پر فضیلت اور کس کو کس پر ترجیح ہے تمام علما کا اس پر اجماع ہے کہ زمین کے دیگر تمام حصوں حتیٰ کہ کعبۃ اللہ سے بلکہ بقول بعض علما جملہ آسمانوں سے یہاں تک کہ عرش معلیٰ سے بھی افضل زمین کا وہ مبارک ٹکڑا ہے جس سے حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا جسم اطہر ملا ہوا ہے کیوں کہ آسمان اور زمین دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قدموں سے مشرف ہوئے ہیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ اور اکثر علمائے مدینہ منورہ کا مذہب یہ ہے کہ مکہ معظّمہ پر مدینہ منورہ کو فضیلت ہے لیکن بعض علما کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ اگرچہ کہ مکہ معظّمہ سے افضل ہے لیکن خاص کعبۃ اللہ اس سے مستثنیٰ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مکہ معظّمہ شہر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر انور شریف کو چھوڑ کر باقی مدینہ منورہ شہر سے افضل ہے اور حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر انور شریف کی زمین مکہ معظّمہ کے شہر بلکہ خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

(مخلصا، جذب القلوب الی دیار المحبوب، مترجم بنام تاریخ مدینہ، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ، ص ۱۶ تا ۱۸، دوسرا باب، ترتیب جدید مولانا لیاقت علی انجم فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ناشر شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

"فتاویٰ رضویہ" میں ہے:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ:

''حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار اقدس بلکہ مدینہ طیبہ عرش وکرسی وکعبہ شریف سے افضل ہے یا نہیں؟

تو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الجواب: تربت اطہر (قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی)...وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کعبہ معظّمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے۔ صرح به عقيل الحنبلي وتلقاه العلماء بالقبول (اس پر ابوعقیل حنبلی نے تصریح کی اور تمام علماء نے اسے قبول کیا۔) باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں کعبہ معظّمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے، ہاں! اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربتِ اطہر اور مکہ معظّمہ سوائے کعبہ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے، اکثر جانب ثانی ہیں (کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے) اور اپنا (یعنی امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کا) مسلک اول (کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے) اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے کہ «اَلْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ مِنْ مَكَّةَ» (مدینہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) مکہ سے افضل ہے۔)

(معجم الکبیر للطبرانی، ج ٤، ص ٢٨٨، حدیث نمبر ٤٤٥٠، باب الراء، عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ رَافِعٍ، دار النشر: مکتبۃ ابن تیمیۃ - القاہرۃ)

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ١٠، ص ٧١١، مسئلہ نمبر ٣١٠، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

"ملفوظات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ" میں ہے:

''عرض: حُضُور! مدینہ طیّبہ میں ایک نَماز پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے اور مکّۂ معظّمہ میں ایک لاکھ کا، اِس سے مکّۂ معظّمہ کا افضل ہونا سمجھا جاتا ہے؟

ارشاد: جُمہورِ حَنَفِیہ (اکثر علمائے احناف) کا یہی مسلک ہے (کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے) اور امام مالِک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدینہ افضل (ہے مکہ مکرمہ سے) اور یہی مذہب امیرُ المؤمنین فاروقِ اعظم رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کا

ہے۔ایک صَحابی (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے کہا: مکّہ معظّمہ افضل ہے۔(سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: کیاتم کہتے ہو کہ مکّہ مدینہ سے افضل ہے! اُنہوں نے کہا: وَاللّٰہ! بَیتُ اللّٰہ وحَرَمُ اللّٰہ۔فرمایا: میں بیتُ اللّٰہ اور حَرَمُ اللّٰہ میں کچھ نہیں کہتا، کیاتم کہتے ہو کہ مکہ، مدینے سے افضل ہے؟ اُنہوں نے کہا: بخدا خانہ خدا و حرم خدا۔فرمایا: میں خانہ خدا و حرمِ خدا میں کچھ نہیں کہتا، کیاتم کہتے ہو کہ مکّہ مدینے سے افضَل ہے؟

(موطاامام مالک ت اعظمی، ج ٥ ص ١٣١٥، حدیث ٣٣٢٧، کتاب الجامع،جامع ماجاء فی امر المدینۃ،الناشر: مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخیریۃ والإنسانیۃ-أبو ظبی-الإمارات)

وہ (صحابی) وُہی کہتے رہے اور امیرُ المؤمنین (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) یِہی فرماتے رہے اور یِہی میرا (یعنی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ کا) مسلک ہے (کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے) صحیح حدیث میں ہے، نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَھُمْ لَوْ کَانُوا یَعْلَمُوْنَ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانیں،

(بخاری شریف، ج ٣، ص ٢١، حدیث نمبر ١٨٧٥، کتاب فضائل المدینۃ، باب من رغب عن المدینۃ، الناشر دار طوق النجاۃ۔)

دوسری حدیث (مدینہ منورہ افضل ہے مکہ مکرمہ سے اس پر) نَصِّ صریح ہے کہ (نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے) فرمایا »اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ مِنْ مَکَّۃَ«۔یعنی: مدینہ مکّے سے افضل ہے۔

(معجم الکبیر للطبرانی، ج ٤، ص ٢٨٨، حدیث نمبر ٤٤٥٠، باب الراء، عَمْرَۃُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ رَافِعٍ، دار النشر: مکتبۃ ابن تیمیۃ -القاہرۃ)

(بحوالہ ملفوظات اعلیٰ حضرت مکمل تخریج شدہ، حصہ دوم، ص ٢٣٧، ناشر مکتبۃ المدینۃ باب المدینہ کراچی)

مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ ''مِراٰۃُ المناجیح'' میں لکھتے ہیں:

''جمہور عُلَماء (اکثر علماء) کے نزدیک مکۂ معظّمہ شہرِ مدینۂ منورہ سے افضل

اور حُضُور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو زیادہ پیارا ہے.....امامِ مالک رحمۃ اللّٰہ علیہ کے ہاں مدینۂ منوَّرہ مکۂ مکرَّمہ سے افضل ہے۔وہ اس حدیث کے متعلِّق فرماتے ہیں کہ اس میں پہلی حالت کا ذکر ہے، پھر صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو مدینۂ منوَّرہ زیادہ پیارا ہوگیا۔فتویٰ یِہی ہے کہ مکّۂ معظّمہ مدینۂ منورہ سے افضَل ہے مگر عُشّاق کی نگاہ میں مدینۂ منوَّرہ افضل کیوں کہ وہ محبوب کی آرام گاہ ہے۔

(مراۃ المناجیح ج ٤، ص ٣٣٢، حدیث نمبر ٣٣٣، باب حرم مکۃ حرسھا اللّٰہ تعالیٰ، فصل ثانی،)

اسی ''مراۃ المناجیح'' میں ایک جگہ ''مرقات'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

بعض علماء نے فرمایا کہ حضور کی حیات شریفہ میں مدینہ منورہ بعد ہجرت افضل تھا، بعد وفات مکہ مکرمہ افضل۔(مرقات)

(مراۃ المناجیح ج ٤، ص ٣٣٣، حدیث نمبر ٣٣٤، باب حرم مکۃ حرسھا اللّٰہ تعالیٰ، فصل ثانی،)

جن حضرات اہل سنت و جماعت کے نزدیک مکہ مکرمہ افضل ہے مدینہ منورہ سے ان کے دلائل میں سے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں!

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَّةَ: »مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ«

(مشکاۃ المصابیح، ج ٢، ص ٨٣٢، حدیث نمبر ٢٧٢٤، کتاب المناسك، باب حرم مکۃ حرسھا اللہ تعالیٰ، الفصل الثانی، الناشر المکتبۃ الاسلامی بیروت)

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے فرماتے ہیں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ سے فرمایا تو کیسا پاکیزہ شہر ہے اور تو مجھے کیسا پیارا ہے اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور بستی میں نہ رہتا۔

اس حدیث کی تشریح میں ملا ھروی قاری حنفی رحمۃ اللّٰہ علیہ ''مرقاۃ المصابیح شرح مشکاۃ المصابیح'' میں لکھتے ہیں:

وَهٰذَا دَلِيلٌ لِلْجُمْهُورِ عَلَى أَنَّ مَكَّةَ أَفْضَلُ مِنَ الْمَدِينَةِ، خِلَافًا لِلْإِمَامِ مَالِكٍ -رَحِمَهُ اللّٰهُ-

(مرقاۃ المصابیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ٥، ص ١٨٦٧، تحت حدیث ٢٧٢٤، کتاب المناسک، باب حرم مکۃ، الناشر دار الفکر بیروت)۔

یعنی: یہ حدیث دلیل ہے جمہور کے لیے اس پر کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ حَمْرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ: »وَاللّٰهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ وَأَحَبُّ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ«

(مشکاۃ المصابیح، ج ٢، ص ٨٣٢، حدیث نمبر ٢٧٢٥، کتاب المناسک، باب حرم مکۃ حرسہا اللہ تعالیٰ، الفصل الثانی، الناشر المکتبۃ الاسلامی بیروت)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عدی ابن حمراء سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام حزورہ پر کھڑے ہوئے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ کی قسم تو اللہ کی ساری زمین میں بہترین زمین ہے اور اللہ کی تمام زمین میں خدا کو زیادہ پیاری ہے اگر میں تجھ سے نکالا نہ جاتا تو کبھی نہ نکلتا۔

اس حدیث کی تشریح میں ملا ہروی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ" مرقاۃ المصابیح شرح مشکاۃ المصابیح" میں لکھتے ہیں:

(وَاللّٰهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ): فِيهِ تَصْرِيحٌ بِأَنَّ مَكَّةَ أَفْضَلُ مِنَ الْمَدِينَةِ كَمَا عَلَيْهِ الْجُمْهُورُ إِلَّا الْبُقْعَةَ الَّتِي ضَمَّتْ أَعْضَاءَهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فَإِنَّهَا أَفْضَلُ مِنْ مَكَّةَ، بَلْ مِنَ الْعَرْشِ إِجْمَاعًا

(مرقاۃ المصابیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ٥، ص ١٨٦٨، تحت حدیث ٢٧٢٥، کتاب المناسک، باب حرم مکۃ، الناشر دار الفکر بیروت)۔

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ: اللہ کی قسم (اے مکہ مکرمہ) تو

اللہ کی ساری زمین میں بہترین زمین ہے اور اللہ کی تمام زمین میں خدا کو زیادہ پیاری ہے" اس میں یہ تصریح ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے جیسا کہ اسی نظریہ پر جمہور ہیں، سوائے اس جگہ کے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک مس ہے کیوں یہ جگہ جو نبی کریم صلی اللہ کے جسم مبارک سے مس ہے وہ صرف مکہ مکرمہ ہی نہیں بلکہ عرش سے بھی افضل ہے بالاجماع۔

اور جن حضرات کے نزدیک مدینہ منورہ افضل ہے ان کے دلائل میں سے دو دلیلیں تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری کی" فتاویٰ رضویہ" سے نقل عبارات میں موجود ہے اس کے علاوہ ایک اور دلیل ملاحظہ فرمائیں!

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ مِنْبَرِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ بِمَكَّةَ، وَمَرْوَانُ يَخْطُبُ النَّاسَ، فَذَكَرَ مَرْوَانُ مَكَّةَ وَفَضْلَهَا، وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَدِينَةَ، فَوَجَدَ رَافِعٌ فِي نَفْسِهِ مِنْ ذٰلِكَ، وَكَانَ قَدْ أَسَنَّ، فَقَامَ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَيُّهَا ذَا الْمُتَكَلِّمُ أَرَاكَ قَدْ أَطْنَبْتَ فِي مَكَّةَ، وَذَكَرْتَ مِنْهَا فَضْلًا، وَمَا سَكَتَّ عَنْهُ مِنْ فَضْلِهَا أَكْبَرُ وَلَمْ تَذْكُرِ الْمَدِينَةَ وَإِنِّي أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »الْمَدِينَةُ خَيْرٌ مِنْ مَكَّةَ«

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج ٤، ص ٢٨٨، حدیث نمبر ٤٤٥٠، باب الراء، عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ رَافِعٍ، دار النشر: مکتبۃ ابن تیمیۃ - القاہرۃ)

یعنی: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں مروان بن حکم کے منبر کے پاس بیٹھے تھے جب وہ خطبہ دے رہا تھا۔ مروان نے مکہ مکرمہ کے فضائل بیان کئے لیکن مدینہ منورہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں اس طریقہ سے کھٹک محسوس کی۔ آپ کی عمر شریف کافی ہوگئی تھی۔ پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ نے جرأت وبے باکی

کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اے متکلم! تم نے مکہ مکرمہ کے فضائل تو خوب بیان کئے لیکن ابھی اس کے بہت سے فضائل چھوڑ دیئے جو عظیم ہیں۔ اور تم نے مدینہ منورہ کی کوئی فضیلت نہیں بیان کی۔ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ میں نے بلاشبہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

ضروری نوٹ! عمدۃ القاری اور رد المحتار کی عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا موقف تو یہ ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے مدینہ منورہ سے لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ ہی کی تقلید کرنے والے بعض شوافع علمائے کرام اپنے امام کے برعکس مدینہ منورہ کو افضل مانتے ہیں مکہ مکرمہ سے اسی طرح امام مالک رضی اللہ عنہ کا موقف تو یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ افضل ہے لیکن امام مالک رضی اللہ عنہ کی تقلید کرنے والے جملہ علمائے مالکیہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو افضل نہیں مانتے بلکہ بعض مانتے ہیں۔ اسی طرح احناف علماء کی دیگر عبارات پر اگر مزید غور کیا جائے مثلاً ملفوظات اعلیٰ حضرت کی عبارت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف تو یہ ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے مدینہ منورہ سے مگر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سارے مقلدین علمائے احناف کا یہ موقف نہیں ہاں جمہور احناف کا موقف تو یہی ہے لیکن بعض علمائے احناف کا موقف اس کے برعکس ہے۔

بہر کیف! ان تمام دلائل سے واضح ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں سے کون افضل ہے اس پر اہل سنت و جماعت کے نزدیک اختلاف موجود ہے اور ہر دو طرف دلائل موجود ہیں تاہم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ نے اس نظریہ کو اختیار کیا ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ افضل ہے اور راقم الحروف اس نظریہ پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا متبع ہے۔ مزید اس تعلق سے معلومات حاصل کرنے کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتب کا مطالعہ کیجیے۔

انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ کا وسیلہ لینے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام و اولیاے عِظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا وسیلہ لینے کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کیا ہے نیز توسل کا کیا مطلب ہے؟ تو اولاً قارئین! یاد رکھیں کہ: انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیاے کرام علیہم الرحمہ سے توسّل کا مطلب یہ ہے کہ حاجتوں کے پورا ہونے اور مطالب کے حاصل ہونے کے لیے ان محبوب ہستیوں کو اللہ تعَالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ اور واسطہ بنایا جائے کیوں کہ انہیں اللہ تعَالیٰ کی بارگاہ میں ہماری نسبت زیادہ قُرب حاصل ہے، اللہ تعَالیٰ ان کی دعا پوری فرماتا ہے اور ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ دُنیاوی اور اُخروی حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعَالیٰ کی بارگاہ میں ان سے توسّل شرعاً جائز ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک فروع عقائد میں سے ہے جس کے ثبوت کے لیے خبر واحد بھی کافی ہے یا پھر ایسی آیات بھی کافی ہے جن کے مرادی معنی میں اہل سنت و جماعت کا اختلاف ہو۔

وسیلہ بنانا قرآن وسنّت سے ثابت ہے:

اللہ تعَالیٰ فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ

(پ۶، المائدۃ:۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ (کنزالایمان)

حدیثِ پاک: سرکار نبی کریم ﷺ نے خود ایک نابینا شخص کو ایک دعا کے ذریعے وسیلہ کی تعلیم ارشاد فرمائی۔

چُناں چہ "ترمذی شریف" میں حضرت عثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

سے روایت ہے کہ: ایک نابینا بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آنکھ والا کردے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کر کہ وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ عرض کی کہ دعا فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ اچھا وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا کرو: اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تو اسے پوری فرمادے۔ اے اللہ تعالیٰ! میرے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔

(ترمذی شریف ت بشار، ج ٥، ص ٤٦١، حدیث نمبر ٣٥٧٨، ابواب الدعوات الناشر دار الغرب الاسلامی بیروت، ابن ماجہ شریف، ج ١، ص ٤٤١، حدیث نمبر ١٣٨٥، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی الصلاۃ الحاجۃ، الناشر دار احیاء الکتب العربیۃ)

(راوی بیان فرماتے ہیں) کہ وہ شخص جب نبی کریم ﷺ کے فرمانے کے مطابق دعا کر کے کھڑا ہوا وہ آنکھ والا ہو گیا۔

(معجم کبیر، ج ٩، ص ٣١، حدیث نمبر ٨٣١١، باب العین، مَا أَسْنَدَ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ، دار النشر: مکتبۃ ابن تیمیۃ ۔ القاہرۃ)

محترم قارئین! یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام سے وسیلے کے ثبوت پر دلائل پیش کیے گئے اب اولیاے کرام کا وسیلہ لینا جائز ہے اس پر بھی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

علماے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہستیوں سے یعنی اولیاے کرام سے توسّل جائز ہے خواہ وہ دُنیاوی زندگی میں ہوں یا بَرزخی زندگی کی طرف منتقل ہو چکے ہوں۔

اولیاے کرام علیہم السلام کا وسیلہ لینا اس کے ثبوت میں کئی روایات پیش کی جاسکتی ہیں، اوپر نابینا کے توسّل کرنے کے بارے میں جو حدیث بیان کی گئی ہے اس کے بارے میں حدیث کی مُستَنَد کتابوں میں ہے کہ صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے وصالِ ظاہری فرمانے کے بعد بھی لوگوں کو اس پر عمل کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الحاجۃ، ج ٢، ص ٢٧٩، حدیث نمبر: ٣٦٦٨، الناشر المکتبۃ القدسی القاہرۃ)

اسی طرح مشکوٰۃ شریف، بابُ الکرامات میں حضرت ابو الجوزاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سے شکایت کی انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی طرف غور کرو اس سے ایک طاق آسمان کی طرف بنادو حتّٰی کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے تو لوگوں نے ایسا کیا تو خوب برسائے گئے (یعنی خوب بارش ہوئی) حتیٰ کہ چارہ اُگ گیا اور اونٹ موٹے ہو گئے حتّٰی کہ چربی سے گویا کہ پھٹ پڑے تو اس سال کا نام پھٹن کا سال رکھا گیا۔

(مشکوٰۃ شریف، ج ٣، ص ١٦٧٦، حدیث نمبر ٥٩٥٠، کتاب الفضائل و الشمائل، باب الکرامات، الفصل الثانی، الناشر المکتب الاسلامی بیروت)

یہ روایت "سنن الدارمی شریف" میں بھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (دارمی شریف، کتاب المقدمۃ، باب ما أکرم اللہ تعالی نبیہ بعد موتہ، ج ١، ص ٢٢٧، حدیث نمبر: ٩٣، الناشر دار المغنی للنشر والتوزیع المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

ان دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انبیاے کرام علیہم السلام اور اولیاے کرام علیہم الرحمہ کا وسیلہ قبل وصال اور بعد وصال لینا جائز ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

ندائے یارسول اللہ ﷺ سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ہم نبیوں کے سرور، محبوبِ ربِّ داور ﷺ کو یارسولَ اللہ، یا نبیَّ

اللہ! ﷺ وغیرہ الفاظ والقاب کے ساتھ دُور ونزدیک سے پکار سکتے ہیں۔اور یہ عقیدہ اور نظریہ باب فضائل یعنی فروع عقائد میں سے ہے نا کہ ضروریات دین سے اور نہ ہی ضرویات اہل سنت وجماعت میں سے ہے۔

علامہ طحطاوی علیہ الرحمہ" حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ النبی ﷺ " میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے آداب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: حضور اکرم ﷺ کے مواجہہ شریف سے چار ہاتھ دور کھڑے ہوکر قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے سر جھکائے ہوئے کہے:

السلام علیك یا سیدی یا رسول الله السلام علیك یا نبی الله السلام علیك یا حبیب الله السلام علیك یا نبی الرحمة السلام علیك یا شفیع الأمة السلام علیك یا سید المرسلین السلام علیك یا خاتم النبیین السلام علیك یا مزمل السلام علیك یا مدثر۔

[حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۷۴۷، کتاب الحج، فصل زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان]

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ" ردالمحتار" میں تحریر فرماتے ہیں:

يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولَى مِنَ الشَّهَادَةِ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا: قَرَّتْ عَيْنِي بِك يَا رَسُولَ اللَّهِ،

(ردالمحتار مع الدر المختار، ج۱، ص ۳۹۸، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، فائدۃ التسلیم بعد الأذان، الناشر دار الفکر بیروت)

یعنی: مستحب یہ ہے کہ اذان میں مؤذن سے پہلی مرتبہ شہادت (اشھد ان محمد رسول اللہ (سنے تو کہے۔صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور جب مؤذن سے دوسری مرتبہ (اشھد ان محمد رسول اللہ (سنے تو کہے قرت عینی بک یا رسول اللہ (یارسول اللہ ﷺ آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں)۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''الصلوۃ علیك یارسول الله کہنا باجماع مسلمین جائز ومستحب ہے جس کی ایک دلیل ظاہر وباہر التحیات میں السلام علیك ایھا النبی ورحمة الله و

برکاته ہے اور اس کے سوا صحاح کی حدیث میں" یامحمد انی اتوجه بك الیٰ ربی فی حاجتی هٰذه" (اے محمد (صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اپنی اس حاجت (ضرورت) میں آپ کو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔) موجود جس میں بعد وفات اقدس حضور سید عالم صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ''کو'' پکارنا اور حضور سے مدد لینا ثابت ہے مگر ایسے جاہل اجہل کو احادیث سے کیا خبر، جب اسے التحیات ہی یاد نہیں جو مسلمانوں کا ہر بچہ جانتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳، ص ۶۸۰، مسئلہ نمبر ۳۱۳، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا حرف ندا کے ساتھ پکارنا جائز ومستحب عمل ہے نا کہ ضروریات دین کا مسئلہ ہے نا ضروریات اہل سنت کا مسئلہ ہے بلکہ ازقبیل ظنیات سے ہے۔

تاہم! بتاتا چلوں کہ دور حاضر میں اس قسم کے معمولات اہل سنت وجماعت جو اگرچہ ازقبیل ظنیات سے ہے لیکن شعار سنیت میں شمار ہوتے ہیں۔دوسری بات ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والے مسلمانوں کو مشرک وبدعتی کہنے والے خود ہی فتوی پلٹنے کی وجہ سے کافر وبدعتی ہیں۔

چناں چہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ:

''زید موحّد مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے۔نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول للہ صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکلمہ یا ندا کرتا اور الصلّوۃ والسلام علیك یارسول الله یا اسئلك الشفاعة یارسول الله کہا کرتا ہے، یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ سے کافر ومشرک کہیں ان کا کیا حکم ہے؟۔۔

تو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کلماتِ مذکورہ بے شک جائز ہیں جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا مگر سفیہ

جاہل یا ضال مضل۔۔۔

پھر لکھتے ہیں: ''غرض یہ صحابہ کرام سے اِس وقت تک کے اس قدر ائمہ اولیاء و علماء ہیں جن کے اقوالِ (یا حرف ندا کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و اولیاے کرام کو پکارنے کے جواز پر) فقیر نے ایک ساعتِ قلیلہ میں جمع کیے۔ اب (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاے کرام کو یا حرف ندا کے ساتھ پکارنے والے کو) مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیے کہ" حضرت" عثمان بن حنیف و" حضرت" عبداللہ بن عباس و" حضرت" عبداللہ بن عمر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر و مشرک کہتے ہو یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمدللہ ہدایت پائی اور حق واضح ہو گیا اور بے دھڑک ان سب پر کفر و شرک کا فتوی جاری کریں تو ان سے اتنا کہئے کہ اللہ تمہیں ہدایت کرے۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو کسے کہا اور کیا کچھ کہا" اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون" اور جان لیجئے کہ جس مذہب کی بنا پر صحابہ" کرام" سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک و کافر ٹھہریں۔ وہ مذہب خدا اور رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔ صحیح حدیثوں میں آیا کہ" جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہے [صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۹۰۱، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال الایمان من قال الخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۵۷) اور بہت ائمہ دین نے مطلقاً اس پر فتوی دیا جس کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ "النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید" میں ذکر کی۔ ہم اگرچہ بحکم احتیاط تکفیر نہ کریں تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ ایک گروہ ائمہ کے نزدیک یہ حضرات کہ یارسول اللہ و یا علی و یا حسین و یا غوث الثقلین کہنے والے مسلمانوں کو کافر و مشرکین کہتے ہیں خود کافر ہیں تو ان پر لازم کہ نئے سِرے سے کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

(رسالہ انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ (یارسُول اللہ کہنے کے جواز کے بارے میں نورانی تنبیہیں) بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۹، ص ۵۵۰ تا ۵۵۶، مسئلہ نمبر ۱٦٤، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اس عبارت سے واضح ہے کہ ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ندائے اولیاے کرام کے جواز کا انکار کرنے والا جاہل ہے یا بے وقوف ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاے کرام کو ندا کرنے والے کو مشرک کہنے والا ضال مضل ہے بلکہ فقہی اعتبار سے ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل مسلمانوں کو مشرک کہنے والے خود کافر ہیں اسی طرح ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز کے قائلین و عاملین کو بدعتی کہنے والے خود ہی بدعتی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا ایسا عقیدہ رکھنا اور اس طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا بغیر دلیل کے ہے یا دلیل کے؟ تو پیارے سنی بھائیو! یہ بات بھی اپنے دل و دماغ میں اچھی طرح بٹھا لیجیے کہ اہل سنت و جماعت کا کوئی بھی عقیدہ یا نظریہ بغیر دلیل کے نہیں ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اس عقیدہ پر ہمارے پاس بہت سارے دلائل ہیں لیکن چوں کہ کتاب کو مختصراً آپ کے حوالے کرنا ہے اس وجہ سے کتاب و سنت کے حوالے سے چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں:

قرآنِ مجید سے ثبوت:

قرآنِ کریم میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نداء فرمائی۔ مثلاً: (یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ)، (یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ)، (یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ)، (یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ) وغیرہ ان تمام آیات میں حرفِ ندا 'یا' کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا ہے۔

حدیثِ مبارک سے ثبوت:

صحیح مسلم شریف میں حضرت سیّدُنا براء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت ہے جو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مدینۂ پاک میں داخلے کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرّق ہو گئے۔ نعرے لگاتے پھرتے تھے، یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللہِ، یَا مُحَمَّدُ

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔"

(صحیح مسلم، ج ٤، ص ٢٣١٠، کتاب الزھد والرقائق، بَابٌ فِي حَدِيثِ الْهِجْرَةِ وَيُقَالُ لَهُ حَدِيثُ الرَّحْلِ بِالْحَاءِ، حدیث: ٢٠٠٩، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید اور حدیثِ پاک میں تو رسولِ اکرم ﷺ کو ان کی حیاتِ ظاہری میں پکارنے کا ذکر ہے، کیا حضور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی پکارنا ثابت ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے: جی ہاں! نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد بھی صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان اور سلف صالحین نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو پکارتے رہے ہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه کے زمانے میں نبوّت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذّاب کے خلاف مسلمانوں اور مُرتدّین کے درمیان جنگِ یمامہ ہوئی جس میں مسلمانوں کا نعرہ "یَا مُحَمَّدَاہُ" تھا۔

(تاریخ الطبری، ج ٣ ص ٢٩٣، سنہ احدی عشر، حوادث السنة الحادية العشرة بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذکر بقية خبر مسيلمه الكذاب وقومه من اهل اليمامه، الناشر دار التراث العربی بیروت لبنان)

معلوم ہوا کہ یارسول اللہ، یا محمداہ حیاتِ ظاہری کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد بھی درست ہے جیسا کہ دلیل سے واضح ہوا۔

اور یہ فروعِ عقائد میں سے ہے اس لیے اس عقیدہ کے لیے اس قسم کی دلیلیں کافی ہیں۔

رہی بات یہ کہ کیا دور سے بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکارنا درست ہے تو جواب یہی ہے کہ بالکل درست ہے بلکہ صحابی کے عمل سے ثابت ہے۔

"الادب المفرد" میں ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: اذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ

(الادب المفرد، ص ٣٣٥، حدیث نمبر ٩٦٤، بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا خَدِرَتْ رِجْلُهُ، الناشر دار البشائر الاسلامیة بیروت)

اور یہی روایت "مسند ابن الجعد" میں ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ" رضی اللہ عنہ "قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ" رضی اللہ عنہ "فَخَدِرَتْ رِجْلُهُ فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا لِرِجْلِكَ؟ قَالَ: "اجْتَمَعَ عَصَبُهَا مِنْ هَاهُنَا، قُلْتُ: ادْعُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَانْبَسَطَتْ"

(مسند ابن الجعد، ص ٣٦٩، حدیث نمبر ٢٥٣٩، مِنْ حَدِيثِ أَبِي خَيْثَمَةَ زُهَيْرِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ الْجُعْفِيِّ، الناشر موسسۃ نادر بیروت)

یعنی: حضرت عبد الرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے ابو عبد الرحمن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: یہاں سے میرے پٹھے کھینچ گئے ہیں تو میں نے عرض کیا: تمام لوگوں میں سے جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اس کا ذکر کریں، تو انہوں نے یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) کا نعرہ بلند کیا (راوی بیان کرتے ہیں کہ) اسی وقت ان کے اعصاب کھل گئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ دور سے بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکارنا درست ہے بلکہ صحابی رسول کے عمل سے ثابت ہے۔

فائدہ: اہل سنت و جماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام اپنے مزاراتِ طیّبہ میں زندہ ہیں انھیں روزی دی جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں حدیث کے الفاظ:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ«

(ابن ماجہ شریف، ج ١، ص ٥٢٤، حدیث نمبر ١٦٣٧، کتاب الجنائز، بَابُ ذِكْرِ وَفَاتِهِ وَدَفْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، الناشر دار احیاء الکتب العربیۃ)

معلوم ہوا کہ سیّد الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یعنی حیات سے ہیں پھر بھلا کیسے یَارَسُوْلَ اللّٰہ کہہ کر پکارنے کے جواز میں کسی قسم کا

شک وشبہ ہوسکتا ہے؟ بالکل بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے اس وجہ سے اہل سنت و جماعت کا نظریہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے زندہ بھی ہیں اور فریاد کرنے والے کی فریاد سنتے بھی ہیں اور اللہ کی عطا سے مدد کرنے پر قادر بھی ہیں اور ان باتوں میں سے کوئی بھی بات خلافِ شرع نہیں سب جائز و درست اور علمائے حق کی تصریحات سے ان کا جواز ثابت ہے بعض انکار کرنے والے اس ثابت شدہ عقیدۂ حق سے غافل ہونے کی بناء پر انکار کرتے ہیں اور بعض جان بوجھ کر عِناداً انکار کرتے ہیں اور فضائلِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے چڑھتے ہیں۔ اللہ تَعَالٰی منکروں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایصال ثواب سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ایصال ثواب کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا کیا عقیدہ ہے اور ایصال ثواب کسے کہتے ہیں دونوں باتیں دلیلوں کے ساتھ بیان کی جائیں گی لیکن سب سے پہلے ہم ایصال ثواب کے مفہوم کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آخر ایصال کہتے کسے ہیں؟ تو یاد رکھیں! ایصال ثواب اپنے کسی نیک عمل کا ثواب کسی دوسرے مسلمان کو پہنچانا ''ایصالِ ثواب'' کہلاتا ہے۔

اہل سنت و جماعت کا اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ یہ ایک جائز و مستحسن عمل ہے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ " فتاویٰ رضویہ" میں لکھتے:

''بالجملہ قولِ فیصل جس سے اختلاف زائل، اور توفیق حاصل ہو یہ ہے کہ نفس تعزیت و دعا و ایصال ثواب بیشک محمود ومندوب اور وقتِ دُعا ہاتھ اٹھانا بھی جائز، اور اگر کوئی شخص اولیائے میّت کے مکان پر جا کر تعزیت کر آئے تو بھی قطعاً روا۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۹، ص۴۰۰، مسئلہ نمبر ۱۱۰، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

" فتاویٰ رضویہ" ہی میں ہے:

''اس باب میں قول فیصل اور اجماع کلام یہ ہے کہ مسلمان مُردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحب باطل ہو۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج۹، ص۵۷۰، مسئلہ نمبر ۱۸۳، رسالہ الحُجّۃ الفائحۃ لطیب التعین والفاتحۃ، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کرنا ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک جائز اور مستحب عمل ہے نا کہ فرض و واجب۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی ایصال ثواب مستحسن عمل ہے تو کیا اس پر کوئی دلیل بھی ہے یا نہیں؟ تو پھر سے جان لیجیے کہ اہل سنت و جماعت کا کوئی بھی عقیدہ بغیر دلیل کے نہیں ہے ایصال ثواب کے جواز پر بہت ساری دلیلیں ہیں مگر ہم آپ کے سامنے دو دلیل پیش کر رہے ہیں بغور مطالعہ کیجیے!

حدیث(۱)" حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ کہتیں تو صدقے کا کہتیں پس اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اُنہیں ثواب پہنچے گا فرمایا: ''ہاں''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجاۃ البغتۃ، ج۲ ص۱۰۲، حدیث: ۱۳۸۸، الناشر: دار طوق النجاۃ)

حدیث(۲) حضرت سعد بن عُبادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے، اُن کے لیے کون سا صدقہ افضل ہے؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''پانی'' تو حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لیے ہے۔ (یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو ملے)

(ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، ج۲ ص۱۳۰، حدیث: ۱۶۸۱، الناشر المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت)

ان دونوں دلیلوں سے یہی پتہ چلا کہ اہل سنت و جماعت سنی مسلمانوں کا جو یہ عقیدہ ہے کہ ایصال ثواب جائز ہے مستحسن عمل ہے یہ ہوا ہوائی بات نہیں بلکہ دلیلوں سے ثابت ہے نیز ایصال ثواب کے جواز پر مزید اور بھی دلیلیں ہیں مگر گفتگو لمبی نہ ہو جائے اس لے صرف دو پر ہی اکتفا کیا گیا۔ تاہم! اگر کسی کو مزید دلیلیں چاہیے تو ''ٹرو اسلام'' ایپ آپ پلے اسٹور سے ڈاؤن لوڈ کریں جس میں حالت حاضرہ کو دیکھتے ہوے رومن انگلش میں اہل سنت و جماعت سنی مسلمانوں کے جتنے عقیدے و معمولات ہیں سب پر پوری تحقیق کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے وہاں پڑھ سکتے ہیں۔

نذر و نیاز سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

نذر و نیاز جو بزرگانِ دین کے نام پر اہل سنت و جماعت کے یہاں جاری ہے یہ نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت سے بلکہ وہ فروعی عقائد و نظریات اور اعمال میں سے ہے جو زیادہ سے زیادہ مستحب ہے۔

اب اولاً تو یہ یاد رکھیں کہ: اہل سنت و جماعت کے نزدیک منّت یا نذر کے دو طریقے رائج ہیں: (۱) ایک منّتِ شرعی اور (۲) ایک منّتِ عُرفی۔

منّتِ شرعی: یہ ہے کہ اللہ کے لئے کوئی چیز اپنے ذِمّہ لازم کر لینا۔ اس کی کچھ شرائط ہوتی ہیں اگر وہ پائی جائیں تو منّت کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے اور پورا نہ کرنے سے آدمی گناہ گار ہوتا ہے۔ اس گناہ کی نحوست سے اگر کوئی مصیبت آپڑے تو کچھ بعید نہیں۔

منّتِ عُرفی: یہ ہے کہ لوگ نذر مانتے ہیں اگر فلاں کام ہو جائے تو فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھائیں گے یا حاضری دیں گے یہ نذرِ عُرفی ہے اسے پورا کرنا واجب نہیں، بہتر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی نبی یا ولی کی نذرِ عُرفی مان سکتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ از روئے شرع اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی یا ولی کی نذرِ

عُرفی ماننا جائز ہے اور امیر و غریب اور ساداتِ کرام سبھی کے لیے کھانا بھی جائز ہے۔

یاد رہے اسی نذرِ عُرفی کو محبتاً نیاز بھی کہتے ہے۔ البتہ نذرِ شرعی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے ماننا ممنوع ہے۔

اس بارے میں صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مسجد میں چراغ جلانے یا طاق بھرنے یا فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارھویں کی نیاز دِلانے یا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا توشہ یا شاہ عبدُ الحق رضی اللہ عنہ کا توشہ کرنے یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا کرنے یا محرّم کی نیاز یا شربت یا سبیل لگانے یا میلاد شریف کرنے کی منّت مانی تو یہ شرعی منّت نہیں مگر یہ کام منع نہیں ہیں کرے تو اچھا ہے۔ ہاں! البتہ اس کا خیال رہے کہ کوئی بات خلافِ شرع اس کے ساتھ نہ ملائے مثلاً طاق بھرنے میں رَت جَگا ہوتا ہے جس میں کُنبہ اور رشتہ کی عورتیں اکٹھا ہو کر گاتی بجاتی ہیں کہ یہ حرام ہے یا چادر چڑھانے کے لیے لوگ تاشے باجے کے ساتھ جاتے ہیں یہ ناجائز ہے یا مسجد میں چراغ جلانے میں بعض لوگ آٹے کا چراغ جلاتے ہیں یہ خواہ مخواہ مال ضائع کرنا ہے اور ناجائز ہے، مٹی کا چراغ کافی ہے اور گھی کی بھی ضرورت نہیں، مقصود روشنی ہے وہ تیل سے حاصل ہے۔ رہا یہ کہ میلاد شریف میں فرش و روشنی کا اچھا انتظام کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا یا لوگوں کو بُلاوا دینا اور اس کے لیے تاریخ مقرّر کرنا اور پڑھنے والوں کا خوش الحانی سے پڑھنا یہ سب باتیں جائز ہیں البتہ غلط اور جھوٹی روایتوں کا پڑھنا منع ہے، پڑھنے والے اور سننے والے دونوں گنہگار ہونگے۔''

(بہار شریعت، حصہ نہم، ص ۳۲۰، مسئلہ نمبر ۱۸، منت کا بیان۔ ناشر المکتبۃ المدینہ کراچی)

منت سے متعلق ایک سوال کسی سنی بھائی نے ناچیز "شبیر احمد راج محلی" سے بھی پوچھا تھا اس کا جواب میں نے اکابرین کے حوالے سے لکھا تھا آپ کے سمجھنے میں آسانی ہوگی اس لیے اسے بھی نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں!

منت شرعی اور منت عرفی کے احکام:

سوال: ہندہ کا بیٹا زید بیمار ہوگیا ہندہ نے منت مانگی کہ اگر میرا بیٹا صحت یاب ہو جائے تو فلاں مزار پہ جاکر بکرا ذبح کروں گی، اب زید کچھ حد تک تندرست ہے، اب ہندہ بکرا ذبح کرے گی، تو اس بکرے کا گوشت زید کے والدین اور دادا، دادی، نانا، نانی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: بعون الملك الوهاب

ماسوا اللہ کسی عظیم الشان ذات کے نام سے منت مانی جائے تو وہ منت شرعی نہیں بلکہ منت عرفی ہے اور منت عرفی یعنی نذر عرفی کا حکم یہ ہے کہ اسے امیر و غریب سبھی لے سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں۔

چناں چہ فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ (سابق صدر شعبہ افتاء دار العلوم اہلسنّت فیض الرسول) لکھتے ہیں:

''نذر کے دو معنی ہیں شرعی یا عرفی۔

نذر شرعی کے معنی ہیں غیر ضروری عبادت کو اپنے اوپر ضروری کر لینا۔ اور نذر عرفی کے معنی ہیں نذرانہ، ہدیہ یا پیشکش۔

نذر شرعی خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی ماننا ممنوع ہے اور نذر عرفی انبیائے کرام و اولیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام و رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے جائز ہے۔

نذر شرعی کا حکم یہ ہے کہ اس کا ادا کرنا فرض ہے اور اگر صدقہ وغیرہ کی نذر ہو تو اسے وہی لوگ کھا سکتے ہیں جن کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

قرآن کریم: وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ میں اس شرعی نذر کا ذکر ہے اور نذر عرفی کا حکم یہ ہے کہ اسے امیر و غریب سبھی لے سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں۔

۔(فتاویٰ فیض الرسول جلد سوم ص ۲۹۵، کتاب الایمان، قسم اور نذر کا بیان)

صورت مسئولہ چوں کہ منت عرفی یعنی نذر عرفی میں سے ہے لہٰذا اس بکرے

کے گوشت زید کے والدین اور دادا، دادی، نانا، نانی سب کے سب کھا سکتے ہیں۔

واللہ و رسولہ اعلم بالصواب

طالب دعا:۔ شبیر احمد راج محلی

زیارتِ قبور سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

مزارات اولیاے کرام کی زیارت سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں مزاراتِ اولیاء اللہ پر جانا جائز و مستحب عمل ہے جو کہ سنّت سے بھی ثابت ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک مزارات پر حاضری دینے کا عقیدہ و نظریہ نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت سے بلکہ یہ مستحب و جائز عمل ہے جو کہ فروع میں سے ہے۔

دلائل ملاحظہ فرمائیں!

نبی کریم ﷺ خود شُہداء اُحُد کے مزار پر تشریف لے جاتے تھے۔

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ،

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہر سال شُہداءِ اُحُد کے مزارات پر تشریف لے جاتے۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور، ج ۳، ص ۵۷۳، حدیث: ۶۸۱۶، الناشر المجلس العلمی الهند)

مزید ترمذی شریف کی روایت میں ہے:

»قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ، فَزُورُوهَا. فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الآخِرَةَ«

یعنی: رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کو اجازت دے دی گئی ہے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، لہٰذا تم بھی قبروں کی زیارت

کرو بے شک وہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔''

(ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الرخصة فی زیارة القبور، ج ۳، ص ۳٦١، حدیث: ١٠٥٤، الناشر: شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی ۔مصر)

ثابت ہوا کہ مزارات اولیاے کرام پر جانا جائز و مستحب عمل ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مزارات پر جانے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ تو ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ مزارات وقبور کی زیارت کرنے سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی یاد آتی ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا

یعنی: سیّدنا بریدہ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ سُرورِ قلب وسینہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو۔

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز، بَابُ اسْتِئْذَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ، ج ۲، ص ٦٧٢، حدیث نمبر ١٠٦، (٩٧٧) الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اور حدیث پاک میں اس طرح بھی یہ روایت ہے:

« كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ«

یعنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو کیوں کہ زیارت قبور یہ دنیا میں بے رغبتی اور آخرت کی یاد پیدا کرتی ہے۔"

(ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی زیارة القبور، ج ١، ص ٥٠١، حدیث: ١٥٧١، الناشر دار احیاء الکتب العربیة)

مزار پر حاضری کا طریقہ کیا ہے تو اس بارے میں اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنّت مجدّدِ دین وملّت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ مزارات پر حاضری کی تفصیل یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''مزار شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باادب عرض کرے السّلام علیک یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درود غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار سورہ اخلاص سات بار پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورہ یٰس اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا، پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اس طرح سلام کر کے واپس آئے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۹، ص ٥٢٤، مسئلہ نمبر ١٥٠، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نیز اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اگر مزاراتِ اولیائے کرام ہوں اور اُن کی ارواحِ طیبہ سے استمداد کے لئے ان کی قبور کریمہ کے پاس داہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجبِ برکت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ٥، ص ٣٥٢، مسئلہ نمبر ٣٣٣، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قارئین! اس جملہ پر غور کریں: " مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باادب عرض کرے ''السّلام علیك یاسیدی ورحمة الله وبركاته''

یعنی: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ تو " سلام جو کہ سنت سے ثابت ہے اس سنت تک کو متوسط آواز میں مزار شریف کے پاس عرض کرنے کہہ رہے ہیں" لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جب بھی کسی مزار شریف پر حاضری دیں تو نہایت ہی ادب کے ساتھ حاضری دیں اور شور شرابا بالکل بھی نہ کریں۔

قارئین حضرات! مزارات پر حاضری دینے کے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ و نظریہ آپ نے مطالعہ فرما لیا اب بہتر سمجھتا ہوں کہ ٢٠٢١ء میں ہمارے ایک سنی بھائی نے سوال کیا تھا کہ مزارات پر عورتوں کی حاضری کے تعلق سے علمائے اہل سنت و جماعت کے

نزدیک کیا کوئی اختلاف ہے؟ اس پر تفصیلی روشنی ڈالیں! تو اس وقت میں نے ایک مضمون لکھا تھا اس کو نقل کر دیا جائے تا کہ عورتوں کا مزاراتِ اولیا یا قبور مسلمین کی زیارت کو جانا کیسا؟ اس پر بھی تفصیلی معلومات آپ حضرات کو حاصل ہو جائے اور یہ گوشہ بھی تشنہ طلب نہ رہے تو ملاحظہ فرمائیں!

مزارات پر عورتوں کی حاضری

الحمد لك یا اللہ والصلوۃ والسلام علی سیدی یا رسول اللہ ﷺ

سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ عورتوں کا مزاراتِ اولیائے کرام یا دیگر مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنے کے تعلق سے علمائے اہل سنت و جماعت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے یعنی بعض عُلَمائے اہل سنت نے عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا ہے اور بعض علمائے اہل سنت نے عورتوں کے لیے بھی قبروں کی زیارت کو جائز بتایا، اور فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "ردالمحتار" میں یہی جواز کا قول اختیار کیا، مگر اس میں یہ بھی لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''لیکن عورتیں اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر جائیں گی تو رونا پیٹنا کریں گی اس لیے عورتوں کو اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر جانا منع ہے اور صالحین، اولیائے کرام کی مزارات پر عورتیں بَرَکت حاصل کرنے کے لیے جائیں تو بوڑھی عورتوں کے لیے تو کوئی حَرَج و پریشانی نہیں (کیوں کہ بوڑھی عورت کی وجہ سے فتنہ پھیلنے کا خطرہ بالکل نہیں کے برابر ہے) لیکن جوان عورتوں کے لیے مزارات اولیائے کرام کی زیارت کو جانا بھی منع ہے۔ (کیوں کہ جوان عورتوں کی وجہ سے فتنہ پھیلنے کا بہت زیادہ امکان ہے)۔

"رَدُّالْمُحتار" کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

(قَوْلُهُ: وَلَوْ لِلنِّسَاءِ) وَقِيلَ: تَحْرُمُ عَلَيْهِنَّ. وَالْأَصَحُّ أَنَّ الرُّخْصَةَ ثَابِتَةٌ لَهُنَّ بَحْرٌ، وَجَزَمَ فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ بِالْكَرَاهَةِ لِمَا مَرَّ فِي اتِّبَاعِهِنَّ الْجِنَازَةَ. وَقَالَ الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ: إنْ كَانَ ذَلِكَ لِتَجْدِيدِ الْحُزْنِ وَالْبُكَاءِ

وَالنَّدْبِ عَلَى مَا جَرَتْ بِهِ عَادَتُهُنَّ فَلَا تَجُوزُ، وَعَلَيْهِ حُمِلَ حَدِيثُ «لَعَنَ اللَّهُ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ» وَإِنْ كَانَ لِلِاعْتِبَارِ وَالتَّرَحُّمِ مِنْ غَيْرِ بُكَاءٍ وَالتَّبَرُّكِ بِزِيَارَةِ قُبُورِ الصَّالِحِينَ فَلَا بَأْسَ إذَا كُنَّ عَجَائِزَ. وَيُكْرَهُ إذَا كُنَّ شَوَابَّ كَحُضُورِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج ۲، ص ۲۴۲، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فِی زِیَارَۃِ الْقُبُور، الناشر دارالفکر بیروت)

اسی" ردالمحتار" کی عبارت کا خلاصہ کرتے ہوئے صدرُ الشَّریعہ بدرُ الطَّریقہ علّامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''عورتوں کے لیے بعض علما نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، درمختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع وفزع کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع۔

پھر لکھتے ہیں:''اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع وفزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں

(بہارِ شریعت، ج ۱، حصہ چہارم، ص ۸۵۴، مسئلہ نمبر ۳۶، قبر و دفن کا بیان، ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

اسی طرح امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ نے بھی عورتوں کو مزارات پر جانے سے اپنی کتاب میں کئی جگہ منع فرمایا ہے چناں چہ ایک مقام پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''مزارات اولیاء یا دیگر قبروں کی زیارت کو عورتوں کا جانا علامہ محقق ابراہیم حلبی کی غنیّہ کی اتباع کے مطابق، میں (یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ میں) ہرگز پسند نہیں کرتا، خاص طور سے آج کے دور کے حساب سے بالکل بھی پسند نہیں کرتا کیوں کہ آج کل جاہلوں نے اولیائے کرام کے پاک عرس میں ڈھول تاشے اور مزامیر کو عام کر رکھا ہے ایسے عرس جہاں ڈھول تاشے بجتے ہیں اس میں تو

میں کم علم مردوں کا جانا بھی پسند نہیں رکھتا۔

(فتویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۳، ص ۱۱۱، مسئلہ نمبر ۲۳، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور ماقبل میں ہم نے لکھا کہ: عورتوں کا مسلمانوں کی قبروں اور مزارات اولیاے کرام کی زیارت کو جانا علماے اہل سنت و جماعت کے درمیان اختلافی ہے اس کا ثبوت خود اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ سے بھی معلوم ہوتا ہے چناں چہ ایک مقام پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''اللہ کے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تو قبروں کی زیارت کو جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے، لیکن اللہ کے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرمان کہ: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سن لو اب ان کی زیارت کرو۔ تو اب علماء میں اختلاف ہوا کہ یہ جو بعد میں قبروں کی زیارت کی اجازت ملی اس میں عورتیں بھی داخل ہیں یا نہیں، تو زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ عورتیں اس اجازت میں داخل ہیں جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ مگر جوان عورتوں کو قبروں کی زیارت کو جانا منع ہے جیسا کہ جوان عورتوں کا مساجد کو جانا منع ہے اور اگر عورت کا مقصد قبروں کی زیارت سے اپنا غم تازہ کرنا ہے تو پھر مطلقاً زیارت قبر ایسی عورت کے لیے حرام ہے۔

پھر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اپنا نظریہ بھی پیش فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''جو عورتیں اپنے رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت کریں گی خاص طور پر اس وقت جب کہ ابھی انتقال کو زیادہ دن نہ ہوا ہو تو ایسی صورت میں تو عورتوں کا غم تازہ ہونا لازم ہے اور جب عورتیں مزارات اولیاء پر حاضری دیں گی تو فتنہ کا اندیشہ ہے یا پھر مزارات مقدس کی بے ادبی کا اندیشہ ہے یا پھر عورتیں مزارات اولیاء کے ادب میں غلو سے کام لیں گی جو کہ ناجائز ہے اس لیے کتاب (غنیّہ) میں عورتوں کو مزارات یا قبروں کی زیارت سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، ہاں! سرکار اعظم نبی کریم صل اللہ

علیہ وسلم کی مزار پاک کی حاضری جو کہ واجبات کے قریب ہے اس لیے عورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک کی حاضری سے نہ روکیں گے لیکن پھر بھی وہاں کی حاضری کا بھی ادب سکھائیں گے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۹، ص ۵۳۹ تا ۵٤۰، مسئلہ نمبر ۱۷۹، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

لیکن! دوسری طرف وہ علماے کرام ہیں جو کہتے ہیں کہ عورتیں بھی مزارات اولیاے عظام یا مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کو جا سکتی ہیں ان علمائے کرام کے اقوال اور دلائل کی تھوڑی سی تفصیل ذیل میں ہے:

وہ کہتے ہیں جس کا خلاصہ ہے کہ: اسلام کے ابتدائی دور میں جب کہ عورتوں کی تربیت مکمل اسلامی طریقے پر نہیں ہوئی تھی تو عورتیں قبروں پر جا کر نوحہ کرتیں تھیں، بال نوچتیں تھیں اور سینہ پیٹتی تھیں۔ اس لیے عورتوں کو قبروں کی زیارت سے منع کر دیا گیا، اور شروع اسلام میں تو مردوں کو بھی قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا، لیکن جب مسلمان عورتیں بھی اسلام کی تعلیم و تربیت سے مکمل طریقے سے آراستہ ہو گئیں اور ان کے قول و عمل میں بھی صحابہ کرام کی طرح مکمل انقلاب آ گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی قبروں کی زیارت کی اجازت عنایت فرمائی۔ لیکن ہاں! آج بھی کوئی عورت یا مرد زمانہ جاہلیت کی طرح قبروں پر جا کر غیر شرعی حرکات کرے تو ایسے مرد و عورت کے لیے اب بھی قبروں کی زیارت منع ہے، اور اگر غیر شرعی حرکات نہ کرے تو مرد و عورت دونوں کے لیے اجازت ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا،

میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب ان کی زیارت کیا کرو۔

(صحیح مسلم، کِتَابُ، الْجَنَائِزُ. بَابُ، اسْتِئْذَانُ النَّبِيِّ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ، ج ۲ ص ۶۷۲، رقم حدیث (۹۷۷) ۱۰۶، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

وہ کہتے ہیں کہ: حدیث میں مطلق اجازت دی گئی ہے یہ نہیں کہا گیا کہ مردوں کو اجازت ہے عورتوں کو نہیں! تو جب اس حدیث میں اجازت عام ہے تو اس عام اجازت میں مرد و عورت

دونوں شامل ہیں۔ اگر اس عام اجازت سے عورتوں کو خارج کریں گے تو کوئی دلیل خاص چاہیے جو اس عام اجازت والی حدیث کے بعد کی ہو جو کہ ہمارے پاس نہیں۔

اب وہ حدیث دیکھیں! جس میں عورتوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا ہے:

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الۡقُبُورِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی کثرت سے زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

(ترمذی شریف، کتاب الۡجَنَائِزِ، بَابٌ كَرَاهِيَةُ زِيَارَةِ الۡقُبُورِ لِلنِّسَاءِ. ج۲، ص۳۶۲، حدیث نمبر ۱۰۵۶، الناشر دار الغرب الاسلامی بیروت لبنان)

اب جو علما عورتوں کو قبور کی زیارت کی اجازت دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ پہلی بات تو یہ دیکھیں کہ حدیث کے لفظ "زَوَّارَاتِ" پر غور کریں یہ مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ مثلاً جس طرح نماز، روزہ، اور باقی عبادات میں مبالغہ کرنا جائز نہیں، اسی طرح زیارت قبور میں مبالغہ کرنا جائز نہیں بلکہ حد اعتدال کا حکم ہے۔ بلکہ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کے تحت جو بات لکھی ہے وہ قابل ذکر ہے میں سمجھتا ہوں اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے کافی ہے چناں چہ امام ترمذی لکھتے ہیں:

وَقَدۡ رَأَى بَعۡضُ أَهۡلِ الۡعِلۡمِ أَنَّ هَذَا كَانَ قَبۡلَ أَنۡ يُرَخِّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِي زِيَارَةِ الۡقُبُورِ، فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِي رُخۡصَتِهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ. وَقَالَ بَعۡضُهُمۡ: إِنَّمَا كُرِهَ زِيَارَةُ الۡقُبُورِ لِلنِّسَاءِ؛ لِقِلَّةِ صَبۡرِهِنَّ، وَكَثۡرَةِ جَزَعِهِنَّ.

یعنی: بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ (جو عورتوں پر لعنت کی گئی ہے قبروں کی زیارت پر تو یہ لعنت) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبروں کی زیارت کی اجازت دینے سے پہلے کی بات ہے (اب بعد میں)۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی (قبروں کی زیارت کی) اجازت دے دی تو اب اس اجازت میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں، اور بعض علما کہتے ہیں کہ عورتوں کی زیارت قبور اس لیے مکروہ ہے کہ ان میں صبر کم اور بے صبری

زیادہ ہوتی ہے۔

(ترمذی شریف، کتاب الۡجَنَائِزِ، بَابٌ كَرَاهِيَةُ زِيَارَةِ الۡقُبُورِ لِلنِّسَاءِ. ج۲، ص۳۶۲، تحت حدیث نمبر ۱۰۵۶، الناشر دار الغرب الاسلامی بیروت لبنان)

تو امام ترمذی علیہ الرحمہ کے بقول معلوم ہوا کہ بعض علما کہتے ہیں کہ اگر بے صبری کا اظہار نہ ہو سینہ پیٹنا نہ ہو اور بال نوچنا یا گریبان پھاڑنا نہ ہو اور فتنہ و فساد کا خطرہ بھی نہ ہو تو پھر عورتیں بھی اسی طرح قبروں اور مزاروں کی زیارت کر سکتی ہیں جس طرح مرد قبروں اور مزاروں کی زیارت کرتے ہیں۔

اسی لیے وہ کہتے ہیں چوں کہ قبروں کی زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے تو یہ سنت نبوی مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کی زیارت کرتے تھے اس پر ایک حدیث ملاحظہ کریں!

عَنۡ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتۡ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ - كُلَّمَا كَانَ لَيۡلَتُهَا مِنۡ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ - يَخۡرُجُ مِنۡ آخِرِ اللَّيۡلِ إِلَى الۡبَقِيعِ، فَيَقُولُ: "السَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ دَارَ قَوۡمٍ مُؤۡمِنِينَ، وَأَتَاكُمۡ مَا تُوعَدُونَ غَدًا مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنۡ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمۡ لَاحِقُونَ، اللَّهُمَّ اغۡفِرۡ لِأَهۡلِ بَقِيعِ الۡغَرۡقَدِ"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کی جب میرے یہاں باری ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) رات کے آخری حصے میں بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے اور (بقیع قبرستان والوں سے یوں) فرماتے: تم پر سلامتی ہو، اے مومنوں کے گھر والو! جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ تمہارے پاس آ گئی کہ جسے کل ایک مدت بعد پاؤ گے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تم سے عنقریب ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع غرقد (اہلِ مدینہ کے قبرستان) والوں کی مغفرت فرما۔"

(مسلم شریف، كِتَابُ الۡجَنَائِزُ. بَابٌ، مَا يُقَالُ عِنۡدَ دُخُولِ الۡقُبُورِ، وَالدُّعَاءِ لِأَهۡلِهَا. ج۲، ص۶۶۹، حدیث ۱۰۲(۹۷۴)، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اسی طرح زیارت قبور کی فضیلت پر ایک حدیث ملاحظہ کریں جو کہ عام ہے چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ، وَ كُتِبَ بَرًّا «

یعنی: جو کوئی بھی ہر جمعہ کو اپنے والدین یا ماں باپ میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے، اس کو بخش دیا جائے گا اور اسے نیک مسلمان لکھا جاتا ہے۔‘‘

(طبرانی، المعجم الاوسط، حدیث نمبر ٦١١٤، باب المیم، من اسمہ محمد، ج ٦، ص ١٧٥، الناشر دار الحرمین القاھرہ)

اور بھی دیگر احادیث موجود ہیں جو کے قبروں کی زیارت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں جس کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے بعض علما کہتے ہیں کہ اس عموم میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

لیکن ہاں! وہ علما جو جواز کا قول کرتے ہیں ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ احتیاط ضروری ہے کہ عورتیں باپردہ ہو نیز عورتوں کے ساتھ کوئی محرم ہوتا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اگر کسی بھی صورت میں فتنہ اور برائی کا اندیشہ ہو تو پھر عورتوں کو چاہیے کہ اپنے گھر ہی سے ایصال ثواب کریں۔

عورتوں کے زیارت قبور پر درج ذیل احادیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔

حدیث: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ : " اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي ". قَالَتْ : إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي، وَلَمْ تَعْرِفْهُ. فَقِيلَ لَهَا : إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ : لَمْ أَعْرِفْكَ. فَقَالَ : " إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى،

یعنی: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس زار و قطار رو رہی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر! اس عورت نے (شدتِ غم اور

جان پہچان نہ ہونے کی وجہ سے) کہا: آپ یہاں سے چلے جائیں کیوں کہ آپ کو مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچی ہے۔ وہ خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی۔ کسی نے اُسے بتایا کہ یہ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ عورت (اپنی اس بات کی معذرت کرنے کے لیے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس پر حاضر ہوئی۔ اس نے خدمت اقدس میں حاضری کی اجازت لینے کے لیے دربان نہیں پایا (تو باہر سے کھڑے ہو کر) عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ اُس کی معذرت طلبی کے لیے حاضر آئی ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر اس وقت کرنا چاہیے جب صدمہ شروع ہو۔

(صحیح بخاری، کِتَابُ الجَنَائِزُ، بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، حدیث ١٢٨٣، ج ٢، ص ٧٩، الناشر: دار طوق النجاۃ)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ دیکھیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پاس عورت کو دیکھا تو یہ نہیں فرمایا کہ قبر کی زیارت عورت کو منع ہے تم یہاں کیوں آئی! بلکہ صبر کی تلقین فرمائی اگر عورتوں کو قبر کی زیارت حرام ہوتی تو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو منع فرماتے اور شریعت کا حکم بتا دیتے۔

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک طویل روایت میں بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں قبروں کی زیارت کے وقت قبر والوں سے کس طرح مخاطب ہوا کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں کہا کرو:

السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ

اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ملنے والے ہیں۔‘

(مسلم شریف، كِتَابُ الْجَنَائِزُ. بَابٌ. مَا يُقَالُ عِنْدَ دُخُولِ الْقُبُورِ، وَالدُّعَاءِ لِأَهْلِهَا. ج ٢، ص ٦٦٩، حدیث ١٠٣ (٩٧٤)، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت حرام نہیں اگر یہ حرام ہوتا تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ نہ پوچھتی کہ میں جب قبروں کی زیارت کروں تو کیا عمل کروں! ان کا عمل کرنے کے بارے پوچھنا اس بات کی دلیل ہے کہ قبروں کی زیارت عورتوں کے لیے جائز ہے۔

اب ایک حدیث دیکھیں جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عمل موجود ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قبر کی زیارت کی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْمَقَابِرِ فَقُلْتُ لَهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتِ؟ قَالَتْ: مِنْ قَبْرِ أَخِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَقُلْتُ لَهَا: أَلَيْسَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، »كَانَ قَدْ نَهَى، ثُمَّ أُمِرَ بِزِيَارَتِهَا«

’’حضرت عبد للہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی للہ عنہا قبرستان سے واپس تشریف لا رہی تھیں میں نے اُن سے عرض کیا: اے اُم المؤمنین! آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا: اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر سے، میں نے عرض کیا: کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور سے منع نہیں فرمایا تھا؟ اُنہوں نے فرمایا: ہاں! پہلے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں رخصت دے دی تھی‘۔اِسے امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

[المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب الجنائز، حدیث نمبر ج۱ ص۵۳۲ حدیث نمبر ۱۳۹۲، الناشر دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان]

اسی طرح ایک حدیث اور دیکھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک کی زیارت کرتی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »تَزُورُ قَبْرَ حَمْزَةَ كُلَّ جُمُعَةٍ«

(مصنف عبدالرزاق الصنعانی، کتاب الجنائز، باب، فی زیارۃ القبور، حدیث نمبر ۶۷۱۳، ج۳ ص۵۷۲، الناشر المجلس العلمی الہند)

یعنی: حضرت امام جعفر الصادق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتی تھیں۔

اس قسم کی اور بھی کئی حدیثیں نقل کرنے کے بعد بعض علما کہتے ہیں کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز ہے۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ قبروں کی زیارت جس طرح مردوں کے لیے جائز ہے ویسے ہی عورتوں کے لیے بھی جائز ہے کہ نہیں؟ تو بعض علمائے اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز نہیں اور بعض کے نزدیک جائز ہے۔تاہم! جواز کے قائلین علمائے کرام کے فرامین سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آج بھی کوئی عورت یا مرد دورِ جاہلیت کی طرح قبروں پر جا کر غیر شرعی حرکات کرے تو مرد و عورت دونوں کے لیے آج بھی زیارت قبور منع ہے۔ورنہ مرد و عورت دونوں کے لیے جائز ہے اور منع کرنے والے علمائے کرام نے جو منع فرمایا ہے اس کی بھی اصل وجہ فتنہ کا اندیشہ ہے۔لیکن راقم کہتا ہے کہ ہمارے دور میں تو فتنہ کا اندیشہ بہت زیادہ ہے اس لیے جن علمائے اہل سنت و جماعت نے عورتوں کے لیے زیارت قبور کو منع فرمایا ہے اسی موقف کو اپنانے میں بھلائی ہے۔خصوصاً جوان عورتیں تو زیارت قبور کو ہرگز نہ جائیں!

مرتب: شبیر احمد راج محلی۔

۶/ جولائی ۲۰۲۱ء

کسی بزرگ کا عُرس منانے سے متعلق
اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ

کسی بزرگ کا عرس منانے سے متعلق اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ کسی بزرگ کی یاد منانے کے لیے اور ان کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے ان کے مُحبّین و مریدین وغیرہ کا ان کی یومِ وفات پر سالانہ اجتماع ''عُرس'' کہلاتا ہے۔

بزرگانِ دین اولیاے کرام کا عُرس منانے سے مقصود ان کی یاد منانا اور ان کو ایصالِ ثواب کرنا ہوتا ہے اس لیے ان کے عُرس کا انعقاد کرنا شرعاً جائز و مستحسن اور اجر وثواب کا ذریعہ ہے۔ اور اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک عرس منانے کا عقیدہ و نظریہ فروع میں سے ہے نا کہ ضروریاتِ دین یا ضروریاتِ اہلِ سنت و جماعت سے۔

بزرگانِ دین کے اعراس میں ذکرُ اللّٰہ، نعت خوانی اور قرآنِ پاک کی تلاوت اور اس کے علاوہ دیگر نیک کام کر کے ان کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور ایصالِ ثواب کے جائز اور مستحسن ہونے کے دلائل "ایصالِ ثواب کے بارے میں اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ" کے تحت ذکر ہو چکے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عُرس پر غیر شرعی کاموں کا ارتکاب کیا جاتا ہے لہٰذا وہاں جانا اور عُرس منانا جائز نہیں، تو ہم کہتے ہیں دیکھئے! ہماری مُراد وہی عُرس ہے جو شریعتِ مطہرہ کے مطابق منائے جاتے ہیں۔ ہاں! غیر شرعی اُمور تو وہ ہر جگہ ناجائز ہیں اور یہ ناجائز کام عُرس کے علاوہ بھی ہوں تو ناجائز ہیں اور شریعت کے احکام کی معمولی سی سمجھ بوجھ رکھنے والا مسلمان انہیں جائز نہیں کہہ سکتا، ان خُرافات سے دور رہنا چاہیے اور حتّی المقدور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس سے بچانا چاہیے۔

اسی طرح بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی بزرگ کے نام جانور ذبح نہیں کرنا چاہیے۔ تو ہم کہتے ہیں دیکھئے! کسی بزرگ کے نام کا جانور ذبح کرنے میں شرعاً کوئی

حرج نہیں جب کہ ذبح کرتے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ کیوں کہ اگر ذبح کے وقت اللّٰہ تَعَالٰی کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا تو وہ جانور حرام ہو جائے گا لیکن کوئی مسلمان اس طرح نہیں کرتا، ہمارے یہاں لوگ عموماً جانور خریدتے یا پالتے وقت کہہ دیتے ہیں کہ یہ گیارہویں شریف کا بکرا ہے یا فلاں بزرگ کا بکرا ہے جسے بعد میں اس موقع پر ذبح کر دیا جاتا ہے، اور ذبح کے وقت اس پر اللّٰہ تَعَالٰی کا نام ہی لیا جاتا ہے اور اس ذبح سے مقصود اس بزرگ کے لیے ایصالِ ثواب ہی ہوتا ہے اس میں حرج نہیں۔

معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کا عرس منانا شرعاً جائز و مستحسن عمل ہے اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ اور نظریہ ہے۔

اللہ کے نیک بندوں سے مدد مانگنے سے متعلق
اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ

اللہ کے نیک بندوں سے مدد مانگنے کے بارے میں اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو حقیقی مددگار جانتے ہوئے انبیاے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ اللہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے مدد مانگنا بلا شبہ جائز عمل ہے جب کہ عقیدہ اور نظریہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو ربّ تعالیٰ ہی کی ہے اور یہ سب حضرات اس کی دی ہوئی قدرت سے مدد کرتے ہیں کیوں کہ ہر شے کا حقیقی مالک و مختار صرف اللّٰہ تعالیٰ ہی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر کوئی مخلوق کسی ذرّہ کی بھی مالک و مختار نہیں ہوتی۔ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی خاص عطا اور فضلِ عظیم سے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو کونین کا حاکم و مختار بنایا ہے اور حضور ﷺ اور دیگر انبیائے کرام و اولیائے عِظام اللّٰہ تعالیٰ کی عطا سے (یعنی اس کی دی ہوئی قدرت سے) مدد فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اسی طرح اولیائے کرام وسائل بارگاہ ونوابِ حضرت احیائے معنیٰ واموات صورۃ قدست اسرارہم سے استعانت واستمداد جب کہ بطور توسّل وتوسط وطلبِ شفاعت ہو، نہ معاذ اللہ بظنِ خبیث، استقلال وقدرت ذاتیہ، جس کا توہم نہ کسی مسلم سے معقول نہ مسلمان ہونے پر سوئے ظن مقبول، یہ سب امور شرعًا جائز ورواومباح ہیں جن کے منع پر شرع مطہرہ سے اصلاً دلیل نہیں''

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج۹ ص۲۱ ٤، مسئلہ نمبر ۱۳۱، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

معلوم ہوا کہ ہم اہل سنت و جماعت کا جو یہ عقیدہ اور نظریہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنا جائز و درست ہے یہاں مدد بمعنی وسیلہ کہ ہے اور یہ عقیدہ نہ تو ضروریات دین سے ہے اور نہ ہی ضروریات اہل سنت و جماعت سے بلکہ زیادہ سے زیادہ جائز ومباح ہے۔

اس عقیدہ پر دلائل سے پہلے یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ اولاً تو اہل سنت و جماعت کے مخالفین فتوی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا جائز نہیں۔لیکن جب اہل سنت و جماعت کی جانب سے اللہ کے نیک بندوں سے مدد مانگنے پر قرآن و حدیث سے دلیل دی جاتی ہے تو پھر فتوی بدلتے ہوئے کہتے ہیں زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مردوں سے نہیں پھر جب دلیل دی جاتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تو بعد وصال بھی زندہ ہیں اور اس پر فلاں فلاں دلیلیں ہیں تو اب پھر فتویٰ بدلتے ہیں کہ ما تحت الاسباب امور میں غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز اور مافوق الأسباب امور میں غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز نہیں حالاں کہ وہابیہ مدد کی یہ دو قسمیں قرآن و حدیث سے صراحت کے ساتھ ثابت بھی نہیں کر سکتے یہ تقسیم خود ایک بدعت ہے۔

مگر یہاں ذیل میں ہم قرآن حکیم سے کچھ مثالیں درج کر رہے ہیں جن سے فوق الاسباب اُمور میں استعانت واستغاثہ کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا لوٹ آنا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدِ گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کی بحالی کے لئے اپنی قمیص بھیجی اور اُنہوں نے اپنی آنکھوں پر رکھی تو بینائی لوٹ آئی۔ یہ مدد واعانت ماتحت الاسباب نہیں بلکہ مافوق الاسباب یعنی غیر عادی اُمور میں استعانت وتوسل تھا جسے قرآنِ حکیم نے بیان کیا ہے۔ ماتحت الاسباب مدد و اعانت تو آنکھوں کا علاج اور آپریشن ہے۔ بینائی چلی جائے تو سرجری سے ٹھیک ہوتی ہے اسے قمیص سے ٹھیک کرنا مافوق الاسباب مدد و اعانت کے علاوہ اور کیا ہے؟ سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف سے دی جانے والی قمیص کے ساتھ ان کا قول قرآن حکیم نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

﴿اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا﴾ [یوسف: 93]

میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی

﴿فَلَمَّا أَن جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [یوسف: 96]

پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں (دیکھنے لگیں) کہ میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

ملکہ بلقیس کا تخت دربارِ سلیمانی میں:

سورۂ نمل میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۝ قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ط فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي ۔ (سورۃ النمل آیت ۳۹، تا ٤٠)

ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کردوں گا قبل اس کے کہ حضور

اجلاس برخاست کریں اور میں بیشک اس پر قوت والا امانتدار ہوں، اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہ یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

ان آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ملکہ بلقیس کے تخت کو آنِ واحد میں سینکڑوں میلوں کی مسافت سے منتقل کر دینا ایک تو حضرت آصف بن برخیا کی وہ کرامت تھی کہ قوی ہیکل جن بھی بے پناہ طاقت کے باوجود اس پر قادر نہ ہوسکا۔

دوسری قابلِ غور بات یہاں پر یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خلافِ عادت اور فوق الاسباب کام کو اہلِ دربار سے طلب کیا، اس لیے حضرت آصف بن برخیا کا آنِ واحد میں مسافتِ بعیدہ سے تخت کو اُٹھا کر پیش کر دینا ماتحت الاسباب نہ تھا بلکہ فوق الاسباب اعانت اور خدمت تھی۔

یہاں پر یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ فوق الاسباب امور میں مدد و اعانت اور تصرف صرف انبیاء و رسل عظام علیہم السلام کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ شان اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت آصف بن برخیا کے عمل سے ثابت ہے کہ ایک اولوالعزم نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے ایک ولی حضرت آصف بن برخیا کو خرقِ عادت کام سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی تا کہ ایک امتی اور غیر نبی کی کرامت کو ثابت کر دیا جائے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے سابقہ نبیوں کی اُمتوں کے اَولیاء کو فوق الاسباب اُمور پر تصرف کی قدرت عطا کی ہے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اولیاء کو یہ تصرف کیوں حاصل نہ ہوگا؟

بہر کیف! بتا تا چلوں کہ اِستعانت و استمداد کے باب میں حقیقی و مجازی کی تقسیم زیادہ واضح، پختہ اور محققانہ ہے اِسی کو علماے محققین نے اختیار کیا ہے۔ ہمارے نزدیک مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کی تقسیم اعتقادی الجھاؤ اور بسا اوقات

گمراہی کا باعث بنتی ہے۔ اس کی بجائے صحیح اور زیادہ بلیغ تقسیم حقیقی اور مجازی کی ہے۔

یہاں ایک اصول یہ بھی یاد رکھیں کہ جو چیز شرک ہوگی وہ ہمیشہ شرک ہوگی مثلاً ”کسی فوت شدہ انسان کو خدا سمجھے تو بھی مشرک اور زندہ انسان کو خدا سمجھے تو بھی مشرک اسی طرح کسی فوت شدہ انسان کو حقیقی مددگار سمجھے تو بھی مشرک یا پھر زندہ انسان کو حقیقی مددگار سمجھے تو بھی مشرک“ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی عقیدہ زندوں کے ساتھ تو شرک نہ ہو مگر وہی عقیدہ فوت شدہ کے ساتھ شرک ہو جائے۔

اب چلتے ہیں دلائل کی طرف جن سے انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیاے کرام سے مدد مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ دلائل ملاحظہ کریں!

اللہ تعَالیٰ کی عطا سے انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَام و اولیاءِ عِظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی مدد فرماتے ہیں اور یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ سورۃُ التحریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ-وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ(۴)" (پ۲۸، التحریم:۴)

"تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيسٌ، فَلْيَقُلْ: يَا عِبَادَ اللهِ أَعِينُونِي، يَا عِبَادَ اللهِ أَعِينُونِي، فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ " وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ۔

(المعجم الكبير للطبرانی، ج۱۷، ص۱۱۷، حدیث نمبر ۲۹۰، باب العين، مَا أَسْنَدَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ، الناشر مكتبة ابن تيمية-القاهرة)

یعنی: عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے یا راہ بھول جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا (لیکن وہ لوگوں کی مدد کرنے پر مامور ہیں) اور یہ تجربہ شدہ بات ہے'' (وہ اس کی مدد کرینگے)

حدیث شریف میں ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً فَضْلًا سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُونَ مَا سَقَطَ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ، فَإِذَا أَصَابَتْ أَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُنَادِ: أَعِينُوا عِبَادَ اللَّهِ رَحِمَكُمُ اللَّهُ "

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ٦، ص ٩١، حدیث نمبر ٢٩٧٢١، کتاب الدعاء، مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا ضَلَّتْ مِنْهُ الضَّالَّةُ، الناشر مکتبۃ الرشد الریاض)

یعنی: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ: بیشک محافظین کے علاوہ اللہ کے کچھ زائد فرشتے ہیں۔ درخت کا جو پتہ گرتا ہے وہ اس کو لکھتے ہس۔ پس جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں کوئی تکلیف پہنچے تو ان کلمات کی ندا لگاؤ۔ مدد کرو اے اللہ کے بندو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ: يَا عِبَادَ اللَّهِ احْبِسُوا، يَا عَبَّادَ اللَّهِ احْبِسُوا، فَإِنَّ لِلَّهِ حَاضِرًا فِي الْأَرْضِ سَيَحْبِسُهُ،

(مسند ابی یعلی الموصلی، ج ٩، ص ١٧٧، حدیث نمبر ٥٢٦٩، مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، الناشر دار المأمون للتراث دمشق)

یعنی: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کی سُواری (کا جانور) ویران زمین میں بھاگ جائے تو یوں پکارے: يَا عِبَادَ اللهِ! اِحْبِسُوْا، يَا عِبَادَ اللهِ! اِحْبِسُوْا

یعنی اے اللہ کے بندو! روک دو، اے اللہ کے بندو! روک دو۔ اللہ کے کچھ بندے روکنے والے ہیں جو اسے روک دیں گے۔

''کتاب الاذکار'' میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شارح مسلم علامہ نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قلت: حكى لى بعض شيوخنا الكبار فى العلم أنه افلتت له دابّة أظنُّها بغلة، وكان يَعرفُ هذا الحديث، فقاله، فحبسَها الله عليهم فى الحال،

(الاذکار للنووی، ص ٢٢٤، کتاب اذکار المسافر، باب ما يقول إذا انفلتت دابّتُهُ، الناشر دار الفكر للطباعة والنشر والتوضيع بيروت لبنان)

یعنی امام نووی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ: میرے ایک استاذِ محترم جو کہ بہُت بڑے عالِم تھے، ایک مرتبہ ریگستان میں ان کی سُواری بھاگ گئی، اُن کو اِس حدیثِ پاک کا عِلم تھا، اُنھوں نے یہ کلمات کہے (یعنی دو بار کہا: يَا عِبَادَ اللهِ اِحْبِسُوْا یعنی اے اللہ کے بندو! اسے روک دو) تو اللہ تعالیٰ اُس سُواری کو اُسی وَقت روک دیا۔

ان تمام دلیلوں سے واضح ہوا کہ انبیائے کرام و اولیائے عظام اور اللہ کے نیک بندوں سے مدد مانگنا درست ہے۔

اب رہی بات یہ کہ انبیاے کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے ان کی وفات کے بعد مدد مانگنے کا مسئلہ تو ہم کہتے ہیں کہ جس طرح زندگی میں ان سے توسّل کرنا اور مدد مانگنا جائز ہے اسی طرح ان کے وصال کے بعد بھی جائز ہے۔ اس پر بھی کثرت کے ساتھ دلائل موجود ہیں یہاں ایک دلیل نقل ہے ملاحظہ فرمائیں:

حدیث شریف میں ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ أَوْسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا، فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: " انْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ

وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ.قَالَ: فَفَعَلُوا، فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ، وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ

(سنن الدارمی شریف، ج۱،ص ۲۲۷، حدیث نمبر ۹۳، المقدمہ، بَابُ مَا أَكْرَمَ اللَّهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهِ، الناشر دار المغنی للنشر والتوضیع المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

یعنی: ایک سال مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فریاد کی تو حضرت ممدوحہ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر اس میں ایک روشن دان آسمان کی طرف کھول دو تا کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تو خوب بارش ہوئی اور گھاس اُگی اور اونٹ ایسے فربہ ہو گئے کہ چربی سے پھٹنے لگے۔ اس سال کو عام الفتق کہتے تھے۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا اور اللہ کی توفیق سے سمجھ بھی گئے ہوں گے کہ اللہ کے نیک بندوں سے قبل وصال اور بعد وصال ہر طرح سے مدد مانگنا جائز ہے۔

اب آپ حضرات ایک فرق کو سمجھ جائیں مسئلہ واضح ہو جائے گا وہ فرق یہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ سے مدد جائز ہے اس عقیدہ اور نظریہ کے ساتھ کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہے۔ کوئی جاہل بھی کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں سمجھتا نہ ہی خدا سمجھ کر مدد مانگتا ہے۔

لیکن یاد رہے اس عقیدے میں جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ فلاں فلاں حدیث ضعیف ہے تو آپ حضرات کو پہلے ہی یہ اصول اکابرین اہل سنت و جماعت کے حوالے سے بتا دیا گیا ہے کہ فروع عقائد و اعمال میں ضعیف روایات بھی قابل قبول ہیں۔

نوٹ: مزید دلیلیں اگر آپ حضرات کو چاہیے تو "ٹرو اسلام" ایپ کو پلے اسٹور سے ڈاؤن لوڈ کیجیے اور عقائد والے سیکشن میں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مددگار ہیں" والی بحث پڑھیں وہاں مزید دلیلیں دی گئی ہیں آپ حضرات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

مزارات پر پھول چادر ڈالنے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

مزارات پر پھول اور چادر ڈالنے کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ یہ نہ تو ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت و جماعت والا عقیدہ و نظریہ ہے بلکہ یہ ایک جائز اور مستحسن عمل ہے یعنی فروع میں سے ہے۔

اور اس عمل کے جائز ہونے کی بہت ساری دلیلیں ہیں لیکن آپ کے سامنے چند دلیلیں پیش ہیں بغور مطالعہ فرمائیں!

"مشکوۃ شریف" میں حدیثِ پاک ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحدهما فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ - وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسلم: لَا يستنزه مِنَ الْبَوْلِ - وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثمَّ أَخذ جَرِيدَة رطبَة فَشَقهَا نِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوا يَا رَسُول الله لم صنعت هَذَا قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفف عَنْهُمَا مَا لم ييبسا

یعنی: ایک مرتبہ حضور ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا، فرمایا کہ دونوں میّتوں کو عذاب ہو رہا ہے، ان میں ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چُغلی کیا کرتا تھا پھر نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک تر شاخ لی اور اس کے دو حصے کئے اور پھر ہر ایک قبر پر ایک حصہ گاڑھ دیا، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: جب تک یہ خشک نہ ہوں تب تک ان کے عذاب میں کمی رہے گی۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الاول، ج۱، ص ۱۱۰، حدیث: ۳۳۸، الناشر المکتبۃ الاسلامی بیروت)

اس حدیث کے تحت "مرقاۃ المفاتیح" میں ہے:

وَقِيلَ لِأَنَّهُمَا يُسَبِّحَانِ مَا دَامَا رَطْبَيْنِ.

یعنی: کہا گیا ہے کہ اس لیے عذاب کم ہوگا کہ جب تک وہ دونوں شاخ کے ٹکڑے تر رہیں گے تسبیح پڑھیں گے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الاول، ج۱، ص۳۷٦، تحت الحدیث: ۳۳۸، الناشر دار الفکر بیروت)

شرحِ حدیث "اشعۃ اللّمعات" میں اسی حدیث کے تحت ہے:

''اس حدیث سے ایک جماعت دلیل پکڑتی ہے کہ قبروں پر سبزہ اور گُل و رَیحان (خوشبو) ڈالنا جائز ہے۔

(اشعۃ اللمعات، ج۱، ص۲۱۵)

"مرقات" میں اس حدیث کی شرح میں ہے:

أَفْتَى بَعْضُ الْأَئِمَّةِ مِنْ مُتَأَخِّرِي أَصْحَابِنَا بِأَنَّ مَا اعْتِيدَ مِنْ وَضْعِ الرَّيْحَانِ وَالْجَرِيدِ سُنَّةٌ لِهَذَا الْحَدِيثِ

ہمارے بعض مُتاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ پھول اور کھجور کی ٹہنی چڑھانے کی جو عادت ہے وہ سنّت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الاول، ج۱، ص۳۷٦، تحت الحدیث: ۳۳۸، الناشر دار الفکر بیروت)

محترم قارئین! جیسا کہ آپ نے پڑھا اور الحمد للہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ مزارات مقدس پر پھول ڈالنا جائز و درست ہے کیوں کہ یہ دلیلیں اس مسئلہ کو خوب اچھے طریقے سے واضح کرتی ہیں اور اس کے جائز ہونے کی طرف دلالت کرتی ہیں۔

اگر آپ نے اس مسئلہ کو خوب اچھے طریقے سے سمجھ لیا ہو تو آگے بڑھتے ہیں اور مزارات پر چادر چڑھانے کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا کیا عقیدہ و نظریہ ہے تو پھر سے بتا تا چلوں کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک مزارات پر چادر ڈالنا نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت و جماعت سے ہے بلکہ مزارات

مقدس پر چادر ڈالنا اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک جائز و مستحسن عمل ہے کہ اس سے صاحبِ مزار کی تعظیم و عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

كُرِهَ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَضْعَ السُّتُورِ وَالْعَمَائِمِ وَالثِّيَابِ عَلَى قُبُورِ الصَّالِحِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ اهـ. وَلَكِنْ نَحْنُ نَقُولُ الْآنَ إِذَا قَصَدَ بِهِ التَّعْظِيمَ فِي عُيُونِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ الْقَبْرِ، وَلِجَلْبِ الْخُشُوعِ وَالْأَدَبِ لِلْغَافِلِينَ الزَّائِرِينَ، فَهُوَ جَائِزٌ لِأَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ وَإِنْ كَانَ بِدْعَةً.

یعنی: بعض فقہاء نے صالحین و اولیاء کی قبروں پر غلاف اور کپڑے رکھنے کو مکروہ کہا ہے فتاویٰ الحجۃ میں کہا قبروں پر غلاف چڑھانا مکروہ ہے۔لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم و تکریم مقصود ہے تا کہ وہ قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں اور تا کہ عاجزی و انکساری پیدا ہو اور غافل زائرین میں ادب پیدا ہو تو یہ امور جائز ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اگر چہ نئی چیز ہے''۔

(رد المحتار مع الدر المختار، ج٦، ص۳٦۳؛ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، الناشر دار الفکر بیروت)

اور حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ: پھول ڈالنا تو ہر مؤمن کی قبر پر جائز ہے خواہ ولی اللہ ہو یا گنہ گار اور چادریں ڈالنا اولیاء علماء صلحاء کی قبور پر جائز عوام مسلمین کی قبور پر نا جائز کیوں کہ یہ بے فائدہ ہے

(جاء الحق حصہ اول صفحہ نمبر 294)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اولیاء اللہ، علمائے کرام، متقین عظام اور عام مسلمانوں کی قبروں پر پھول چڑھانا بھی جائز ہے اور زائرین کی سہولت کے لیے رات کو چراغ جلانا یا روشنی کرنا بھی کارِ خیر ہے اس سے لوگوں کو آرام اور صاحب قبر کی عزت و عظمت کا اظہار ہوتا ہے یونہی مزارات اولیاء اللہ پر غلاف یعنی چادر چڑھانا بھی جائز ہے

تا کہ مزارات وصاحب مزارات کی تعظیم وتکریم کا اظہار ہوسکے۔

تبرکات سے برکت حاصل کرنے سے متعلق اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی رسول یا کسی ولی اللہ کی استعمال کردہ چیزوں سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ یہ نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت وجماعت سے بلکہ یہ ایک جائز اور مستحب عمل میں سے ایک ہے۔

ایک حدیث کی شرح میں علامہ نووی علیہ الرحمہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ التَّبَرُّكِ بِآثَارِ الصَّالِحِينَ وَثِيَابِهِمْ۔

(شرح النووی علی مسلم، ج ١٤، ص ٤٤، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال إناء الذہب والفضۃ علی الرجال، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: اس حدیث میں صالحین کے آثار اور ان کے ملبوس کے ساتھ برکت حاصل کرنے مستحب ہونے کی دلیل ہے۔

اوراعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ ''فتاوی رضویہ'' میں لکھتے ہیں:

''فی الواقع آثار شریفہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک سلفا وخلفا زمانہ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے آج تک بلانکیر رائج ومعمول اور باجماع مسلمین مندوب ومحبوب بکثرت احادیث صحیحہ صحیح بخاری ومسلم وغیرہما صحاح وسنن وکتب حدیث اس پر ناطق اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلا حاجت نہیں اس کی تحقیق وتنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم

وتبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے اس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ٢١، ص ٤١٢، مسئلہ نمبر ١٦٩، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات]

معلوم ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاے کرام کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا جائز ومستحب ہے۔

ضروری تنبیہ!

خوب اچھی طرح یاد رہے کہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار وتبرکات مثلاً رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملبوسات عمامہ، ٹوپی، جبہ، نعلین شریف اور آپ سے خاص تعلق ونسبت رکھنے والی چیزیں، مقامات مقدسہ وغیرہ کی تعظیم بھی آپ علیہ السلام کی تعظیم ہی کا حصہ ہے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار وتبرکات کی تعظیم ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار وتبرکات کو عام چیزوں کی طرح سادھارن (معمولی چیز) سمجھنا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی وتنقیص شان ہے جو بلاشبہہ کفر ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو صحابہ کرام اپنی جانوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اور ان کی تعظیم کے لیے اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیا کرتے تھے۔

ایک جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مبارک نیچے گرگئی تو اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اسے تلاش کرنے لگے۔ صحابہ کرام نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میری ٹوپی میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند موئے مبارک سلے ہوئے تھے، مجھے گوارا نہیں ہوا کہ اس کی برکتوں سے محروم ہوجاؤں اور وہ کسی کافر کے ہاتھ لگ جائے تو اس کی حرمت پامال ہو۔

[ماخوذ از: القاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفی-وحاشیۃ الشمنی، ج ٢، ص ٥٦ تا ٥٧، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل ومن إعظامه وإكباره إعظام جميع أسبابه وإكرام مشاهده وأمكنته من مكة والمدينة ومعاهده وما لمسه صلى الله عليه وسلم أو عرف به، الناشر

دار الفكر الطباعة والنشر والتوضيع]

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر شریف کے اس مقام پہ اپنے ہاتھوں کو رکھ کر اپنے چہرے پہ ملا کرتے تھے جس پہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہوتے تھے۔

[القاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفی-وحاشیة الشمنی، ج۲، ص ۵۷، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل ومن إعظامه وإكباره إعظام جميع أسبابه وإكرام مشاهده وأمكنته من مكة والمدينة ومعاهده وما لمسه صلى الله عليه وسلم أو عرف به، الناشر دار الفكر الطباعة والنشر والتوضيع]

امام قاضی عیاض مالکی قدس سرہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

ومن إعظامه وإكباره إعظام جميع أسبابه وإكرام مشاهده وأمكنته من مكة والمدينة ومعاهده وما لمسه صلى الله عليه وسلم أو عرف به۔

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا یہ بھی حصہ ہے کہ آپ کے تمام اسباب اور مقامات مثلاً مکہ، مدینہ، آپ کی مجالس، آپ کی چھوئی ہوئی چیزوں اور جو چیزیں آپ سے منسوب ومعروف ہیں ان سب کی بھی تعظیم کی جائے۔۔

[القاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفی-وحاشیة الشمنی، ج۲، ص ۵۶، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل ومن إعظامه وإكباره إعظام جميع أسبابه وإكرام مشاهده وأمكنته من مكة والمدينة ومعاهده وما لمسه صلى الله عليه وسلم أو عرف به، الناشر دار الفكر الطباعة والنشر والتوضيع]

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ "فتاوٰی رضویہ" میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار تبرکات شریفہ کی تعظیم دین مسلمان کا فرض عظیم ہے۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۲۱، ص ۴۱۵، مسئلہ نمبر ۱۷۰، ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات]

مزید دیکھیں کہ جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ:

''ایک شخص اپنے وعظ میں صاف انکار کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی تبرک اور حضور کے آثار شریفہ سے کوئی چیز اصلا باقی نہیں، نہ صحابہ کے پاس تبرکات شریفہ سے کچھ تھا نہ کبھی کسی نبی کے آثار سے کچھ تھا (تو ایسے شخص حکم کیا ہے؟) جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ایسا شخص آیات واحادیث کا منکر اور سخت جاہل خاسر یا کمال گمراہ فاجر ہے اس پر توبہ فرض ہے اور بعد اطلاع بھی تائب نہ ہو تو ضرور گمراہ بے دین ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج۲۱، ص ۳۹۸، مسئلہ نمبر ۱۶۷، رسالہ بدر الانوار فی اداب الآثار، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور صاحب تفسیر خزائن العرفان حضرت علامہ مولانا مفتی سید نعیم الدین قادری اشرفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''زید کا قول بالکل حق اور صحیح اور بجا اور درست ہے کہ آثار مبارکہ کی زیارت وعزت جائز وموجب ثواب عظیم ہے۔ اور جو ان آثار کی عزت نہ کرے وہ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت سے محروم ہے۔

(آداب الاخیار فی تعظیم الآثار المعروف تبرکات کی تعظیم، ص ۹، ناشر عطار پبلیکیشنز کراچی)

بہرحال! اب ذیل میں آثار وتبرکات سے برکت حاصل کرنے سے متعلق چند دلائل نقل کیے جا رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں!

"بخاری شریف" میں ہے:

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ، قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ «نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالاَنِ»، فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ البُنَانِيُّ بَعْدُ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا «نَعْلاَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

یعنی: عیسی بن طہمان سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔

"مسلم شریف" میں ہے:

فَقَالَتْ: هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ كِسْرَوَانِيَّةٍ لَهَا لِبْنَةُ دِيبَاجٍ، وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيبَاجِ، فَقَالَتْ: هَذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قُبِضَتْ، فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا، فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى يُسْتَشْفَى بِهَا

یعنی: حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی للہ تعالیٰ عنہا نے ایک اُونی جبہ کسروانی ساخت نکالا، اس کی پلیٹ ریشمین تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی للہ تعالی علیہ وسلم کا جبہ ہے" یہ جبہ" ام المؤمنین" عائشہ" صدیقہ" رضی اللہ تعالیٰ عنہا" کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھودھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔

(مسلم شریف، ج۳ ص۱٦٤١، حدیث نمبر ۲۰٦۹، کتاب اللباس والزينة، بَابُ تَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ عَلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ عَلَى الرَّجُلِ، وَإِبَاحَتِهِ لِلنِّسَاءِ، وَإِبَاحَةِ الْعَلَمِ وَنَحْوِهِ لِلرَّجُلِ مَا لَمْ يَزِدْ عَلَى أَرْبَعِ أَصَابِعَ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

"بخاری شریف" میں ہے:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَ: أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ - وَقَبَضَ إِسْرَائِيلُ ثَلاَثَ أَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ - فِيهِ شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ، فَاطَّلَعْتُ فِي الجُلْجُلِ، فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا۔

(بخاری شریف، ج۷ ص۱٦۰، حدیث نمبر ۵۸۹٦، کتاب اللباس، باب مایذکر فی الشیب، الناشر طوق النجاۃ)

یعنی: عثمان بن عبداللہ بن وہب نے بیان کیا کہ میرے گھر والوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ لے کر بھیجا (راوی

حدیث) اسرائیل راوی نے تین انگلیاں بند کرلیں یعنی وہ اتنی چھوٹی پیالی تھی اس پیالی میں بالوں کا ایک گچھا تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے کچھ بال تھے۔ عثمان نے کہا جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی بیماری ہوتی تو وہ اپنا پانی کا برتن حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیتا۔ (وہ اس میں نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک ڈبو دیتیں) عثمان نے کہا کہ میں نے نلکی کو دیکھا (جس میں موئے مبارک رکھے ہوئے تھے) تو سرخ سرخ موئے مبارک دکھائی دیئے۔

"بخاری شریف" میں ہے:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، «فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعَرًا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوبًا»

(بخاری شریف، ج۷ ص۱٦۰، حدیث نمبر ۵۸۹۷، کتاب اللباس، باب مایذکر فی الشیب، الناشر طوق النجاۃ)

یعنی: عثمان بن عبداللہ بن موہب فرماتے ہیں کہ میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی للہ تعالیٰ عنہا کے خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔

"بخاری شریف" میں ہے:

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبِيدَةَ «عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ» فَقَالَ: لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

(بخاری شریف، ج۱ ص۴۵، حدیث نمبر ۱۷۰، کتاب الوضوء، بَابُ المَاءِ الَّذِي يُغْسَلُ بِهِ شَعَرُ الإِنْسَانِ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ موئے (مبارک) ہیں، جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی طرف سے ملے ہیں (یہ سن کر) حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میرے پاس ان

موئے مبارک میں سے ایک موئے مبارک بھی ہوتو وہ میرے لیے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔

حدیث شریف ہے:

حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الحَكَمُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، يَقُولُ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالهَاجِرَةِ، فَأُتِيَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهِ فَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ

-وَقَالَ أَبُو مُوسَى: دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ، وَمَجَّ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُمَا: »اشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا«

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے، پانی لایا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا لوگ آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لے کر اسے اپنے اوپر ملنے لگے پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیزہ تھا۔

نیز! حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگایا۔پس اپنے مبارک ہاتھ اور چہرہ اقدس کو اسی میں دھویا اور اسی میں کلی کی پھر ان دونوں سے فرمایا: اس میں سے پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو"

(بخاری شریف؛ کتاب الوضوء؛ باب استعمال فضل وضوء الناس؛ ج۱،ص۴۹، حدیث نمبر: ۱۸۷ تا ۱۸۸، الناشر: دار طوق النجاۃ)

اور "صحیح مسلم شریف" روایت موجود ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: أَلَا تُنْجِزُ لِي، يَا مُحَمَّدُ مَا وَعَدْتَنِي؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »أَبْشِرْ« فَقَالَ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ: أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ »أَبْشِرْ« فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ، كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ، فَقَالَ: »إِنَّ هَذَا قَدْ رَدَّ الْبُشْرَى، فَاقْبَلَا أَنْتُمَا« فَقَالَا: قَبِلْنَا، يَا رَسُولَ اللهِ ثُمَّ دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ، وَمَجَّ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: »اشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا، وَأَبْشِرَا« فَأَخَذَا الْقَدَحَ، فَفَعَلَا مَا أَمَرَهُمَا بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَادَتْهُمَا أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ: أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا مِمَّا فِي إِنَائِكُمَا فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً۔

یعنی: حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا اس حال میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان مقام جعرانہ پر قیام پذیر تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی نے حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کریں گے! تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا خوش خبری ہو تو اس اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ نے مجھے کثرت کے ساتھ کہا تو خوش ہو جاؤ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف غصہ کی حالت میں متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ وہ آدمی ہے جس نے بشارت کو رد کر دیا ہے تم دونوں قبول کر لو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم نے قبول کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اس میں اپنے

ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اسی میں کلی بھی کی پھر فرمایا اس میں سے تم دونوں پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر انڈیل لو اور خوش ہو جاؤ پس انہوں نے پیالہ لے کر اسی طرح کیا جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا پھر انہیں پردہ کے پیچھے سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آواز دی کہ اپنی والدہ کے لیے بھی اپنے برتنوں سے بچا لینا پس انہوں نے انہیں بھی اس سے بچا ہوا دے دیا۔

(مسلم شریف، ج٤، ص١٩٤٣، حدیث١٦٤ (٢٤٩٧) کتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم اجمعين، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ أَبِي مُوسَى وَأَبِي عَامِرٍ الْأَشْعَرِيَّيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، الناشر احياء التراث العربی بیروت لبنان)

اسی طرح حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم فرمائے ہیں۔

"مسلم شریف" میں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: »لَمَّا رَمَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَقَ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ«، فَقَالَ: »احْلِقْ فَحَلَقَهُ، فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ«، فَقَالَ: »اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ«

(صحیح مسلم؛ کتاب الحج؛ باب بیان ان السنة یوم النحر؛ ج٢؛ ص؛٩٤٨، حدیث نمبر؛٣٢٦، (١٣٠٥) الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک منڈوا کر آدھے سر کے موئے مبارک حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو دیئے اور آدھے سر مبارک کے موئے مبارک دوسرے لوگوں کے درمیان تقسیم فرمانے کا حکم دیا۔

ان تمام دلائل سے واضح ہو گیا کہ تبرکات سے برکت حاصل کرنا جائز و مستحب ہے۔

فائدہ: قارئین! جیسا کہ آپ حضرات نے دلائل ملاحظہ فرما لیا اب آپ حضرات خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کسی نیک انسان کی استعمال کردہ چیزوں سے برکت حاصل کرنا درست و جائز عمل ہے یا نہیں! بالکل ہے جیسا کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال شدہ پانی سے برکت حاصل کرتے تھے نیز آپ علیہ السلام کے بال مبارک سے برکت حاصل کرتے تھے۔

اسی سبب سے ہمارے زمانے میں کسی کے پاس یہ تبرکات ہوں تو یہ کوئی نا قابل یقین بات نہیں۔

تبرکات سے برکت حاصل کرنے کا صحیح اور جائز طریقہ یہ ہے کہ خاص تاریخ طے کئے بغیر اور لوگوں کے جمع کرنے کا اہتمام کئے بغیر جب دل چاہے زیارت کی جائے اور کروائی جائے، اور زیارت کرنے والے اس موقع پر ایسا کوئی عمل نہ کریں جو خلافِ شرع ہو، مثلاً اُسے سجدہ کرنا، اُس کا طواف کرنا، اس کی منت ماننا، اس پر چڑھاوے چڑھانا وغیرہ، ورنہ تبرکات سے جس خیر و برکت کی امید ہے وہ معصیت اور گناہ میں تبدیل ہو کر باعث عذاب و عقاب ہو جائے گی۔

مزید معلومات کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت کی کتابوں کا مطالعہ کریں!

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منانے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا مسئلہ نہ تو ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت و جماعت سے ہے بلکہ یہ ایک مستحب اور جائز عمل ہے جس میں ثواب ہی ثواب ہے۔

چناں چہ حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ کتاب "جاء الحق" میں لکھتے ہیں:

''میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کا واقعہ بیان کرنا۔ حمل شریف کے واقعات، نور محمدی کے کرامات، نسب نامہ، یا شیر خوارگی اور

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا اور حضور علیہ السلام کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا سب اس کے تابع ہیں۔اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں پڑھو یا مجلس جمع کرکے اور نظم میں پڑھو یا نثر میں کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ہو اس کو میلاد شریف کہا جائے گا میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا اس کے ذکر کے موقع پر خوشبو لگانا گلاب چھڑکنا۔شیرینی تقسیم کرنا غرض کہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔

(بحوالہ،سعید الحق فی تخریج جاء الحق حصہ اول، بحث محفل میلاد شریف کے بیان میں،ص ٥٤٧،ناشر مکتبہ غوثیہ کراچی)

تاہم یاد رہے کہ:عید میلاد النبی علیہ الصلاۃ والتسلیم کے جلوس اور سنیوں کے جلسوں کے بارے میں اس قسم کا جملہ کہنا کہ ’’اس کا تعلق دین سے نہیں،اور جلسے جنت میں نہ لے جائیں گے‘‘ علامت ہے وہابی ہونے کی۔ایسی باتیں وہابی لوگ کہتے ہیں، کوئی سُنی ایسی بات نہیں کہتا۔عید میلاد النبی کا جلوس،میلاد شریف کی محفل اور دینی اجلاس یقیناً کارِ ثواب ہے،اور ہر کارِ ثواب جنت میں جانے کا ذریعہ ہے۔

(ماخوذ از:فتاویٰ حافظ ملت،المعروف فتاویٰ اشرفیہ،حصہ پنجم ص ٤٦٥،ناشر مجموعہ فتاوی اہل سنت آن لائن)

مزید وضاحت کے لیے راقم اپنا ایک مضمون نقل کرتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

جشن میلاد النبی ﷺ کے مقاصد کیا ہیں؟

ہر سال جیسے ہی افق پر ربیع النور کا چاند چمکتا ہے راقم الحروف۔موضوع میلاد النبی ﷺ پر اہل سنت وجماعت کے مشائخین واکابرین وعلمائے کرام کی کتابیں پڑھنا شروع کر دیتا ہے اور ہر سال گزرے سال سے زیادہ مطالعہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن دوران مطالعہ بار بار ذہن اس جانب جاتا رہتا ہے کہ اہل سنت وجماعت کی جملہ کتب میں یہ بات صاف اور واضح طور سے لکھی ملتی ہے کہ جشن میلاد النبی ﷺ منانے کا مطلب ومقصد یہ ہے:

’’نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر کیا جائے،نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے واقعات مستند حوالوں سے بیان کیا جائے،نبی کریم ﷺ کی آمد مبارک سے دنیا میں کیا انقلاب آیا ہے وہ بیان کیا جائے،نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ شریف کو بیان کیا جائے،نبی کریم ﷺ کا بچپن شریف پھر آپ کی جوانی شریف کیسی تھی پھر نبی کریم ﷺ کا طریقہ تبلیغ کیسا رہا لوگوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کردار کیسے رہے یہ سب بیان کیا جائے،نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود وسلام پیش کرنے کا اہتمام کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حسب حیثیت صدقات وخیرات کیا جائے،غریبوں،مسکینوں،محتاجوں کی امداد کی جائے۔وغیرہ

جیسا کہ:علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

’’میرے نزدیک میلاد النبی ﷺ کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ لوگ اکٹھے ہوکر بقدرِ سہولت تلاوت قرآن کرتے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق و پیدائش کی عظیم الشان نشانیوں پر مشتمل احادیث کا بیان کرتے ہیں پھر ان کے لیے دسترخوان بچھایا جاتا ہے اور لوگ کھانا کھا کر مزید کچھ کیے بغیر واپس لوٹ جاتے ہیں تو اس طور پر یہ اقدام "بدعت حسنہ" میں سے ہے جس پر ان کے کرنے والوں کو ثواب بھی دیا جائے گا کیونکہ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور میلاد شریف پر خوشی ومسرت کا اظہار پایا جاتا ہے۔

[حسن المقصد فی عمل المولود مترجم بنام" میلاد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم" مترجم مولانا مفتی اعجاز قادری اویسی،ص ١٤ تا ١٥،ناشر جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان]

اسی طرح امام علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ١٠١٤ھ ہمارے ہندوستان کے عاشقان رسول کے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے طریقے پر کلام کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ پہلے ہمارے ملک ہند میں کس انداز میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منایا جاتا چناں چہ لکھتے ہیں:

’’مجھے بعض اہل نقد وتحریر نے بتایا ہے کہ اہل ہند تو اس معاملے میں دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ آگے ہیں۔باقی رہا دیگر عجم والوں کا معاملہ،تو میں کہتا ہوں کہ جب یہ

مبارک مہینہ آتا تو اہل عجم بھی اس میں بڑی بڑی مجالس ومحافل کا انعقاد کرتے تھے اور ہر عام وخاص کے لیے مختلف اقسام کے کھانے پیش کیے جاتے، تلاوت کلام پاک ختم کیے جاتے، نیز دیگر اذکار کے ورد بھی جاری رہتے، عمدہ قصائد پڑھے جاتے اور مختلف خیر وبھلائی کے امور خوشی وسرور کے ساتھ سرانجام دیتے تھے حتیٰ کہ بعض عمر رسیدہ۔۔

عورتیں چرخہ کات کر اس کی کمائی جمع کر کے اپنی بساط کے مطابق اکابر واعیان مشائخ وعلماء کرام کو جمع کر کے ان کی دعوت وضیافت کا اہتمام کیا کرتیں اور اس شب میلاد کی تعظیم وتوقیر کے پیش نظر مشائخ کرام وعلماء عظام میں سے کوئی بھی محافل میلاد میں حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا تھا بلکہ اس محفل کے انوار وسرور سے فیضیاب ہونے کی امید رکھتے ہوئے حاضر ہوتا تھا۔

[المورد الروی فی المولد النبوی ﷺ۔ مترجم بنام "میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص ۲۸، مترجم۔ مفتی ابو محمد اعجاز احمد، ناشر زاویہ پبلشرز]

یہ ہے اصل جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہے اصل مقصد میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

باقی رہے! لائٹینگ، جھنڈہ، جلوس وغیرہ یہ سب نفس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مقصد میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ یہ اظہار خوشی کے جائز طریقے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو یہ ہے کہ "وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ" اور نتیجہ یہ ہے کہ "لایمکن الثنا کما کان حقہ" مطلب واضح اور صاف ہے کہ ذکر مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنا کرو کم ہے یہاں تک کہ پوری دنیا کے اشجار کے پتوں کو قلم اور پوری دنیا کے پانی کے قطروں کو اس قلم کی سِیاہی بنا دیا جائے اور جن وانس اور ملائک سب مل کر اللہ کے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر لکھنا شروع کریں اور ساری زندگی لکھتے رہیں تب بھی ذکر مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکمل نہیں کر سکتے بلکہ کہنا پڑے گا:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو اے پیارے مسلمانو! کتنا اچھا ہوتا کہ ہم اہل سنت وجماعت میلاد النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مناسبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اس ماہ نور ربیع الاول شریف میں کم سے کم بارہ روزہ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل کا انعقاد کرتے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ماہ نور میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر بارہ روزہ پروگرام نہیں کے برابر ہے بارہ روزہ تو چھوڑے چھ روزہ چار روزہ دو روزہ تک محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد نہیں کے برابر ہے (الا ماشاء اللہ) جب کہ عرس وقل کے نام پر پیروں کی آمد کے نام پر مدرسے کی افتتاح ودستار بندی کے نام پر ہم کئی کئی روزہ پروگرام ہر سال کرتے کراتے ہیں تو کیا ہی خوب نظارہ اور طریق احسن ہوتا کہ جن کے صدقے میں ہمیں سب کچھ ملا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اس رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر بھی بارہ روزہ پروگرام ہر محلے ہر گاوں ہر شہر میں انعقاد کیا جائے یا کم از کم مساجد میں اس کا سلسلہ شروع کیا جائے، لیکن یاد رہے! ڈیمانڈی مقرر کو نہ بلا کر علاقائی علمائے کرام میں سے جو بولنے کے قابل ہیں انہیں سے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنا جائے، بارہ روز صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک پر کلام کی جائے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے دورے حاضر کے مسئلے پر بھی روشنی ڈالی جائے ایسا نہیں کے محفل کا عنوان کچھ ہو اور مقرر صاحب کسی اور ہی موضوع پر تقریر کرنے لگے ذرا سوچیں تو سہی کہ ہماری زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک رہنمائی نہیں کرتی؟

﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ [الأحزاب: 21]

اس سبب بارہ روزہ پروگرام کے لیے بارہ عنوان سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی نکال کر اور ترتیب دیکر مقررین وواعظین اور مبلغین کو دے دیا جائے کہ آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اس گوشے پر کلام کرنا ہے کاش ایسا ہو جائے تو رٹی رٹائی تقریر کرنے والے علامہ فہامہ کی قلعی بھی کھل جائے اور قوم کو صحیح مقرر کا امتیاز بھی

معلوم ہوجائے اور پروگرام کا مقصد بھی حاصل ہوجائے لیکن کیا کریں ہمیں محرم الحرام میں دس روزہ پروگرام کثرت کے ساتھ ہر سال کرنے کی عادت تو ہے اور ہونی بھی چاہیئے کیوں کہ سبط رسول امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ہمارے امام ہیں الحمد للہ! ہمیں اعراس کے نام پر دو روزہ چار روزہ مدرسے کے افتتاح و دستار بندی کے نام پر۔۔
یک روزہ دو روزہ تین روزہ پروگرام کرنے کی عادت تو ہے اور ہونی چاہیئے لیکن جشن میلاد النبی ﷺ کے نام پر بارہ روزہ تو دور کی بات تین روزہ دو روزہ یہاں تک کہ یک روزہ مجلس میلاد النبی ﷺ تک کرنے کی عادت نہیں بلکہ ہمیں میلاد النبی ﷺ میں صرف جھنڈے لگانے۔(جائز طریقہ) لائٹینگ کرنے۔(جائز طریقہ) جلوس نکالنے۔(جائز طریقہ) اور چند لوگوں کو DJ میں میوزک والی نعت بجانے۔(غیر شرعی طریقہ) ساتھ ہی عجیب وغریب نعریں لگانے کی عادت ہوگئی ہے، کیا میلاد النبی ﷺ کے نام پر صرف ایک دن میں ایک یا دو گھنٹہ جلوس نکال کر گھر میں کچھ جھنڈے لگا کر۔ گھر کو لائٹینگ کر کے کیا رب العزت کی سب سے بڑی نعمت یعنی نعمت الکبریٰ کے ملنے اس نعمت الکبریٰ کی آمد پر خوشیاں منانے کا حق ادا ہو جائے گا؟ اور ساتھ میں یہ جو کچھ لوگ غیر شرعی طور پر DJ میں میوزک والی نعتیں بجا کر اور ساتھ میں عجیب وغریب نعرہ لگا کر اہل سنت و جماعت کو بدنام کرتے ہیں کیا اس طرح نعمت الکبریٰ کے ملنے پر خوشیاں منانا جائز ہے؟ یا غیر شرعی عمل کا ارتکاب کر کے اپنی شرعی خوشیوں میں آگ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا جھنڈا لہرا دینا اور گھروں میں لائٹینگ کر دینا کیا یہی اصل میلاد النبی ﷺ ہے؟ کیا یہی مقصد میلاد النبی ﷺ ہے؟ کیا اللہ تعالی کی نعمت کے ملنے پر جو خوشیاں منانے کا حکم ہے کیا اس شرعی خوشی میں غیر شرعی عمل کا ارتکاب کرنا صحیح ہے؟ بالکل نہیں قطعاً نہیں۔

لائق مبارک باد اور قابل تقلید ہے ان حضرات اہل سنت و جماعت کا عمل جو میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں بارہ روزہ، چار روزہ، تین روزہ، دو روزہ یا یک روزہ جشن

میلاد النبی ﷺ کی محفل کا انعقاد کرتے ہیں۔ یا پھر جو حضرات! میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں غریبوں کی مالی امداد کرتے ہیں۔ یا غریبوں میں دانا، پانی، کپڑے۔ وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ یا قرآن مجید کی تلاوت کرتے کرواتے ہیں یا درود وسلام کی محفل سجاتے یا سجواتے ہیں، یا جو حضرات میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں اپنے دوستوں و احباب کو بھی خلوص نیت کے ساتھ دعوت دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

کہنے، لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں ہر وہ کام کریں جس سے ہم مقصد میلاد النبی ﷺ اور اصل میلاد النبی ﷺ کو پا سکیں اور ہر اس عمل سے بچیں جس سے مقصد میلاد النبی ﷺ اور اصل میلاد النبی ﷺ فوت ہوجائے۔

طالب دعا: شبیر احمد راج محلی۔ ۲۰/اکتوبر ۲۰۲۰۔

بہر حال! قارئین بتانا یہ چاہتا ہوں کہ میلاد النبی منانا جائز و مستحب عمل ہے لیکن کچھ لوگ اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جشنِ ولادت نہ تو حضور صلّی اللہ تعالٰی علیہ وٰالہٖ وسلّم نے منائی نہ ہی خلفائے راشدین میں سے کسی نے منائی لہٰذا یہ بدعت ہے اور حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے جس کا انجام جہنّم ہے۔

جواب: یاد رکھیں کہ کسی کام کے ناجائز ہونے کا دارومدار اس بات پر نہیں کہ یہ کام حضورِ اکرم ﷺ یا صحابہ کرام علیہمُ الرِّضوان نے نہیں کیا بلکہ مدار اس بات پر ہے کہ اس کام سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر منع فرمایا ہے تو وہ کام ناجائز ہے اور منع نہیں فرمایا تو جائز ہے۔ کیونکہ فقہ کا یہ قاعدہ بھی ہے کہ ''الاصل فی الاشیاء الاباحة'' ترجمہ: تمام چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کر دے تو وہ منع ہے، یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہوگی نہ کہ نئے ہونے سے۔ یہ قاعدہ قرآنِ پاک اور احادیثِ صحیحہ و اقوالِ فقہا سے ثابت ہے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَسۡـَٔلُواْ عَنۡ أَشۡيَآءَ إِن تُبۡدَ لَكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ وَإِن تَسۡـَٔلُواْ عَنۡهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلۡقُرۡءَانُ تُبۡدَ لَكُمۡ عَفَا ٱللَّهُ عَنۡهَاۗ﴾ [المائدۃ: 101]

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اُتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ انہیں معاف فرما چکا ہے۔

صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علّامہ مولانا مفتی سیّد محمد نعیم الدین قادری اشرفی مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس اَمر کی شَرع میں ممانعت نہ آئی ہو وہ مباح ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حلال وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا حرام وہ ہے جس کو اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت کیا وہ معاف ہے تو کلفت میں نہ پڑو۔''

(خزائن العرفان، ص ۲۲٤)

حدیثِ پاک میں ہے:

''«الحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ، وَالحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ»

یعنی: حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جس پر خاموشی فرمائی وہ معاف ہے۔

(سنن الترمذی ت شاکر، ج٤، ص۲۲۰، حدیث: ۱۷۲٦، ابواب اللباس، بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الفِرَاءِ، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر)

اب چوں کہ محافلِ دینیہ منعقد کر کے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کی ممانعت قرآن وحدیث، اقوالِ فقہا نیز شریعت میں کہیں بھی وارد نہیں، لہٰذا جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا بھی جائز ہے اور صدیوں سے علما نے اسے جائز اور مستحسن

قرار دیا ہے۔

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''ربیعُ الاوّل چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا مہینا ہے لہٰذا اس میں تمام اہلِ اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچّھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان محافل میں آپ کی میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔ محفلِ میلاد کی یہ برکت مجرّب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل واحسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدّت کی جس کے دل میں مرض ہے۔''

(المواہب اللدنیہ، ج۱، ص۲۷)

شیخ عبدالحق محدّث دِہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے مہینے میں محفلِ میلاد کا انعقاد تمام عالَمِ اسلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اس کی راتوں میں صدقہ خوشی کا اظہار اور اس موقع پر خُصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ مسلمانوں کا خُصوصی معمول ہے۔''

(ما ثبت بالسنہ، ص۱۰۲)

امام جمالُ الدّین الکتانی لکھتے ہیں:

''حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت کا دن نہایت ہی معظّم، مقدّس اور محترم ومبارَک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک اتّباع کرنے والے کے لئے ذریعۂ نجات ہے جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اس نے اپنے آپ کو جہنّم سے محفوظ کر لیا۔ لہٰذا ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرنا اور حسبِ توفیق خرچ کرنا نہایت مناسب ہے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد، ج۱، ص۳٦٤)

اور یہ کہنا کہ ''ہر نیا کام گمراہی ہے'' دُرست نہیں کیوں کہ بدعت کی ابتدائی طور پر دو قسمیں ہیں بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیّئہ۔ بدعتِ حسنہ وہ نیا کام ہے جو کسی سنّت کے خلاف نہ ہو جیسے مَوْلِد شریف کے موقع پر محافلِ میلاد، جلوس، سالانہ قراءت کی محافل کے پروگرام، ختم بخاری کی محافل وغیرہ۔

بدعتِ سیّئہ وہ ہے جو کسی سنّت کے خلاف یا سنّت کو مٹانے والی ہو جیسے غیرِ عربی میں خُطبۂ جُمعہ وعیدین۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث (**کل بدعة ضلالة**) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلا اور ظاہر ہوا بدعت کہلاتا ہے پھر اس میں سے جو کچھ اصول کے موافق اور قواعد سنّت کے مطابق ہو اور کتاب وسنّت پر قیاس کیا گیا ہو بدعتِ حسنہ کہلاتا ہے اور جو ان اصول وقواعد کے خلاف ہو اسے بدعتِ ضلالت کہتے ہیں۔ اور **کل بدعة ضلالة** کا کلیہ اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے۔''

(اشعۃ اللمعات مترجم، ج۱،ص ۴۲۲)

بلکہ حدیث پاک میں نئی اور اچھی چیز ایجاد کرنے والے کو تو ثواب کی بشارت ہے۔ چناں چہ "مسلم شریف" میں ہے:

"مَنْ سَنَّ فی الإسلامِ سنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أجْرُهَا، وَأجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيرِ أنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورهِمْ شَیءٌ، وَمَنْ سَنَّ فی الإسْلامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيهِ وِزْرُهَا، وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيرِ أنْ يَنْقُصَ مِنْ أوْزَارِهِمْ شَیءٌ"

ترجمہ: جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے تو اس پر اسے ثواب ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے تمام کے برابر اس جاری کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور جو شخص اسلام میں بُرا

طریقہ جاری کرے تو اس پر اسے گناہ ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اس جاری کرنے والے کو بھی گناہ ملے گا اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

(مسلم شریف، کتاب العلم، بَابُ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنْ دَعَا إِلَى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ، ج۴،ص ۲۵۹، حدیث: ۱۵ (۱۰۱۷) الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

لہٰذا جشنِ ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منانا بھی ایک اچھّا کام ہے جو کسی سنّت کے خلاف نہیں بلکہ عین قرآن وسنّت کے ضابطوں کے مطابق ہے۔

رب تعالیٰ کی نعمت پر خوشی کا حکم خود قرآنِ پاک نے دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ [یونس: 58]

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ [الضحی: 11]

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

خود حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنا یومِ میلاد روزہ رکھ کر مناتے چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: ''اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر وحی نازل ہوئی۔''

(مسلم شریف، ج۲،ص۸۱۹، حدیث: ۱۱۶۲، کتاب الصیام، بَابُ اسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَاءَ وَالِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

خلاصۂ کلام یہ کہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی منانا، مختلف جائز طریقوں سے اِظہارِ مَسرّت کرنا اور محافلِ میلاد کا انعقاد کر کے ذکرِ مصطفٰے کرتے ہوئے ان پر مسرت ومبارک لمحات کو یاد کرنا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا وقت ہے بہت بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ''ٹرو اسلام'' ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جان کاری حاصل کریں!

کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھنے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

صلاۃ و سلام پڑھنے کا ثبوت تو دلیل قطعی سے ثابت ہے اب رہی بات کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھنا تو کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھنا اہل سنت و جماعت کے نزدیک نہ ضروریات دین کا مسئلہ ہے نہ ضروریات اہل سنت کا مسئلہ ہے بلکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ بھی ایک جائز اور مستحسن عمل ہے۔

چناں چہ " فتاویٰ فیض الرسول" میں حضرت علامہ مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''تمام سنی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنا اور اس میں قیام تعظیمی کرنا یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب و باعث اجر و ثواب ہے۔

فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲، ص ۵۰۹، ناشر مجموعہ فتاویٰ اہل سنت ایپ آن لائن)

ایک جگہ اور فرمایا:

''محرم شریف کی مجالس کے ختم ہونے پر مجالس ذکر میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا جائز اور مستحسن ہے۔ کما قال العلماء لاهل السنة۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲، ص ۵۷۷، ناشر مجموعہ فتاویٰ اہل سنت ایپ آن لائن)

اور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا ازہری قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا بلا شُبہہ جائز و مستحسن ہے اور قیام کو ضرور تعظیم

میں دخل ہے اور اس سے روکنے والا آج کل وہابی دیوبندی ہے۔

(فتاویٰ تاج الشریعہ، جلد دوم، ص ۳۹۰، مسئلہ نمبر ۶۹۳، بعنوان: کھڑے ہو کر سلام پڑھنا جائز و مستحسن ہے۔ ناشر مجموعہ فتاویٰ اہل سنت ایپ آن لائن)

قارئین! بتاتا چلوں کہ محفلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یا فاتحہ خوانی کے بعد یا کسی محفل ذکر کے بعد بحالتِ قیام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر سلام عرض کرنا محبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے اور یہ نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر اہلِ اسلام پر واجب تھی اور صحابہ کرام نہایت محتاط رہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے، اسی طرح آج بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر اُمت پر واجب ہے۔ محفلِ میلاد یا محفلِ نعت کے دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھتے وقت اِحتراماً کھڑے ہونا اسی ادب و تعظیم کا تسلسل ہے۔ جس محفل میں تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہو کر قیام کیا جائے اس پر یقیناً اَنوار و برکاتِ اِلٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔ بعض لوگ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام میں قیام کرنے کو بھی بدعت کا لیبل لگا دیتے ہیں اور مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور کی وہی تعظیم کی جائے جو کہ سنت سے ثابت ہو۔ تو انہیں یہ بارہا جواب دیا جا چکا ہے کہ ہر بدعت حرام نہیں۔ رہا یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وہی تعظیم کی جائے جو سنت سے ثابت ہے، کیا یہ قاعدہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے ہے یا دیگر علمائے وہابیہ وغیرہ کے لیے بھی، یعنی عالم، کتاب، مدرسہ، تمام چیزوں کی وہی تعظیم ہونی چاہیے جو سنت سے ثابت ہے۔ تو علماء وہابیہ کی آمد پر اسٹیشن جانا، ان کے گلے میں ہار پھول ڈالنا، ان کے لئے جلوس نکالنا، جھنڈیوں سے راستہ اور جلسہ گاہ کو سجانا، کرسیاں لگانا، وعظ کے وقت زندہ باد کے نعرے لگانا، مسند اور قالین بچھانا وغیرہ اس طرح کی تعظیم کا وہابیہ کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

ایسی تعظیم کی ہو۔نہیں پیش کر سکتے تو فرمایئے کہ یہ تعظیم حرام ہے یا حلام۔لہٰذا وہابیوں کا یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔

ذیل میں ہم دلیلیں پیش کرتے ہیں جو کھڑے ہو کر سلام پڑھنے پر معترضین کو بھی مجبور کر دے گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صحابۂ کرام کا اَدب ذرا ملاحظہ کیجئے!"بخاری شریف" میں ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، فَحَانَتِ الصَّلاَةُ، فَجَاءَ المُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: أَتُصَلِّي لِلنَّاسِ فَأُقِيمَ؟ قَالَ: نَعَمْ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلاَةِ، فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لاَ يَلْتَفِتُ فِي صَلاَتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ التَفَتَ، فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ« فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ، ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: »يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ« فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ، مَنْ رَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلاَتِهِ، فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ التُفِتَ إِلَيْهِ، وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ«

(بخاری شریف، ج۱، ص۱۳۷، حدیث نمبر ٦٨٤، کتاب الاذان، بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ، فَجَاءَ الإِمَامُ الأَوَّلُ، فَتَأَخَّرَ الأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ، جَازَتْ صَلاَتُهُ، الناشر دار طوق النجاۃ)

یعنی: حضرت سہل بن سعد ساعدی (صحابی رسول رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں (قباء میں) صلح کرانے کے لیے گئے، پس نماز کا وقت آ گیا۔مؤذن (حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے؟ میں تکبیر کہوں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! چناں چہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی۔اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو لوگ نماز میں تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفوں سے گزر کر پہلی صف میں پہنچے۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا (تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر آگاہ ہو جائیں) لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔جب لوگوں نے متواتر ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا۔(کہ نماز پڑھائے جاؤ) لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امامت کا اعزاز بخشا، پھر بھی وہ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں شامل ہو گئے۔اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔نماز سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! جب میں نے آپ کو حکم دے دیا تھا پھر آپ ثابت قدم کیوں نہ رہے۔تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے کہ ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کی یہ حیثیت نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھا سکیں۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عجیب بات ہے۔میں نے دیکھا کہ تم لوگ بکثرت تالیاں بجا رہے تھے۔(یاد رکھو) اگر نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے جب وہ یہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور یہ تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ حضرتِ سیّدُ ناصدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں تھے اور جب آپ کو علم ہوا کہ سرکار نبی کریم ﷺ تشریف لا چکے ہیں تو آپ علیہ السلام کی تعظیم کی خاطر پیچھے آکر مقتدی بن گئے اور حُضُور عَلَیۡہِ السَّلام نے نماز کی اِمامت فرمائی یہ تھا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ کہ نماز کی حالت میں بھی تعظیم نبی ﷺ بجالاتے تھے اور کیوں لاتے! اللہ تعالیٰ اپنے محبوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی تعظیم وتَوقیر کا حُکم تمام مسلمانوں کے لیے ارشاد فرماتا ہے۔

﴿وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ﴾ [الفتح: 9] اور رسول کی تعظیم وتَوقیر کرو

لیکن فی زَمانا شیطان نے لوگوں کے ذِہنوں میں نبیِّ کریم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسلِیم کی تعظیم سے مُتعلِّق طرح طرح کے وَسوَسے ڈال دیئے ہیں حالاں کہ اس فرمانِ خُداوَندی پر صحابۂ کرام واَہلبیت اَطہار سے بڑھ کر عمل کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ یہ نُفُوسِ قُدسِیہ تو ہر وَقت حُضُور عَلَیۡہِ السَّلام کی بارگاہ میں رہتے تھے، حلال وحرام کو بھی بخُوبی جانتے تھے۔ سرکار نبی کریم ﷺ جب ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ حضرات آپ کی تعظیم میں کھڑے ہوجایا کرتے۔

مشکوٰۃ شریف حدیث پاک ہے: عَنۡ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهَا قَالَتۡ: مَا رَأَیۡتُ أَحَدًا کَانَ أَشۡبَهَ سَمۡتًا وَهَدۡیًا وَدَلًّا. وَفِی رِوَایَةٍ حَدِیۡثًا وَکَلَامًا بِرَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ مِنۡ فَاطِمَةَ کَانَتۡ إِذَا دَخَلَتۡ عَلَیۡهِ قَامَ إِلَیۡهَا فَأَخَذَ بِیَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجۡلَسَهَا فِی مَجۡلِسِهِ وَکَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَیۡهَا قَامَتۡ إِلَیۡهِ فَأَخَذَتۡ بِیَدِهِ فَقَبَّلَتۡهُ وَأَجۡلَسَتۡهُ فِی مجلسها۔

(مشکاۃ، کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی، ج۱، ص۱۳۲۹، حدیث نمبر ۴۶۸۹، الناشر المکتبۃ الاسلامی بیروت)

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت، سیرت وصورت، ایک روایت میں ہے: بات چیت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی کو مشابہ نہیں پایا، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا استقبال کرتے، ان کا ہاتھ پکڑتے اور ان کا (پیشانی پر) بوسہ لیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

دُشمنِ احمد پہ شدّت کیجیے
ملحدوں سے کیا مُرَوَّت کیجئے
شِرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب۔
اُس بُرے مَذہب پہ لعنت کیجئے۔ (حدائقِ بخشش، ص۱۹۹)

اب قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں! اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ذٰلِكَ وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ﴾ [الحج: 32]

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے

آیتِ مذکورہ سے واضح ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ اور پرہیزگاری ہوگی وہ شَعَائِرُ اللّٰہ کی تعظیم کرے گا اور شعائرُ اللّٰہ کے معنی ہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے دِین کی نشانیاں اور سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دِین کی نشانیوں میں سب سے عَظِیم تَرین نشانی ہیں تو وہ ساری نشانیوں میں سب سے زِیادہ تعظیم کے مُستحق ہیں اور آیت مُبارکہ میں اس بات کا واضح اِشارہ ہے کہ جو لوگ حُضُور ﷺ کی تعظیم کا اِنکار کرتے ہیں وہ اگرچہ بظاہر اچھے نظر آتے ہوں مگر ان کے قُلوب تقویٰ و پَرہیزگاری سے خالی ہیں۔ پھر اگر غور کریں تو تعظیم میں کوئی پابندی نہیں بلکہ جس زَمانہ میں اور جس جگہ جو طریقہ بھی تعظیم کا ہو اسی طرح کرنی چاہئے بشرطیکہ شریعت نے اس طریقہ کو حَرام نہ کیا ہو جیسا کہ تعظیمی سجدہ ورُکوع۔

اب ذرا اس پر بھی غور کریں کہ: ''کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا''میں مُطلقاً کھانے پینے کی

اجازت ہے کہ ہر حلال غذا کھاؤ پیؤ، تو بریانی، زَردہ، قورمہ سب ہی حلال ہوا خواہ خَیرُ القُرون (یعنی دَورِ صحابہ و تابعین) میں ہو یا نہ ہو۔ ایسے ہی ”تُوَقِّرُوْہُ“ کا امر مُطلق ہے کہ ہر قسم کی جائز تعظیم کرو۔ (چاہے) خیر القرون سے ثابت ہو یا نہ ہو۔

محترم قارئین! بیان کردہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شَعائِرُ اللہ کی تعظیم بحکمِ خُداوَندی جائز اور مُستحَب عَمل ہے اور حُضُور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی ہیں تو جب شَعائِرُ اللہ کی تعظیم جائز و مستحسن ہوئی تو حُضُور عَلَیہِ السَّلام کی تعظیم بَدَرَجہ اَوْلیٰ جائز ہوگی، جب آپ کی ذات بابَرَکت لائقِ تعظیم ہے تو آپ کا ذِکرِ مُبارک بھی مُعَظَّم ہوا اِسی وَجہ سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑے ہوکر دُرُود و سلام پڑھنا اَفضل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنے کا نظریہ اور عقیدہ بھی نہ تو ضروریات دین سے ہے نہ ضرورت اہل سنت سے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ایک جائز اور مستحب عمل ہے جس پر اجر و ثواب ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولَى مِنَ الشَّهَادَةِ: صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا: قَرَّتْ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَيِ الْإِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَإِنَّهُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - يَكُونُ قَائِدًا لَهُ إِلَى الْجَنَّةِ، كَذَا فِي كَنْزِ الْعِبَادِ. اهـ. قُهُسْتَانِيٌّ، وَنَحْوُهُ فِي الْفَتَاوَى الصُّوفِيَّةِ.

(فتاویٰ شامی، ج ۱، ص ۳۹۸، كتاب الصلاة، باب الاذان، فائدة التسليم بعد الأذان، الناشر دار الفکر بیروت)

یعنی مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشهد ان محمدا رسول الله سنے تو صلی الله علیك یارسول الله کہے اور جب دوسری بار سنے تو قَرَّتْ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اور پھر کہے: اللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ اور یہ کہنا انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رکاب میں اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔ یہ مضمون جامع الرموز علامہ قہستانی کا ہے اور اس کے مثل فتاویٰ صوفیہ میں ہے۔

اور امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

”اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا انکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں۔ ۔۔۔پس جو۔۔۔۔اسے مسنون ومؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے وہ بیشک غلطی پر ہے۔ ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۲، ص ۳۵۲، تا ۳۵۳، مسئلہ نمبر ۱۴۱، ناشر رضا فاونڈیشن لاہور)

اور "فتاوی فیض الرسول" میں ہے:

’اذان میں حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔

(فتاویٰ فیض الرسول، ج اول، ص ۲۲۲، اذان اور اقامت کا بیان)

قارئین! اب ذرا توجہ کیجیے کہ ہم اہل سنت و جماعت اس مستحب و جائز عمل کو کیوں کرتے ہیں تو یاد رکھیں کہ: سرکار دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق کائنات ہیں اس دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تمام مخلوقات کے لیے نعمت اور سب سے عظیم احسان ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر انسان پر لازم ہے اور محبت کے ساتھ اپنے محسن اعظم کا نام پاک سن کر اپنے انگوٹھے کے ناخن کو چوم کر آنکھوں سے لگانا اپنے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت وعقیدت عشق والفت کی روشن دلیل ہے۔

نیز صحیح حدیث نہ سہی مگر ضعیف روایت سے ثابت ہے کہ یہ عمل حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی سنت کریمہ ہے۔

چناں چہ صاحب تفسیر روح البیان علامہ شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے"تفسیر روح البیان" میں تحریر فرمایا:

''جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے اندر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہوا تو رب العالمین نے وحی بھیجی کہ وہ تمہارے پشت سے آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان سے ملاقات کرا دے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخن میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال مثل آئینہ ظاہر فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے جب جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو محبت سے انگوٹھوں کے ناخن کو چوم کر آنکھوں پر رکھ لیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷، ص ۲۲۹، سورۃ الأحزاب آیت نمبر ۵٦ کی تفسیر کے تحت، الناشر دار الفکر بیروت)

اسی "تفسیر روح البیان" میں مذکور ہے حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''پیغمبر اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی برابر میں بیٹھ گئے حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ اٹھے اور اذان پڑھنا شروع کیا جب انہوں نے"اشهد ان محمدا رسول الله" کہا، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر چوم لیا اور کہا"قرة عيني بك يا رسول الله" (اے اللہ کے رسول آپ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں) حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! جو شخص تیری طرح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے نئے پرانے گناہوں کو معاف فرمادے گا خواہ وہ سہوا ہوں یا عمدا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷، ص ۲۲۹، سورۃ الأحزاب آیت نمبر ۵٦ کی تفسیر کے تحت، الناشر دار الفکر بیروت)

مذکورہ بالا دونوں تفسیروں سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دونوں انگوٹھوں کو آنکھوں پر چوم کے رکھنا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

اسی طرح اوپر جو فتاویٰ شامی کی عبارت نقل ہوئی ہے اس پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانا دنیاوی فائدہ بھی ہے اور اخروی بھی۔ شامی کی عبارت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ: (۱) سرکار مصطفیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کو سن کر انگوٹھے کو آنکھوں سے لگا کر چومنے والے کو سرکار اعظم نبی کریم صلی اللہ وسلم اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔ (۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل ہوگی جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ (۳) خطائیں معاف ہو جائیں گی اور گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (٤) حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی سنت کی ادائیگی ہوگی۔

ضروری تنبیہ: ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھا چومنے کو جائز نہ ماننے والے یہ کہہ کر سارے دلائل سے چشم پوشی کرنے کی کوشش کریں اور لوگوں کو بہکانے میں لگ جائیں اور یہ کہیں کہ یہ روایات ضعیف ہیں تو اس قسم کے اعتراضات کے جوابات کے لیے اتنا کہنا کافی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کو سن کر انگوٹھے چومنا فضائل اعمال میں سے ہے اور فضائل اعمال کے ثبوت کے لیے حدیث ضعیف بھی بالا جماع مقبول و معمول ہے اس میں کسی کا انکار نہیں۔

وقد اتفق العلماء على جواز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال

یعنی: بیشک حفاظِ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔

(شرح الأربعين النووية، خطبة الكتاب، ج ۲، ص ۱۱،)

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھوں کو چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز و درست ہے بلکہ باعث برکت اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے۔

تعویذ سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

تعویذ کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ تعویذ نہ تو ضروریات دین کا مسئلہ ہے نہ ہی ضروویات اہل سنت و جماعت کا مسئلہ ہے بلکہ قرآن مقدس کی آیات اور احادیث میں وارد دعاؤں پر مشتمل تعویذ گلے میں ڈالنا جائز و درست عمل ہے۔ممانعت صرف ان تعویذات کے متعلق ہے جو شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوں۔چناں چہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ" فتاوٰی رضویہ" میں لکھتے ہیں:

تعویذ موم جامہ وغیرہ کر کے غلاف جُدا گانہ میں رکھ کر بچّوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے۔(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ٤، ص ۱۲۱، مسئلہ نمبر ۲٤٦، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسی" فتاویٰ رضویہ" میں ہے:''غرض نفس عمل یا تعویذ میں کوئی امر خلاف شرع ہو یا مقصود میں تو ناجائز ہے ورنہ جائز بلکہ نفع رسانی مسلم کی غرض سے محمود و موجب اجر۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲٤، ص ۳۱، مسئلہ نمبر ٦٦، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ" بہار شریعت" میں لکھتے ہیں:

''گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے جب کہ وہ تعویذ جائز ہو یعنی آیاتِ قرآنیہ یا اسمائے الٰہیہ یا ادعیہ (یعنی دعاؤں) سے تعویذ کیا جائے اور بعض حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے اس سے مراد وہ تعویذات ہیں جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں، جو زمانہ جاہلیت میں کئے جاتے تھے۔اسی طرح تعویذات اور آیات و احادیث وادعیہ کو رِکابی میں لکھ کر مریض کو بہ نیتِ شفا پلانا بھی جائز ہے۔جنب (یعنی جس پر غسل فرض ہو) وحائض ونفساء (یعنی حیض ونفاس والی عورت) بھی تعویذات کو گلے میں پہن سکتی

ہیں، بازو پر باندھ سکتی ہیں جبکہ غلاف میں ہوں۔

(بہار شریعت، حصہ شانزدہم، ص ٤۲۱ تا ٤۲۲، مسئلہ نمبر ٥، عمامہ کا بیان، متفرق مسائل، ناشر المکتبۃ المدینہ)

مگر افسوس ہے غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث پر کہ یہ لوگ تعویذ لکھنے اور گلے میں لٹکانے کو مطلقاً شرک کہتے ہیں اگرچہ قرآن مقدس کی آیات اور اسماے باری تعالیٰ سے ہو، نیز صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھی مجرم قرار دیتے ہیں اور تعویذ لکھنے اور گلے میں لٹکانے کو شرک قرار دیتے ہوئے اپنے موقف کی تائید میں ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جس کا تعلق شرکیہ کلمات پر مشتمل تعویذ کے ناجائز ہونے سے ہے اور حدیث کا خود ساختہ مفہوم بیان کر کے امت مسلمہ کو گمراہ کرنا اس جماعت کا بنیادی مقصد ہے۔

تعویذ کے جائز ہونے پر دلیل ملاحظہ فرمائیں!

''سنن ابی داوٗد'' میں ہے: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ: »أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ« وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عَقَلَ مِنْ بَنِيهِ، وَمَنْ لَمْ يَعْقِلْ كَتَبَهُ فَأَعْلَقَهُ عَلَيْهِ۔

(سنن ابی داوٗد، ج ٤، ص ۱۲، حدیث نمبر ۳۸۹۳، کتاب الطب، باب کیف الرقی، الناشر المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت)

یعنی: حضرت عمرو بن شعیب وہ اپنے والد سے اور ان کے والد ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند میں ڈر جائے تو یہ کہے:

بِسْمِ اللهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَحْضُرُوْنَ،

میں اللہ عزوجل کے مکمل و تمام کلمات کے ذریعہ اس کے عذاب اور اس کے بندوں کے شر اور شیطانی وسوسوں اور شیطانوں کی حاضری سے پناہ چاہتا ہوں" تو پھر

اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا، **حضرت عبداللہ بن عمرو اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھا دیتے اور نابالغ اولاد کے گلے میں اس دعا کو لکھ کر ڈال دیتے تھے۔**

محترم قارئین! جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ دم اور تعویذات اگر قرآن وسنت کے مطابق ہوں تو ان سے علاج کرنا نہ صرف جائز بلکہ اسلاف سے ثابت ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا نظریہ ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ''ٹرو اسلام'' ایپ ڈاؤن لوڈ کریں اور وہاں تعویذ کی شرعی حیثیت والا چیپٹر پڑھیں!

قبر پر اذان دینے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا نظریہ وعقیدہ یہ ہے کہ یہ نہ ضروریات دین کا مسئلہ ہے نہ ضروریات اہل سنت کا مسئلہ ہے بلکہ یہ ایک جائز و مستحسن عمل ہے۔ہم اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ قبر پر اذان دینے کا جواز یقینی ہے کیوں کہ شریعتِ مطہرہ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور جس کام سے شرع مطہرہ منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا۔

چناں چہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ سے جب یہ سوال ہوا کہ: ''دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ تو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال (یعنی قبر پر اذان دینے) کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا قائلانِ جواز کے لئے اسی قدر کافی، جو مدعیِ ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعوٰی ثابت کرے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ٥، ص ٦٥٣، مسئلہ نمبر ٣٨٨، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نیز احادیث سے ثابت ہے کہ جب مُردے کو قبر میں اتارنے کے بعد منکر نکیر

اس کے پاس آ کر سوالات کرتے ہیں تو شیطان جو کہ انسان کا اَزَلی دشمن ہے، مسلمان کو بہکانے کے لیے وہاں بھی آ پہنچتا ہے اور یہ بات بھی احادیث سے ثابت ہے کہ شیطان قبر میں آتا ہے اور مسلمان کو سوالات کے جوابات دینے میں پریشانی میں مبتلا کرتا ہے تاکہ یہ سوالات کے جوابات نہ دے کر خائب و خاسر ہو اور حدیث سے ثابت ہے جب اذان ہوتی ہے تو شیطان اذان کے کلمات سن کر بھاگتا ہے۔

چُناں چہ روایت میں ہے:

عَن سُفیَان الثوری أَنه قَالَ إِذا سُئِلَ الْمَیِّت من رَبك تَرَاءی لَهُ الشَّیْطَان فِي صُورَة فیشیر إِلَی نَفسه أَی أَنا رَبك،

(نوادر الأصول فی أحادیث الرسول، ج ٣، ص ٢٢٧، الأَصْل التَّاسِع وَالْأَرْبَعُونَ والمائتان، فی مَسْأَلَة التثبیت للْمَیت عِنْد الدّفن، الناشر دار الجیل بیروت)

یعنی: جب مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں۔''

اس لیے حکم آیا کہ میّت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔

جیسا کے امام حکیم ترمذی لکھتے ہیں:

فطلبنا تَحْقِیق هَذَا فَوَجَدنَا فِي الْأَخْبَار عَن رَسُول الله صلی الله عَلَیْهِ وَسلم أَنه كَانَ یَقُول عِنْد دفن الْمَیِّت اللَّهُمَّ أجره من الشَّیْطَان۔

(نوادر الأصول فی أحادیث الرسول، ج ٤، ص ١٦٢، الأَصْل السَّابِع وَالسَّبْعُونَ والمائتان، فی الْحِكْمَة فِي فتانی الْقَبْر، الناشر دار الجیل بیروت)

یعنی: امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے تحقیق کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں ہم نے پایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے الٰہی! اسے شیطان سے بچا۔

اور یہ اَمر بھی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ اذان دینے سے شیطان بھاگتا

ہے جونہی اذان کی آواز اس کے کان میں پڑتی ہے جس جگہ اذان دی جا رہی ہو وہاں سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے۔

"صحیح مسلم" میں ہے: عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ ذَهَبَ حَتَّى يَكُونَ مَكَانَ الرَّوْحَاءِ« قَالَ سُلَيْمَانُ: فَسَأَلْتُهُ عَنِ الرَّوْحَاءِ فَقَالَ: »هِيَ مِنَ الْمَدِينَةِ سِتَّةٌ وَثَلَاثُونَ مِيلًا«

(مسلم شریف، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان وھرب۔۔۔الخ، ج ۱، ص ۲۹۰، حدیث: ۳۸۸، الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

یعنی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''شیطان جب اذان سنتا ہے اتنی دور بھاگتا ہے جیسے روحا'' اور روحا مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اذان نماز کے ساتھ خاص ہے غیر نماز میں اذان کہنا درست نہیں ہے وہ چاہے قبر پر ہو یا دفع بلاء کے لیے ہو۔تو جواباً ہم اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ اذان نماز کے ساتھ خاص ہے بلکہ نماز کے علاوہ بھی اذان دینا ثابت ہے۔

بعض لوگوں کو اذانِ قبر کے ناجائز ہونے کا شیطانی وَسْوَسَہ شاید اسی بنا پر آتا ہے کہ ایسے لوگ اذان کو نماز کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ شریعتِ مطہرہ نے نماز کے علاوہ کثیر مقامات پر اذان کو مستحسن جانا ہے جیسے نومولود کے کان اور دفعِ وباو بلا وغیرہ مواقع میں۔

"مرقاۃ المفاتیح" میں ہے: عَنْ عَلِيٍّ: رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِينًا فَقَالَ: (يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ إِنِّي أَرَاكَ حَزِينًا فَمُرْ بَعْضَ أَهْلِكَ يُؤَذِّنُ فِي أُذُنِكَ، فَإِنَّهُ دَرْأُ الْهَمِّ)

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، ج ۲ ص ۵۴۷، الناشر دار الفکر بیروت)

یعنی: حضرت امیرُ المومنین والمسلمین سیدنا علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ مجھے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے غمگین دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے ابو طالب کے بیٹے! میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے، اذان غم و پریشانی کی دافع (دور کرنے والی) ہے۔

مزید دلیلیں اگر آپ کو چاہیے تو ''ٹرو اسلام'' ایپ ڈاؤن لوڈ کریں اور اس میں" قبر پر اذان دینا کیسا ہے" والا چیپٹر پڑھیں!

اولیاے کرام کے قبروں پر مزارات بنانے سے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

اولیاے کرام کے قبروں پر مزارات بنانے کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَام اور مشائخ و اولیاءِ عِظام اور علماے کرام عَلَيْهِمُ الرَّحْمَة کی قبروں پر مزار بنایا جاسکتا ہے شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ" فتاویٰ رضویہ" میں لکھتے ہیں:

لاجرم ائمہ کرام نے گردِ قبورِ علماء و مشائخ قدست اسرارہم اباحتِ بنا کی تصریح فرمائی۔علامہ طاہر فتنی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں:

وقد اباح السلف ان يبنى على قبر المشايخ والعلماء المشاهير ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه

ترجمہ: سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(مجمع بحار الانوار تحت لفظ[شرف] منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۱۸۷)

بعینہٖ اسی طرح علامہ" ملا" علی قاری مکی نے بعد عبارت مسطورہ ذکر فرمایا کہ:

وقد اباح السلف البناء۔الخ۔

ترجمہ: سلف نے علماء ومشائخ کی قبور پر عمارت بنانے کی اجازت کی ہے

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب دفن المیّت مکتبہ امدادیہ ملتان ٤ /٦٩)

کشف الغطاء میں ہے: درمطالب المومنین گفتہ کہ مباح کردہ اند سلف بناء را بر قبر مشائخ علمائے مشہور تا مردم زیارت کنند واستراحت نمایند بجلوس درآں ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است ودرمدینہ مطہرہ بنائے قبہا برقبور اصحاب درزمان پیش کردہ اند ظاہر آنست کہ آں بتجویز آں وقت باشد وبرمرقدِ منور آنحضرت صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز قبہ عالی ست۔ ترجمہ: مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں، لیکن اگر زینت کے لیے بنائیں تو حرام ہے مدینہ منورہ میں صحابہ کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرقدِ انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ص ٤١٧ تا ٤١٨، مسئلہ نمبر ١٢٧، ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور)

معلوم ہوا کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اولیائے عظام کے قبروں پر مزارات بنانا نہ ضروریات دین کا مسئلہ ہے نہ ضروریات اہل سنت و جماعت کا مسئلہ ہے بلکہ یہ زیادہ سے زیادہ ایک مباح عمل ہے۔

اور یہ ہوا ہوائی بات نہیں بلکہ اس پر بھی دلیلیں موجود ہیں۔

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رضی اللہ عنہ قرآنِ کریم کی آیت۔ (اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ) (پ١٠، التوبۃ:١٨) کے تحت فرماتے ہیں: ''علماء اور اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا جائز کام ہے جب کہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔''

(روح البیان، سورۃ التوبۃ، تحت آیت نمبر ١٨، ج ٣، ص ٤٠٠، الناشر دار الفکر بیروت)

اور حضرت علامہ ابنِ عابدین شامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اگر میّت مشائخ اور علماء اور ساداتِ کرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔''

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، ج ٢، ص ٢٨٧، الناشر دار الفکر بیروت)

وہابیہ کہتے ہیں کہ یہ کام (قبروں پر مزار بنانا) صرف ہند و پاک میں ہی ہے تو میں انہیں بتانا چاہتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پوری دنیا میں اولیاے کرام کے مزارات و مقابر صدیوں سے موجود ہیں جو سلف صالحین کے عمل پر شاہد ہیں۔

خود ہمارے پیارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارکہ پر سبز گنبد قائم ہے اس سے بڑھ کر جواز کی اور کیا دلیل چاہئے علماء و صُلحاء صدیوں سے وہاں حاضر ہوتے ہیں اور ان کے سامنے یہ گنبد بنا ہوا ہے جو بلا شبہ جواز کی دلیل ہے۔

بعض نادان مسلمانوں کے ذہنوں میں بد مذہب اس حوالے سے شُبہ اور وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعَالیٰ ان سے سنی مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

قبر کو پختہ بنانے کا کیا مطلب ہے اس کے بارے میں اگر ہم جان گئے تو مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ میّت کے ساتھ قبر کے متّصل حصے کو پختہ کرنا مکروہ ہے۔ اگر قبر باہر سے پختہ اور اندر سے کچی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی اندر سے قبر کو پختہ کرنا مکروہ ہے باہر سے پختہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مزید تفصیل کے ساتھ جاننے کے لیے ''ٹرو اسلام'' ایپ میں پکی قبر اور بلند مسجد بنانا کیسا ہے" والا چیپٹر مطالعہ کریں!

ضروری گزارش!

آپ اہل علم سے التماس ہے کہ کتاب کے اندر کوئی کمی نظر آئے خصوصاً عقائد کی ترجمانی میں خطا واقع ہو گئی ہو تو ضرور مطلع فرمائیں نوازش ہوگی اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیں آپ رجوع کرنے والا پائیں گے۔ کیوں کہ راقم ایک انسان ہے اور انسان سے خطا ہونے کا امکان موجود ہے اس لیے راقم دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میری تحریر میں غلطی واقع نہیں ہو سکتی بلکہ غلطی کا بہت حد تک امکان موجود ہے۔

طالب دعا: شبیر احمد راج محلی

مٹیال، راج محل، صاحب گنج، جھارکھنڈ۔ پن ٨١٦١٠٨

١٥/ذی الحجہ ١٤٤٤ھ مطابق ٤/جولائی ٢٠٢٣ء